فکرِ آخرت



كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا

تالیف

محترمہ اُمِ عدنان بُشریٰ قمر حفظہا اللہ

تنقیح ومراجعت

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

فکر آخرت

تالیف

محترمہ اُمّ عدنان بُشریٰ قمر حفظہا اللہ

تنقیح ومراجعت

فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

مکتبہ کتاب وسنّت ریحان چیمہ
ڈسکہ

فکرِ آخرت

تالیف: محترمہ اُمِّ عدنان بُشریٰ قمر حفظہا اللہ

تنقیح و مراجعت: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ

اشاعت ____ اپریل 2020ء

کمپوزنگ ____ نائلہ قمر، نادیہ قمر، ثناء قمر سلمہن اللہ

سیٹنگ ____ ابوسفیان عزیزی

مطبع

بیت السلام پرنٹنگ پریس

042-37141518, 0321-7351350

ناشر

مکتبہ کتاب و سنت

ریحان چیمہ۔ ڈسکہ

UMM UL QURA

سیالکوٹ روڈ گوجرانوالہ 0321-6466422

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ

کے نام سے شروع سے کرتا ہوں
جو بڑا ہی مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِيْنُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. أما بعد:

قارئینِ کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ اس سوال کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں دیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [آل عمران: ۱۵۸، الحدید: ۲۰]

''اور یہ دنیا کی زندگی تو سوائے دھوکے کے سامان کے کچھ بھی نہیں۔''

اس دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ﴾ [الحدید: ۲۰]

''(لوگو!) یہ جان رکھو کہ دنیا کی زندگی اور کچھ نہیں، بس کھیل اور تماشا ہے اور بناؤ سنگھار اور ایک دوسرے پر بڑائی جتانا اور ایک دوسرے سے زیادہ مال، اولاد کی خواہش کرنا ہی ہے۔''

یہ دنیا زوال پذیر اور ڈھلتی چھاؤں کی طرح ہے۔ یہاں کسی کو دوام حاصل نہیں،

چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴾ [العنكبوت: ٥٧]

''ہر جاندار کو (ایک نہ ایک دن) موت کا مزہ چکھنا ہے، پھر تم (سب) کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے۔''

وقتِ حساب بہت قریب آ چکا ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُونَ ﴾ [الأنبياء: ١]

''لوگوں کے حساب کا وقت نزدیک آن پہنچا (یعنی قیامت کا دن) اور وہ غفلت میں ٹال رہے ہیں۔''

اسی طرح نبیِ اکرم ﷺ نے بھی اس دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی حیاتِ جاودانی کے بارے میں بہت زیادہ تفصیلات بیان فرمائی ہیں، جن کا ایک وافر حصہ آپ زیرِ نظر کتاب میں پائیں گے۔ لہٰذا ہمیں اُس حساب و کتاب کے لیے تیار رہنا چاہیے۔

زیرِ نظر کتاب ''فکرِ آخرت'' میں اس کتاب کی مؤلفہ اور ہماری اہلیہ ام عدنان بشریٰ قمر حفظہا اللہ نے بڑے مناسب اور مختصر انداز سے اس طرف قارئینِ کرام کی توجہ مبذول کروانے کی سعیِ مشکور کی ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاهَا لِكُلِ خَيْرٍ وَتَقَبَّلَ مِنَّا وَمِنْهَا صَالِحَ الْأَعْمَالِ.

اس کتاب کی کمپوزنگ ہماری عزیز دختران نائلہ قمر، نادیہ قمر اور سناء قمر۔ حفظھن اللہ۔ نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر دے اور سعادتِ دارین سے نوازے۔ آمین

ہم نے اس کتاب کے مضامین کی ترتیب اور اس کے علمی مادہ کی تنقیح و تہذیب میں حسبِ مقدور سعی کی ہے۔ تَقَبَّلَ اللّٰهُ مِنَّا وَجَعَلَ سَعْيَنَا مَشْكُوراً. کتاب میں وارد مواد کو باحوالہ ذکر کیا گیا ہے اور احادیث کی تخریج و تحقیق کے سلسلے میں ہمارے فاضلِ عزیز جناب حافظ شاہد رفیق صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی و مدیر ام القریٰ پبلی کیشنز

گوجرانوالہ) کے علمی تعاون نے کتاب کے معیار اور اعتبار کو دو بالا کر دیا ہے۔ فَجَزَاهُ اللّٰهُ خَيْراً فِی الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ.

قارئینِ کرام تک اس کتاب کو پہنچانے اور اس کی طباعت واشاعت میں ہمارے ساتھ ہمارے دوست جناب عبد العزیز صاحب حفظہ اللہ نے بھرپور تعاون کیا ہے۔ بَارَكَ اللّٰهُ فِیْ اَهْلِهٖ وَمَالِهٖ وَصَالِحِ اعْمَالِهٖ. موصوف کیلئے اللہ سے یہ بھی دعا ہے کہ انھیں نیک نرینہ اولاد کی خوشیوں سے مالامال کر دے، آمین یا رب العالمین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابو عدنان محمد منیر قمر نواب الدین

مترجم شرعی کورٹ الخبر

وداعیہ متعاون بمکاتب الجالیات

(دعوہ سنٹرز) الخبر والراکہ والدمام۔ سعودی عرب

۱۔۲۔۱۴۴۱ھ مطابق ۳۔۹۔۲۰۱۹ء

حقیقتِ دنیا کیا ہے؟

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ، نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا، وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. أما بعد:

حمد و ثنا اور خطبۂ مسنونہ کے بعد:

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

''اور یہ دنیا کی زندگی تو سوائے دھوکے کے سامان کے کچھ بھی نہیں۔''

مسلمانو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جیسا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور زادِ راہ لے کر نکلو اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہی ہے۔ جیسا کہ سورۃ الشوریٰ (آیت: ۲۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴾

''جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو، ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی کر دیں گے اور جو لوگ دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتے ہیں، ہم انھیں اس ہی میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔''

''حَرْثٌ'' کا لغوی معنی تخم ریزی کرنا ہے۔ یہاں اس سے اعمال کے ثمرات وفوائد مراد ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنے اعمال اور محنت کے ذریعے سے آخرت کے اجر و ثواب کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی کھیتی میں اضافہ فرمائے گا، یعنی

ایک ایک نیکی کا اجر دس دس گنا سے لے کر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ تک عطا فرمائے گا اور جو طالبِ دنیا ہے اس کو دنیا تو ملتی ہے لیکن اتنی نہیں جتنی وہ چاہتا ہے بلکہ اتنی ہی ملتی ہے جتنی اللہ کی مشیت اور تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

مطلب یہ کہ دنیا تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اتنی ضرور دیتا ہے جتنی اس نے لکھ دی ہے کیونکہ اس نے سب کی روزی کا ذمہ لیا ہوا ہے، طالبِ دنیا کو بھی اور طالبِ آخرت کو بھی، تاہم جو طالبِ آخرت ہوگا، یعنی آخرت کے لیے کسب و محنت کرے گا تو قیامت والے دن اللہ تعالیٰ اسے ﴿ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ﴾ ''کئی گنا بڑھا چڑھا کر'' اجر وثواب عطا فرمائے گا، جبکہ طالبِ دنیا کے لیے آخرت میں سوائے جہنم کے کچھ نہیں ہوگا۔ اب یہ انسان کو خود سوچ لینا چاہیے کہ اس کا فائدہ طالبِ دنیا ہونے میں ہے یا طالبِ آخرت ہونے میں...؟

انسان کی حقیقی سعادت اور اس کے توفیق یافتہ ہونے کے دلائل میں سے اہم ترین بات یہ ہے کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا اور اپنی ساری زندگی کے ہر قسم کے حالات میں شریعتِ الٰہیہ اور دین پر استقامت رکھنے والا ہو، خلوصِ دل سے اللہ کی طرف متوجہ رہنے والا ہو اور آخرت کے لیے زادِ راہ جمع کرنے اور دائمی و اخروی زندگی کے لیے تیاری سے اسے دنیا کی عارضی زیب وزینت کا حصول روکنے نہ پائے، یہی صالحین کا راستہ اور متقین کا منہج وطریقہ ہے جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے:

﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴾ [النور: ۳۷]

''ایسے لوگ جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے اور نماز قائم کرنے سے اور زکات ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، اُس دن سے ڈرتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔''

یہ صالحین خرید و فروخت اور اپنی دنیوی مصروفیات کے باوجود اللہ کی عظمت و کبریائی کو دل سے دور نہیں ہونے دیتے اور عظمتِ الٰہی کا استحضار انھیں اللہ کا تقویٰ اختیار

کرنے اور ہمیشہ اس کی خشیت و خوف دل میں رکھنے اور حقیقی معنوں میں اس کی بندگی کرنے پر آمادہ کیے رکھتا ہے۔

دنیا کیا ہے؟

ایک مومن کی حقیقی شان بھی یہی ہے کہ وہ عمر کے شب و روز اور زندگی کے اوقات بڑے بڑے اعمالِ صالحہ میں صرف کرتا ہے اور دارِ آخرت کی فوز وفلاح کی تلاش میں لگا رہتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ دنیوی زندگی تو دراصل اخروی زندگی کی فوز وفلاح کے لیے ایک وسیلہ و ذریعہ ہے جس کے بل بوتے پر دائمی سعادت وخوشی حاصل کی جا سکتی ہے، ورنہ یہ دنیا نہ اصل غرض و غایت ہے اور نہ یہ منتہائے نظر اور امید گاہ ہے، بلکہ یہ دنیا ڈھلتی ہوئی چھاؤں اور جانے والی چیز ہے جس سے نیک بھی کھا رہے ہیں اور بدکار بھی عیش اڑا رہے ہیں۔ کسی کی عمر کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہو جائے اور کسی کی رسی کتنی ہی ڈھیلی کیوں نہ چھوڑ دی گئی ہو، اللہ جب چاہے گا اچانک دبوچ لے گا اور دارِفنا کو ختم کر دے گا۔ اس دنیوی زندگی کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی حیثیت نہیں اور نہ اس کا کوئی اعتبار ہی ہے، بلکہ یہ جنت تک پہنچنے یا جہنم رسید ہونے کے راستے کا ایک پل ہے اور بس۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی بے ثباتی اور لہو ولعب ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ الحدید (آیت: ۲۰) میں فرمایا ہے:

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

”خوب جان لو کہ دنیا کی زندگی صرف ایک کھیل تماشا، زیب و زینت، آپس میں فخر وغرور اور مال واولاد میں ایک دوسرے سے بڑھاوا ہے، اس بارش کی مانند جس کی پیداوار کسانوں کو بہت بھلی لگتی ہے، پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو تم اسے زرد رنگ میں دیکھتے ہو، پھر وہ بالکل چورا چورا بن جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت و رضا مندی ہے اور دنیا کی زندگی

دھوکے کے سامان کے سوا اور کچھ بھی تو نہیں۔‘‘

یہاں دنیا کی زندگی کو سرعتِ زوال میں کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کھیتی جب شاداب ہوتی ہے تو بڑی بھلی لگتی ہے، کاشت کار اسے دیکھ کر بڑے خوش ہوتے ہیں لیکن وہ بہت ہی جلد خشک اور زرد رو ہو کر چورا چورا ہو جاتی ہے، اسی طرح دنیا کی زیب و زینت، مال، اولاد اور دیگر چیزیں انسان کا دل لبھاتی ہیں، لیکن یہ زندگی چند روزہ ہی ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

’’یہ دنیا بڑی شیریں اور سرسبز و شاداب ہے، اللہ تمھیں اس دنیا میں رہنے کا موقع دے رہا ہے، تاکہ وہ دیکھے تم کیسے عمل کرتے ہو؟ لٰہذا دنیا اور عورت کی فتنہ انگیزیوں سے ڈر سنبھل کر رہنا۔‘‘[1]

حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

’’اگر اللہ کے نزدیک اس دنیا کی قدر و قیمت مچھر کے ایک پر کے برابر بھی ہوتی تو وہ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا۔‘‘[2]

امام احمد اور دوسرے محدثین نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ایک مردار بکری کے پاس سے ہوا جسے اس کے مالکوں نے باہر پھینکا ہوا تھا، اسے دیکھ کر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

’’مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یہ دنیا اللہ کے نزدیک اتنی وقعت بھی نہیں رکھتی جتنی اب اس بکری کی اس کے مالکوں کے نزدیک حیثیت ہے۔‘‘[3]

ان آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ میں اس دنیوی زندگی کی نہایت بلیغ اور واضح

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٤٢)

[2] سنن الترمذي (٢٣٢٠) اس حدیث کو امام ترمذی، حاکم، ضیا مقدسی اور البانی رحمہم اللہ نے صحیح کہا ہے۔

[3] مسند أحمد (١/ ٣٢٩) اس حدیث کو امام منذری رحمہ اللہ نے حسن اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

انداز میں تصویر کشی کی گئی ہے اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس کے معاملے میں بندے کا کیا کردار ہونا چاہیے؟ اللہ کی طرف رجوع و انابت کے سلسلے میں کیسی دلچسپی ہونی چاہیے؟ اپنے نفس پر کنٹرول کر کے اسے نیکی و تقوے کے اعمال پر لگانا چاہیے، نفسانی خواہشات وشہوات سے کلی طور پر اجتناب کرنا چاہیے اور دنیا کی رنگینیوں اور اس کی چمک دمک سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے، بلکہ اس سے پوری طرح ہوشیار رہنا چاہیے۔

حبِ دنیا:

لیکن انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ہم میں بڑی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جنھوں نے دنیا کے ساتھ لمبی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں، وہ غفلت و کور چشمی میں مبتلا ہیں اور ان کے دل بدعملی کے نتیجے میں زنگ آلود ہو چکے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہو چکی ہے کہ ان کے نزدیک دنیوی زندگی کے سوا کسی دوسری زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں رہا۔ جب کسی کے دل پر اس دنیا کی محبت مسلط ہو جائے تو وہ اسے ذکرِ الٰہی بھلا دیتی ہے اور جب کوئی بندہ اللہ کے ذکر کو بھول جائے تو پھر اللہ اسے بھلا دیتا ہے اور اسے اپنے غیظ وغضب اور ہلاکت کا شکار بنا دیتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس امر کی قباحت اور دین کے لیے اس خطرے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اگر دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اتنی تباہی و بگاڑ پیدا نہیں کر پاتے جتنا مال اور برتری کی حرص میں مبتلا انسان فساد برپا کرتا ہے۔''[1]

بعض سلف صالحین کا قول ہے: ''دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔''

بعض ائمہ نے کہا ہے:

''جس نے درہم و دینار سے محبت کی وہ ذلت و رسوائی کے لیے تیار رہے!''

حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ نے جب اپنے زمانے کے بعض لوگوں کو دنیا پر جھپٹتے اور آخرت سے غفلت برتتے دیکھا تو فرمایا:

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٧٦) مسند أحمد (٣/ ٤٥٦) اس حدیث کو امام ابن حبان اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح کہا ہے۔

’’کیا یہ لوگ یومِ حساب پر ایمان رکھنے والے ہیں؟ ہرگز نہیں، روزِ جزا کے مالک کی قسم! یہ تو اس کو جھٹلا رہے ہیں۔‘‘

حبِ دنیا کی علامات:

حبِ دنیا کے دلوں پر غالب آ جانے اورنفسوں پر قابض ہو جانے کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ لوگ عارضی جاہ وجلال، کھلی شہرت اور جھوٹی عزت کی تلاش میں سر گرداں ہو جاتے ہیں، چاہے اس کے لیے انھیں اپنے دین کا سودا ہی کیوں نہ کرنا پڑے اور اصل عزت و شرافت سے ہاتھ ہی کیوں نہ دھونے پڑیں۔ کچھ لوگ اس طرح کے بھی ہوتے ہیں، جنھیں مال جمع کرنے اور بینک بیلنس بڑھانے کا شوق ہو جاتا ہے جس کے لیے وہ ہر مشتبہ اور حرام طریقہ اختیار کرنے پر تیار رہتے ہیں۔

حبِ دنیا کے نتائج:

اسلامی معاشرے کے کتنے ہی ایسے افراد ہیں جن پر حبِّ دنیا غالب آ گئی اور انھوں نے حرص و ہویٰ اور برائی و فحاشی کا حکم دینے والے نفسِ امّارہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا، پھر کیا ہوا؟ شراب پینے لگے، منشیات کا استعمال کرنے لگے اور فحاشی و منکرات کے ارتکاب میں لگ گئے۔ ان کی ان کرتوتوں کو آج کے ذرائع اِبلاغ ٹی وی، وی سی آر، سیٹلائٹ چینلز اور انٹرنیٹ وغیرہ نے سہارا دیا ہے جن کا کام ہی باطل کو بنا سنوار کر حق کی شکل میں پیش کرنا اور لوگوں کو فتنہ وفساد پر اکسانا ہے۔ یہ ذرائع لوگوں کو اخلاقی اقدار اور عزت و شرف نامی قیمتی چیزوں کے خلاف بھڑکانے پر لگے ہوئے ہیں، نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد اور خصوصاً نوجوان نسل کا ایک بڑا طبقہ اعدائے دین اور دشمنانِ اسلام کی عادات، اخلاق باختگی اور بدکرداری کو اپنا چکا ہے اور یہی دین اسلام کے دشمن چاہتے ہیں کہ ان کو اسلامی تعلیمات سے دور رکھا جائے اور اب یہ اتنے دور ہو چکے ہیں کہ ان میں سے اکثر پر اللہ جل وعلا کا یہ ارشاد صادق آتا ہے:

﴿ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴾ [مریم: ٥٩]

’’پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز ضائع کر دی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے، پس وہ عنقریب ’’غیّ‘‘ (جہنم کی ایک وادی) میں ڈالے جائیں گے۔‘‘

حبِ دنیا کی ہلاکت خیزیاں:

انھیں اس ہلاکت و بربادی میں ڈالنے والی چیز حبِ دنیا کی طغیانی کے سوا اور کوئی نہیں ہے، یہاں تک کہ انھوں نے آخرت پر بھی دنیا ہی کو ترجیح دی اور یہ ایسی بیماری ہے جس کے نتیجے میں عہدِ حاضر میں امتِ اسلامیہ ضُعف و کمزوری، ذلت و رسوائی، اختلاف وانتشار اور تنازعات میں مبتلا ہوگئی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ مسلمانوں کے کتنے معاملے ایسے ہیں کہ ان میں فیصلہ صادر کرنے والے دشمنانِ دین کفار ہیں، وہ اِن کی دولت خوب سمیٹ رہے ہیں۔ بعض ملکوں پر تو گویا قبضہ جمائے بیٹھے ہیں، بعض مسلمان ملکوں کے عوام کو طرح طرح کے عذاب دے رہے ہیں اور بے قصور نہتے لوگوں کو چکی کے دو پاٹوں میں پیس رہے ہیں۔

موجودہ صورتِ حال پر نبی اکرم ﷺ کا وہ ارشاد پوری طرح صادق آتا ہے جس میں آپ ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ جب میری امت کے افراد دنیا جمع کرنے کی دوڑ میں لگ جائیں گے اور اس دنیا میں اپنا دل لگا لیں گے، دین کے ساتھ ان کا تعلق و رابطہ نہایت کمزور پڑ جائے گا اور یہ لوگ اپنے آپ کو دنیا کے کاموں میں اتنا مصروف کر لیں گے کہ دینی حلقوں اور درسوں میں جانے کے لیے ان کے پاس وقت نہیں ہوگا، حتیٰ کہ جہاد فی سبیل اللہ کو ترک کر بیٹھیں گے تو ان کا یہی حال ہوگا جو آج ہے۔

کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ ’’وفا ہ نہ ہو جن کو اپنے رب سے، وہ کسی سے کیا وفا کریں گے؟‘‘

اللہ کے بندو! غفلت پر ضد اور اللہ سے اعراض و بے رخی پر اصرار کریں نہ آخرت کی نعمتوں کے بدلے میں دنیا کی عیش وعشرت کو ترجیح دیں۔ اللہ تعالیٰ نے غافلوں کو سخت تنبیہ کی ہے اور ان متقین کو سراہا ہے جو نفسانی خواہشات کی تسکین کے بجائے روزِ آخرت کے لیے عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک کی مثال اور ان کی سزا و جزا کا تذکرہ کرتے ہوئے سورۃ النازعات (آیت ۳۷ تا ۴۱) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ﴾

''تو جس (شخص) نے سرکشی کی (ہوگی) اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی (ہوگی) اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور ہاں جو شخص اپنے رب کے سامنے (جوابدہی کے لیے) کھڑے ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو (بُری) خواہشات سے روک لیا تو اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے۔''

اللہ کے بندو! شیطان کے دھوکے سے بچنے کی کوشش کریں، کیونکہ یہ پرانا دشمن ہے جو ہر زمانے اور علاقے میں نیا لباس زیب تن کیے ظاہر ہو جاتا ہے۔

اللہ والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴾ [الفاطر: ٦]

''یاد رکھو! شیطان تمھارا دشمن ہے، تم اسے دشمن ہی سمجھو، وہ تو اپنے گروہ کو صرف اسی لیے بلاتا ہے، تاکہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں۔''

مزید فرمایا:

﴿ فَلَا تَغُرَّنَّکُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴾ [الفاطر: ٥]

''تمھیں دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ دھوکے باز (شیطان) تمھیں دھوکے میں ڈالے۔''

لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت فکرِ آخرت سے غافل ہے اور انھوں نے دنیا ہی کو اپنا سب کچھ سمجھ رکھا ہے اور موت کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ سورۃ الانبیاء (آیت:۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾

''لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت میں (پڑے اس سے) منہ پھیر رہے ہیں۔''

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمھیں موت نہ آئے مگر اس حالت میں کہ تم مسلمان ہو۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن پر غفلت غالب آ چکی ہے، شیطان اپنا تسلّط جما چکا ہے اور انھیں اللہ کے ذکر اور دارِ آخرت سے غافل کر دیا ہے، باطل خواہشات نے انھیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ جھوٹی امیدوں کا فسوں ان کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے اور ان کی حالت یہ ہو چکی ہے کہ انھیں دنیوی عیش ولذت اور شہوانی جذبات کی تسکین کے سوا اور کوئی فکر ہی نہیں رہ گئی، یہ جیسے بھی حاصل ہو اور جہاں سے بھی حاصل ہو، اس کی انھیں کوئی پروا نہیں ہے۔ اگر ان کے سامنے دنیوی مال ومنال آ جائے تو وہ اس پر اللہ کی رضا وخوشنودی اور اجر وثواب کو ترجیح نہیں دیتے، ایسے لوگوں کے بارے میں سورۃ الروم (آیت:۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ﴾

''وہ تو (صرف) دنیوی زندگی کے ظاہر ہی کو جانتے ہیں اور آخرت سے تو بالکل بے خبر ہیں۔''

یعنی اکثر لوگوں کو دنیوی معاملات کا خوب علم ہے، چنانچہ وہ ان میں تو اپنی چابک

دستی اور مہارتِ فن کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کا فائدہ عارضی اور چند روزہ ہے، لیکن آخرت کے معاملات سے یہ غافل ہیں جس کا نفع مستقل اور پائیدار ہے، یعنی دنیا کے امور کو خوب پہچانتے ہیں اور دین سے بالکل بے خبر ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ گھڑی اپنے ذہن میں رکھو جب اس دنیائے فانی سے رخصت ہو کر حیاتِ جاودانی کی طرف سفر اختیار کرنا ہے اور پھر وہاں یا تو جنت نشین ہوں گے یا جہنم رسید، اس دن کے لیے پوری تیاری اور زادِ راہ جمع کر کے رکھو۔ اس دن جو شخص جہنم سے دور کر دیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ کامیاب ہوگیا۔ یہ دنیا کی زندگی سامانِ فریب ہے جو اس سے دامن بچا کر نکل گیا وہ خوش نصیب ہے اور جو اس اس کے دامِ فریب میں پھنس گیا، وہ ناکام ونا مراد ہوا۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران (آیت: ۱۸۵) میں فرمانِ الٰہی ہے۔

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾

''اور یہ دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔''

امام قتادہ رحمہ اللہ اس ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ سامانِ دنیا ہے، جسے چھوڑ دیا جائے گا، اس ذاتِ گرامی کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں! قریب ہے یہ دنیا، دنیا والوں سے روٹھ جائے، لہٰذا جس قدر ممکن ہو، دنیا کے اس سامان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں خرچ کر دو۔[1]

یہ دنیا گھٹیا اور فانی ہے جو قلیل اور زوال پذیر ہو جانے والی ہے، جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ (آیت: ۱۶، ۱۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٦ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾

'' مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور بقا والی ہے۔''

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم (٣/ ٨٣٣)

سورۃ القصص (آیت: ٦٠) میں فرمایا:

﴿ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَمَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ﴾

''اور جو چیز تم کو دی گئی ہے، وہ دنیا کی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہ بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

اس لیے عقل مند لوگ فانی چیزوں کو باقی رہنے والی اشیا پر ترجیح نہیں دیتے۔

حدیثِ رسول ﷺ میں ہے:

''دنیا آخرت کے مقابلے میں اس طرح ہے جیسے کوئی اپنی انگلی کو سمندر میں ڈبو لے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ سمندر کے پانی میں کس قدر کمی آئی ہے۔''[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے زمین پر ایک مربع بنایا، اس کے درمیان میں ایک لکیر کھینچی جو مربع سے باہر نکل گئی اور اس لکیر کے بازو پر جہاں سے شروع ہوئی تھی، چھوٹی چھوٹی لکیریں کھینچیں، پھر فرمایا: ''مربع کے اندر آدمی ہے اور مربع اس کی موت ہے جو چاروں طرف سے اس کو گھیرے ہوئے ہے اور لمبی لکیر جو مربع سے باہر نکل گئی ہے، آدمی کی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں اور یہ چھوٹی چھوٹی لکیریں مصائب اور آفات ہیں، اگر ایک آفت سے بچ گیا تو دوسری نے آدبایا اور اگر اس سے بھی بچ گیا تو تیسری نے دبوچ لیا۔''[2]

مفسرِ قرآن امام مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر روز دن کہتا ہے: اے ابنِ آدم! آج تو میں تم پر داخل ہوا ہوں لیکن میں آج کے بعد کبھی تم پر داخل نہیں ہوسکتا، کیونکہ جب یہ دن گزر جاتا ہے تو اسے لپیٹ دیا جاتا ہے اور اس پر مہر لگا دی جاتی ہے، جسے کوئی توڑ نہیں سکتا اور اللہ تعالیٰ اس دن کا فیصلہ قیامت کے دن فرمائے گا۔ اس دن ہر کسی کے ساتھ

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٥٨)

[2] شعب الإيمان للبيهقي (٧/ ٣٦٥) مسند أحمد (١/ ٢٨٥)

عدل و انصاف کیا جائے گا، ہر چھوٹی بڑی نیکی اور برائی کی جزا و سزا دی جائے گی۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس کی زندگی میں جو دن آئے اس کو غنیمت سمجھے، اللہ کی عبادت اور اپنے فرائض کا خیال رکھے۔ آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحت دی ہے اور وقت بھی ہمارے پاس ہے، یہ وقت ہی انسان کا اصل سرمایہ ہے، ان دونوں چیزوں کو غنیمت سمجھ کر جنت کا راستہ تلاش کرنے میں صرف کریں۔ اگر اس وقتِ غنیمت کو دنیا حاصل کرنے میں ضائع کردیا تو پھر قرآنِ کریم کی ان آیات پر غور کریں جن میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴾

[یونس: ۷، ۸]

”جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں، وہ دنیا کی زندگی سے خوش اور اُسی پر مطمئن ہو بیٹھے اور ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے، ایسے لوگوں کی زندگی کا مقصد صرف دنیا ہے۔“

یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ اس عارضی زندگی ہی کو اصل زندگی سمجھتے ہوئے اسی میں لطف اندوز ہوتے رہنے اور موت سے پہلے اس کی لذتوں سے فائدہ اٹھانے کو غنیمت سمجھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جو لوگ اس دنیا کی زندگی کو نہیں بلکہ جو موت کے بعد کی زندگی ہے اس کا اعتراف اور وہاں کے ثواب وعقاب کا اقرار کرتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کے دوست ہوتے ہیں، ان کا ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے اور وہ اپنی آخرت کی زندگی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورت یونس (آیت: ۶۲) میں ان الفاظ سے فرمایا ہے:

﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾

”یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔“

”خَوْفٌ“ کا تعلق مستقبل سے ہے اور ”یَحْزَنُوْنَ“، غم کا ماضی سے متعلق ہے،

مطلب یہ ہے کہ انھوں نے زندگی خدا خوفی کے ساتھ گزاری ہوتی ہے، اس لیے قیامت کی ہولنا کیوں کا اتنا خوف ان پر نہیں ہوگا، جس طرح دوسروں کو ہوگا، بلکہ وہ اپنے ایمان وتقوے کی وجہ سے اللہ کی رحمت و فضلِ خاص کے امیدوار اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنے والے ہوں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کا ذکر فرما رہا ہے کہ یہ وہ سچے اور مخلص مومن ہیں، جنھوں نے اللہ کی اطاعت کی اور معاصی سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیا، پھر آیت (٦٣) میں اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف ان الفاظ سے بیان فرمائی:

﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾

''یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔''

ایمان و تقویٰ ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کی بنیاد اور اہم ترین ذریعہ ہے۔ اسی سورت (آیت: ٦٤) میں اللہ تعالیٰ کامیابی حاصل کرنے والوں کا ذکر فرما رہے ہیں:

﴿ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ﴾

''ان کے لیے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔''

اس طرح دنیا میں وہ جو کچھ چھوڑ گئے ہوں گے یا دنیا کی جو لذتیں انھیں حاصل نہ ہوسکی ہوں گی، ان پر انھیں کوئی حزن وملال نہیں ہوگا۔ ایک دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ دنیا میں جو مطلوبہ چیزیں انھیں نہ ملیں، ان پر وہ غم وحزن کا مظاہر نہیں کرتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر ہے، جس سے ان کے دلوں میں کوئی کدورت پیدا نہیں ہوتی، بلکہ ان کے دل قضائے الٰہی پر مسرور و مطمئن رہتے ہیں۔ نیک لوگ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے دنیا سے اتنا ہی لیتے ہیں، جتنا ایک مسافر اپنا توشۂ سفر لے کر بے ضرورت چیزوں کو چھوڑ دیتا ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مجھے دنیا سے کیا سروکار، میری حیثیت تو دنیا میں محض اس سوار کی مانند ہے جس نے کسی درخت کے نیچے سایہ لیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل دیا ہو۔''[1]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٧٧)

نبی اکرم ﷺ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو وصیت فرماتے ہیں:

''تم دنیا میں ایک مسافر یا راستہ پار کرنے والے آدمی کی طرح زندگی گزارو۔''

اللہ اکبر! وہ لوگ کامیابیاں اور کامرانیاں پا گئے اور ایک ہم ہیں جن کے شب و روز دنیا کی فکر میں لگے ہیں، جو محض ایک دھوکے کا سامان ہے اور ہمیں اپنی ظاہری خوبصورتی سے دنیا دھوکے میں مبتلا کر رہی ہے لیکن پھر بھی ہم اس کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور آخرت کے بارے میں ہم نے کبھی سوچا ہی نہیں، جبکہ دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک انتہائی حقیر اور بے قدر چیز ہے، دنیا کی محبت بندے کو آخرت میں بالضرور نقصان پہنچاتی ہے، بالکل اسی طرح جس طرح آخرت کی محبت دنیا کو نقصان وضرر پہنچاتی ہے۔

ایک اور وجہ یہ ہے کہ دنیا کی محبت بندے کی ایک عظیم فکر اور اس کی توجہ کا مرکز بن جاتی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کی فکر کا محور آخرت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں تونگری و مالداری پیدا فرما دیتے ہیں، اس کے شیرازے کو یکجا فرما دیتے ہیں جو دنیا کی فکر میں بکھر جاتا ہے اور اس کے پاس دنیا ناک رگڑ کر حاضر ہوتی ہے، لیکن جس کا مرکزِ فکر دنیا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فقر وضرورت کو اس کی آنکھوں کے سامنے کر دیتے ہیں، اس کے شیرازے کو بکھیر دیتے ہیں اور دنیا بھی اس کو اتنی ہی ملتی ہے جس قدر اس کے لیے مقدر ہے۔''

یعنی جتنی اس کے نصیب میں اللہ رب العزت نے لکھی ہوتی ہے۔

امام یونس بن عبد الاعلیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میں دنیا کی مثال ایسے شخص سے دیتا ہوں جو اپنی نیند کی حالت میں ایسی چیزوں کو دیکھ رہا ہے جو اسے ناگوار بھی گزر رہی ہوں اور پسند بھی ہوں، پس اسی اثنا میں اس کی نیند کھل جاتی ہو۔''

دنیا سائے سے مشابہت میں بہت قریب ہے، تو پھر کیوں آپ اس سائے کو ایک پائیدار حقیقت سمجھتے ہیں جبکہ یہ برابر سکڑتا اور کم ہوتا رہتا ہے۔ آپ اگر اس کے پیچھے اسے پکڑنے کے لیے چلتے ہیں تو وہ پکڑا نہیں جاتا، بلکہ ہم اس کی پکڑ میں آجاتے ہیں۔

دنیا کی مشابہت ایک ایسی بوڑھی، بدشکل اور بے وفا عورت سے بھی دی گئی ہے جو اپنی منگنی کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے اور میک اپ کے ذریعے اپنے چہرے کے عیبوں کو چھپا دیتی ہے، اس کی ظاہری شکل کو دیکھ کر ایک شخص دھوکا کھا جاتا ہے، پھر اس سے نکاح کرنے کی درخواست کرتا ہے اور وہ عورت اس سے نکاح کر لیتی ہے، مگر اس نے جس وقت اس کے چہرے سے نقاب کو اٹھایا تو اس نے ایک مصیبت اور آفت کا مشاہدہ کیا۔ بعض نے اسے اسی وقت طلاق دے کر راحت حاصل کر لی اور بعض نے مقام کی نزاکت سے اسے اختیار کر لیا اور اس کی شبِ زفاف شور و ہنگامے کے ساتھ گزری۔

بخدا یہ دنیا ایسی ہی ہے، اس کے شکار میں جو لوگ اُڑے، ان میں سے جتنے لوگ واپس ہوئے، سب کے بازو شکستہ تھے اور جو اس کے جال میں پھنس گئے، ان سب کو اس دنیا نے ذبح کرنے کے لیے تیار کر دیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نہایت ہی سادہ مزاج تھے اور فقر و درویشی میں زندگی گزارتے تھے اور شان و شوکت سے گریز کرتے تھے۔ امارت کی ذمہ داری نے بھی ان کے مزاج میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ ان کے پاس طاقت تھی، اختیار تھا، دنیا کی بڑی بڑی حکومتیں ان کے سامنے سرنگوں ہو چکی تھیں۔ ہر آدمی ان کی آنکھ کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار تھا، لیکن اس طاقت اور اختیار کو انھوں نے کبھی اپنی ذات کے لیے استعمال نہیں کیا۔ ایک بار عید سے چند دن پہلے کسی نے ان کے کپڑوں میں پیوند دیکھے تو کہا:

''امیر المومنین، آپ دو درہم میں نیا جوڑا کیوں نہیں خرید لیتے؟''

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا:

’’مجھے شرم آتی ہے کہ میں نئے کپڑے پہنوں اور کوفے میں ہزاروں آدمیوں نے پرانے کپڑے پہن رکھے ہوں۔‘‘

اللہ اکبر! یہ تھے خلیفۃ المسلمین۔ انہی کے متعلق ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار اسدی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کریں۔ انھوں نے کہا: اللہ گواہ ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روتے ہوئے یہ کہتے سنا ہے:

’’ارے دنیا! تو مجھے رجھانے آئی ہے، دور رہو، دور ہو جا، میرے علاوہ کسی اور کو دھوکا دے، میں نے تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں، اب تیری طرف رجوع کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔‘‘

آگے فرماتے ہیں: ’’تیری عمر تھوڑی ہے، تیرا عیش حقیر ہے، تیرے خطرات بڑے ہیں۔ ہائے زادِ راہ کی کمی، سفر کی دوری اور راستے کی وحشت انگیزی!!‘‘

یہ بیان سن کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور حاضرینِ مجلس بھی رونے لگے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ’’اللہ ابو الحسن رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے، اللہ کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔‘‘

اصحابِ رسول ﷺ کی نظر میں دنیا کی حیثیت:

① حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب قیامت کے ہولناک مناظر سے دل لرزتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا خیال آتا ہے تو طبیعت بے چین اور دل غمگین ہو جاتا ہے۔ کیا معلوم جنت کی طرف جانا ہے یا دوزخ کا سامنا کرنا ہے؟ دنیا دار پر حیرانی ہے کہ موت اس کے پیچھے لگی ہے اور وہ اسے بھلا کر دنیا کی امیدوں اور آرزؤں میں مگن ہے۔ معلوم نہیں کہ اللہ اس سے راضی ہے یا ناراض، لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ پھر بھی وہ قہقہے لگا رہا ہے۔‘‘

② حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہنستے بھی تھے؟ انھوں نے جواب میں فرمایا: ''ہاں، وہ ہنستے بھی تھے، مگر ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط تھا۔'' یعنی وہ اللہ سے بے خوف ہو کر نہیں ہنستے تھے۔

③ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نہایت عمدہ لباس پہنتے۔ خوشبو اس طرح استعمال کرتے کہ جدھر سے گزرتے راستہ معطر ہو جاتا۔ خوش وضع، خوش شکل، خوش کردار اور خوش گفتار تھے۔ اسلام لانے کے بعد آزمایش کا دور شروع ہوا۔ ایک دن مدینہ منورہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جسم پر کوئی کپڑا نہ تھا، ایک کھال سے ستر پوشی کی ہوئی تھی، جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ جسم کی کھال موٹی اور کھردری ہوگئی تھی۔ یہ ایک کپکپا دینے والا منظر تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راہِ حق کے مسافر کو اس حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:

''چند سال پہلے میں نے اس نوجوان کو دیکھا تھا کہ سارے مکے میں اس سے بڑھ کر ناز ونعمت کا پروردہ، خوش رو، خوش لباس اور آسودہ حال کوئی نہ تھا، لیکن آج اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر اس نے اپنے تمام عیش و آرام کو قربان کردیا ہے اور حسنات کے شغف نے اسے دنیوی لذات اور اسبابِ راحت سے بے نیاز کردیا ہے۔''

پھر یہ صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازے پر کھڑے ہوئے اور پھر قرآن کریم کی سورۃ احزاب (آیت: ۲۳) کی تلاوت فرمائی:

﴿مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴾

''مومنوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا تھا اسے

سچ کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور ان میں بعض موقع کے منتظر ہیں، انھوں نے اپنے عہد و پیمان میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔''

پھر فرمایا:

''میں نے مکے میں تم جیسا کوئی خوش پوش اور حسین نہیں دیکھا، مگر آج تمھارے بال گرد آلود ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گے۔''

قرآنِ کریم کی یہ آیت بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنھوں نے اس موقع پر جان نثاری کے عجیب وغریب جوہر دکھائے تھے، انھی میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں جو جنگِ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے، لیکن انھوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اب آیندہ کوئی معرکہ پیش آیا تو جہاد میں ہم بھر پور حصہ لیں گے۔ جیسے حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ وغیرہ جو بالآخر لڑتے ہوئے جنگِ اُحد میں شہید ہوئے۔ ان کے جسم پر تلوار، نیزے اور تیر وں کے اَسّی (۸۰) سے زیادہ اوپر زخم تھے۔ شہادت کے بعد ان کی ہمشیرہ نے ان کی انگلی کے پورے سے انھیں پہچانا تھا۔[1]

اس آیتِ کریمہ میں جو لفظ ﴿نَحْبَهٗ﴾ آیا ہے اس کے معنی: عہد، نذر اور موت کے کیے گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان صادقین میں سے کچھ نے تو اپنا عہد یا نذر پوری کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر لیا ہے اور دوسرے وہ ہیں جو شہادت کی سعادت کے آرزو مند ہیں اور انھوں نے اپنی اس نذر یا عہد میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ کسی نے سچ ہی کہا ہے:

راہِ وفا میں ہر سو کانٹے، دھوپ زیادہ سائے کم
لیکن اس کے چلنے والے خوش رہے پچھتائے کم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل میں خوفِ دنیا:

سعد اپنے والد ابراہیم سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٠٥) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٢٠١)

روزے سے تھے، افطار کے وقت ان کے سامنے کھانا لایا گیا تو فرمانے لگے:

''مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، وہ مجھ سے بہتر تھے، انھیں صرف ایک چادر میں کفنایا گیا، اگر سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے اور پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر کھلا رہ جاتا تھا۔ میں اس وقت اسے دیکھ رہا تھا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے، وہ بھی مجھ سے بہتر تھے۔ پھر ہمارے لیے دنیا فراخ کر دی گئی یا دنیا کے مال سے ہمیں نوازا گیا۔ مجھے خوف ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں نہ دے دیا گیا ہو۔''

یہ کہہ کر انھوں نے رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ کھانا بھی نہ کھایا۔

یہ کون ہیں جن کو آخرت کی فکر ہے؟ یہ اللہ کے نیک بندے اور اس کے ولی ہیں جن کو دنیا حقیر لگتی ہے تو کیوں نہ ہم بھی اس دھوکے باز دنیا کو چھوڑ کر ایک ایسی منزل کی طرف چلیں جو دنیا اور آخرت کے لیے کامیابی ہے اور وہ ہے توبہ، کیونکہ موت تک اس سے وابستگی رہتی ہے، اگر بندہ ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف سفر کرتا ہے تو توبہ بھی اس کی رفیقِ سفر ہوتی ہے اور اس کے ساتھ قیام کرتی ہے، بس توبہ بندہ مومن کے لیے آغاز بھی ہے اور انتہا بھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَتُوبُوٓا إِلَى ٱللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ ٱلْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [النور: ۳۱]

''اور مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔''

اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی یہ آیتِ شریفہ مدینہ منورہ کی سورتوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں اپنی مخلوق میں سب سے افضل و بہتر مخلوق سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اپنے ایمان، اپنے صبر، اپنی ہجرت اور اپنے جہاد وغیرہ کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور تمام مومنین کی کامیابی و فلاح کو توبہ پر موقوف و منحصر فرمایا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرما دی کہ جب تم لوگ فائز المرامی کی

امید پر توبہ کرو گے تو تم فلاح پا جاؤ گے، کیونکہ فلاح کی امید صرف تائب لوگ ہی کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی تائبین میں سے بنا دے۔ آمین، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرما رہا ہے:

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴾ [الحجرات: ١١]

''اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔''

صحیحین میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

''لوگو! اللہ سے توبہ کیا کرو، اللہ کی قسم! میں دن میں ستر (٧٠) مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔''[1]

نیز نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَذَهَبَ اللّٰهُ بِكُمْ وَ لَجَآءَ بِقَوْمٍ يُذْنِبُوْنَ ثُمَّ يَسْتَغْفِرُوْنَ فَيَغْفِرُ لَهُمْ))

''اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں ختم کر کے ایسی قوم کو پیدا فرمائے گا، جو گناہ کرے گی پھر اپنے گناہوں کی معافی طلب کرے اور اللہ اس کی مغفرت فرمائے۔''

صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس مسافر آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، [جو اثنائے سفر میں] کسی ایسی غیر آباد اور سنسان زمین پر اتر گیا ہو جو سامانِ حیات سے خالی اور اسبابِ ہلاکت سے بھرپور ہو، اس کے ساتھ بس اس کی سواری اونٹنی ہو اور اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان ہو، پھر وہ آرام کرنے کے لیے بازو پر سر رکھ کر لیٹ جائے اور اسے نیند آ جائے، جب اس کی آنکھ کھلے تو دیکھے کہ اس کی وہ اپنی اونٹنی [پورے سامان سمیت] غائب

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٠٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧٠٢)

ہے اور وہ اس کی تلاش میں نکلے، پھر وہ وہاں آ کر اپنے بازو پر سر رکھ کر لیٹ جائے کہ اپنی اونٹنی سے مایوس ہو چکا ہو، پھر اس کی آنکھ کھلے تو وہ دیکھے کہ اس کی اونٹنی اس کے پاس موجود ہے تو وہ اس کی لگام کو پکڑے اور مارے خوشی کے کہے کہ اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں، تو جتنا خوش یہ مسافر اپنی اونٹنی کے ملنے سے ہوگا، اللہ کی قسم! مومن بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے۔'' [1]

اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے متعلق سورت بقرہ (آیت: ۲۵۷) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

''اللہ ایمان والوں کا مدد گار ہے، ان کو (کفر کے) اندھیرے سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لاتا ہے اور کافروں کے حمایتی طاغوت ہیں وہ ان کو روشنی سے (ایمان کی روشنی جو اللہ تعالیٰ نے ہر آدمی کی فطرت میں رکھی ہے) نکال کر (کفر کے) اندھیرے میں لے جاتے ہیں، یہی لوگ دوزخی ہیں، ہمیشہ اس میں رہیں گے۔''

یہاں آپ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے متعلق کیا فرمایا ہے کہ ایمان والے میرے دوست ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں، انھیں وہ اپنی آسمانی ہدایات کے ذریعے اندھیروں یعنی گمراہی سے نکال کر روشنی و ہدایت کی طرف لے جاتا ہے۔

سورت آل عمران (آیت: ۱۳۳) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣٠٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٦٦، ٢٧٤٤)

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾

''اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو، جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے، یہ پرہیزگاروں کے لیے تیار ہوئی ہے۔''

اس تقوے کے نتائج وفوائد آپ ﷺ نے اس طرح بیان فرمائے:

''سب سے زیادہ جو چیز لوگوں کو جنت میں داخل کرے گی وہ تقویٰ اور خوفِ الٰہی اور حسنِ اخلاق ہے اور جو چیز جہنم میں زیادہ لوگوں کو پہنچائے گی وہ منہ [زبان] اور شرم گاہ (کا غلط استعمال) ہے۔''[1]

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو دوست بنانے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے علاوہ کسی اور کو دوست بناتے ہیں وہ کون لوگ ہیں اور ان کا حشر کیا ہونے والا ہے؟ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم کی سورۃ الکہف (آیت: ۱۰۲) میں اعلان فرما رہا ہے:

﴿ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴾

''کیا یہ کافر یہ سمجھے ہیں کہ مجھ کو چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا حمایتی بنالیں گے؟ ہرگز نہیں، ہم نے تو ان کے لیے دوزخ کی مہمانی تیار کر رکھی ہے۔''

یہاں اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں کے ٹھکانے کے متعلق فرمارہا ہے اور ہم نے تو ان شاء اللہ اپنے خالق ومالک کی نافرمانی سے بچنا ہے۔ ہم اس کی رحمت سے جنت کے امیدوار ہیں اور اس کی نعمت کو پانے کے آرزومند ہیں۔

نفس کی ہر ناجائز خواہش چھوڑ کر صرف اللہ کا ہو جانا:

اگر دل میں جنت کی طلب صادق ہو اور آدمی اپنے آپ کو کسی غلط فہمی یا دھوکے میں مبتلا کر کے نہ بیٹھا ہو تو اس کے لیے جنت کا راستہ بہت واضح ہے کہ نعمتِ ایمان سے

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٤) مسند أحمد (٢/ ٢٩١)

آراستہ ہونے کے بعد عملِ صالح پر جان کھپادے، جیسا کہ سورۃ البقرۃ (آیت: ۸۲) میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

''اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

جس طرح ایمان اور عملِ صالح کے لیے رنگ، نسل، زبان یا وطن کی کوئی نسبت ضروری نہیں، اسی طرح عملِ صالح کرنے والا مرد ہو یا عورت، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، سب کی محنت اللہ تعالیٰ کے ہاں یکساں محفوظ ہے، جیسا کہ سورۃ النساء (آیت: ۱۲۴) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴾

''اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ وہ مومن ہو، تو ایسے ہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ برابر حق تلفی نہ ہونے پائے گی۔''

یہی بات سورۃ المومن (آیت: ۴۰) میں بھی دہرائی ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾

''جو کوئی بُرا کام کرے گا، اس کو ویسا ہی بدلہ ملے گا اور جو کوئی مرد یا عورت اچھا کام کرے ایمان کے ساتھ تو ایسے ہی لوگ بہشت میں جائیں گے، وہاں بے حساب روزی پائیں گے۔''

عملِ صالح:

عملِ صالح پر کار بند رہنے کے لیے دو ہی اصول ہیں: ① دل میں اللہ کا خوف ہو ② اور نفس کو ناجائز خواہشات سے لگام دے دی جائے، یہی راستہ جنت کی طرف لے جاتا ہے، جیسا کہ سورۃ النازعات (آیت: ۴۰، ۴۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾

''اور جس نے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف کیا تھا اور نفس کو بری خواہشات سے باز رکھا تھا تو جنت اس کا ٹھکانا ہوگی۔''

لہٰذا انسان کو ہر وقت اپنے رب سے ڈرتے رہنا چاہیے، اپنے نفس کو نیکی کے کاموں پر پابند کرنے کی کوشش کرنی چاہیے کیونکہ کوئی انسان نہیں جانتا کہ اس کی زندگی کی شام کب اور کہاں ہو جائے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت کے زمانے میں مرض کے زمانے کے لیے توشہ لے لے (جو اعمال صحت میں کرتا ہوگا مرض میں ان کا ثواب ملتا رہے گا) اور اپنی زندگی میں موت کے لیے توشہ لے لے۔''[1]

اس بات کو ہم مانتے ہیں کہ آخرت دنیا سے افضل ہے مگر دنیا کا مال جمع کرنے کی فکر میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور آخرت کو بھول جاتے ہیں۔ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ موت یقینی چیز ہے جو آ کر رہے گی، مگر اعمال ہم ایسے کرتے ہیں جیسے ہمیں کبھی مرنا ہی نہ ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''لذتوں کو توڑنے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤١٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٣٣)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٠٧)

اس لیے کہ موت کو کثرت سے یاد رکھنا دنیا سے بے رغبتی پیدا ہونے کا سبب ہے جو اصل مقصود ہے اور آخرت کے لیے ذخیرہ جمع کرنے میں مدد گار و معاون اور گناہوں سے توبہ کرتے رہنے کی ترغیب کا باعث بھی ہے۔ سمجھ دار وہ ہے جو موت کو کثرت سے یاد کرنے والا اور اس کے آنے سے پہلے پہلے اس کے لیے بہترین تیاری کرنے والا ہو۔ آخرت کی تیاری کرنے والے کا تین چیزوں سے احترام و اکرام کیا جاتا ہے:

① اسے توبہ جلدی نصیب ہوتی ہے اور وہ موت کو یاد کرتے ہوئے تقوے کے قریب ہو جاتا ہے۔
② اسے قناعت کی دولت ملتی ہے اور تھوڑے مال پر قناعت میسر ہوتی ہے۔
③ اسے عبادت میں خوشی اور دل کا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

اس کے برعکس جو موت سے غافل رہتا ہے، اس پر تین عذاب مسلط کیے جاتے ہیں:

① گناہوں سے توبہ میں تاخیر ہوتی رہتی ہے۔
② اپنی آمدنی پر راضی نہیں ہوتا، اس کو کم ہی سمجھتا رہتا ہے، چاہے وہ کتنی ہی بڑھ جائے۔
③ عبادات میں سستی پیدا ہوتی ہے۔

ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ (آیت: ۸) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ ﴾

”(اے میرے نبی!) کہہ دیجیے: بے شک موت جس سے تم فرار ہوتے ہو، وہ تو یقیناً تمھیں ملنے والی ہے۔“

موت ہر شخص کو پیش آنے والی ہے، اس کے وقت کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ قبر کے کیڑوں کا ہمیں ساتھی بننا ہے، منکر نکیر سے سابقہ پڑنا ہے، زمین کے نیچے مدتوں رہنا ہے، قیامت کا سخت منظر دیکھنا ہے، پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ ٹھکانا جنت ہے یا جہنم۔ موت کا کسی کو کوئی پتا نہیں کہ کب اور کہاں آئے گی؟ یہ خبریں ہم سنتے رہتے ہیں اور اپنی آنکھوں سے دفن ہوتے بھی دیکھتے ہیں، لیکن پھر بھی یقین نہیں۔

دفن خود صدیا کیے زیر زمین	پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقین
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں	کچھ تو عبرت چاہیے نفسِ لعین
مال و دولت کا بڑھنا ہے عبث	زائد از حاجت کمانا ہے عبث
دل کا دنیا میں لگانا ہے عبث	رہ گزر کو گھر بنانا ہے عبث
حسنِ ظاہر پر اگر تو جائے گا	عالمِ فانی سے دھوکا کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا	رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	کرے جو کرنا ہے آخر موت ہے
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں	بحر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
رہ گزر دنیا ہے، یہ بستی نہیں	جائے عیش وعشرت و مستی نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	کر لے جو کرنا آخر موت ہے

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی زندگی کو دھوکے کا سامان قرار دیا ہے۔ واقعی ہی یہ دنیا بڑی ظالم ہے، انسان کو طرح طرح سے اپنی دلچسپیوں کے نرغے میں گھیر رکھتی ہے۔ دنیا والو! دنیا کی زندگی، اس کی دلکشی اور زیب وزینت سے دھوکا نہ کھاؤ۔ یہ دنیا وہ خوبصورت حسینہ ہے جس کے کروڑوں شوہر ہیں۔ اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ دیکھو! جن لوگوں نے دنیا بھر کی دولت سمیٹ رکھی تھی، وہ یہاں سے کافور اور کفن کے علاوہ کچھ نہیں لے کر گئے۔ یہاں کتنے آئے کتنے چلے گئے، مگر اے انسان! تجھ کو عبرت نہ ہوئی۔ یہاں جو بھی آیا ہے، کوچ کرنے کے لیے ہی آیا ہے، آخرت کی فکر کر اور عملِ صالح سے اپنی مدد کر۔

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ	آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیر حق سے قلب کو بیزار رکھ	موت کا ہر وقت استحضار رکھ
آخر موت ہے	کر لے جو کرنا ہے
دار فانی کی سجاوٹ پر نہ جا	نیکیوں سے آخرت کا گھر سجا

جیسا کہ سورۃ اعلیٰ (آیت: ۱۷) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ﴾ ''حالانکہ آخرت بہت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔''

قرآنِ کریم اور نبی اکرم ﷺ کے فرمان سے جو دعوت دی گئی ہے کہ اے فانی لذتوں پر مرنے والے انسان! اپنا مرتبہ پہچان، تجھے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی بندگی کے لیے بنایا ہے، تو غیر کا متوالا نہ بن، فائدے کی بات تو یہی ہے کہ انسان فی الواقع اللہ تعالیٰ کا مکمل غلام بن جائے اور اپنا تن، من، دھن اللہ تعالیٰ کے حوالے کردے۔ جب، جہاں اور جو اللہ حکم دے، بندہ خوش دلی سے اسے بجا لائے اور بندے کا حق بھی یہی ہے کہ وہ صرف اپنے اللہ رب العزت سے پیار کرے، اسی کا ہو جائے۔ ہر آن، ہر گھڑی نیکی کی شمعیں روشن کرتے رہو تا کہ جب موت آئے تو تیرا دامن اعمالِ صالحہ سے مالا مال ہو اور ربِ کریم تجھ سے خوش ہو کر تجھے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ یہی سعادت ہے، یہی نجات ہے اور یہی جنت کی راہ ہے، جس کا ذکر سورۃ ہود (آیت: ۲۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

''رہے وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے اور اپنے رب ہی کے ہو کر رہے تو یقیناً وہ جنتی لوگ ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔''

جو بھی مسلمان کتاب اللہ اور نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق اخلاصِ دل سے کوئی عمل کرے گا، اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اسے ابدی عزت وعظمت کا تاج پہنا دے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمارے دلوں میں حقیقی ایمان پیدا کر دے، اتباعِ سنت کو ہماری زندگی کا حصہ بنا دے، ہمیں دنیا کی چمک دمک سے محفوظ رکھے، ہمیں دنیا میں باعزت و بامراد رکھے اور آخرت میں ہم کامیاب و کامران ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر رہے اور ہمیں ہر موقع پر صراطِ مستقیم پر قائم رکھے۔ آمین

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الْغَفُوْرُ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنَّ لَّا اِلٰہ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْكَ

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. تزکیۃ النفوس۔ علامہ ابن رجب حنبلی، امام ابن قیم الجوزیۃ، الامام الغزالی رحمہم اللہ۔
ترجمہ: مولانا محبوب احمد قمر الزمان
4. خطباتِ حرمین۔ (جلد اول) ترجمہ: فضیلۃ الشیخ ابو عدنان مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
5. جنت کی راہ۔ تالیف: مولانا ابو عبد الرحمٰن شبیر بن نور
6. دنیا کے اے مسافر۔ تالیف: محترمہ ام منیب

ذکرِ موت، فکرِ آخرت اور قبر

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴾ [العنکبوت: ٥٧]

''ہر متنفّس موت کا مزہ چکھنے والا ہے، پھر تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔''

اس کائنات کا ایک خالق ہے، اُسی نے تمام چیزوں کو بنایا ہے۔ جس طرح اس نے مخلوقات کو زندگی عطا کی ہے، اسی طرح ان کے لیے موت بھی مقرر کر دی۔ ہر موت ہمیں بتاتی ہے کہ ہم اپنے نفس کے مالک نہیں ہیں۔ ہماری زندگی محض عارضی زندگی ہے۔

اسلام نے اس بارے میں ایک سیدھی سادی قدرتی راہ اختیار کی اور بنی نوع انسان کے آگے عالمِ آخرت کی حقیقت نمایاں کر دی۔ اسلام نے بڑی وضاحت سے بتا دیا ہے کہ کارخانۂ ہستی کا حدود اربعہ صرف یہی عالمِ رنگ و بو نہیں ہے جو تمھارے چاروں طرف پھیلا ہوا ہے۔ میدانوں، کھلیانوں، سمندروں، دریاؤں، پہاڑوں، آبشاروں، بادلوں، آسمانوں کی نیلگوں فضا اور ستاروں کے آگے بھی زمان و مکان کا ایک لا متناہی سلسلۂ کائنات موجود ہے اور اسے تم اسی وقت دیکھ سکو گے جب موت کا سرد ہاتھ تمھاری شمعِ زندگی گل کر دے گا۔ جونہی تمھاری آنکھیں بند ہوں گی مشاہدے کی موجودہ دنیا اوجھل ہو جائے گی اور عالمِ غیب کی وہ زندگی صاف دکھائی دینے لگے گی جو ابدی اور لافانی ہے۔ تم قبروں سے اٹھائے جاؤ گے، حشر کے میدان میں کھڑے کر دیے جاؤ گے، میزان (ترازو) نصب کر دیا جائے گا۔ تاکہ ہر کسی کو اس کے کیے ہوئے کا برابر بدلہ دیا جائے۔ اگر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو گیا تو تمھیں جنت میں بھیج دیا جائے گا اور اللہ نہ کرے، اگر گناہوں کا پلڑا

بھاری نکلا تو تم جہنم کی غذا بن جاؤ گے۔

سورت آل عمران (آیت: ۳۰) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾

''جس دن ہر شخص، جو بھلائی یا برائی اس نے کی ہے، اپنے سامنے موجود پائے گا (پوری نہ کم نہ زیادہ) آرزو کرے گا: کاش! یہ دن اس سے بہت دور ہوتا اور اللہ تم کو اپنی ذاتِ مقدس سے ڈراتا ہے اور اللہ اپنے بندوں کے ساتھ شفقت رکھتا ہے۔''

لہٰذا ہر شخص اچھی طرح خبردار ہو جائے کہ موت سائے کی طرح ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔ زندگی کا کوئی بھروسا نہیں، جونہی موت پنجہ مارتی ہے، جیتی جاگتی زندگی اچانک بجھ جاتی ہے۔ آدمی اور اس کے اچھے یا بُرے انجام کے درمیان فاصلہ ہی کتنا ہے؟ صرف ایک لمحے کا! موت کا ایک لمحہ جو انسان کو اس کے انجام سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ زندگی محدود۔ دن گنے چنے۔ انجام موت اور قبر کی تاریکی۔ استغفر اللہ اگر آدمی صرف اپنی موت ہی کو یاد رکھے تو وہ کبھی سرکشی نہ کرے، لیکن ہم نے کبھی موت کو یاد ہی نہیں کیا، ہمیں اس وقت پتا چلتا ہے جب فرشتہ اجل سر پر آ کھڑا ہوتا ہے تو دمِ واپسیں انسان سوچتا ہے ساٹھ ستر سال کی زندگی تو بس یونہی آنکھ جھپکنے میں گزر گئی۔ بچپن ابھی کل کی بات ہے، جوانی ایک حسین خواب سے زیادہ کچھ نہیں لگتی۔ کھونے اور پانے کا جدول بنانے کی فرصت ہی نہیں ملی ......اتنی طویل اور اتنی مختصر زندگی... تب انسان حسرت ویاس کی تصویر بنے زبانِ حال سے یہ کہتا ہوا اس دنیا سے رختِ سفر باندھتا ہے ؎

چار دن کی زندگی لائے تھے مانگ کر
دو آرزو میں کٹ گئے، دو انتظار میں

کاش! ہمیں کبھی اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے ہونے والی اموات پر فرشتہ اجل کا پیغام سننے کی فرصت میسر آسکے؟ آہ! یہ زندگی کتنی مختصر ہے...؟

لیکن انسان کہتا ہے: افسوس! میں نے توبہ نہیں کی اور جادۂ خیر کا راہی نہیں بنا۔ میری بے پناہ امنگوں نے اور دنیا کی آسایشوں نے مجھے دھوکے میں مبتلا کیے رکھا۔ میں بھول گیا تھا کہ اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ لیکن صد افسوس کہ میں آخرت کی زندگی کے لیے کوئی آسایشوں کا سامان تیار نہ کر سکا۔ کاش! میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر قیام کیا کرتا۔ دن کو روزے رکھا کرتا۔ میں نے عمر کو یوں ہی گنوا دیا۔ ایک ہی موقع تھا جو میں ضائع کر چکا ہوں...!

آہ! حشر کے دن میں کیا کروں گا؟ جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، پل صراط پر پاؤں پھسل پھسل جائیں گے، جب اعمال کو ترازو میں رکھا جائے گا تو میرا کیا حال ہوگا؟ گناہوں سے بھرا اعمال نامہ جب ہاتھ میں دیا جائے گا تو سوائے حسرت و ندامت کے کیا باقی رہ جائے گا؟ لیکن اس وقت یہ سب یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ لہٰذا انسان کو اس سے پہلے اس زندگی کے لیے اللہ اور اس کی رسول ﷺ کے حکم کی مطابق بہترین تیاری کرنی چاہیے۔ ہمارے لیے بہتر زندگی کا واحد راز یہی ہے کہ ہر آدمی اپنی حد میں رہے۔ یہ حدیں کیا ہیں؟

ان کی معلومات قرآنِ کریم پڑھنے اور سمجھنے سے ملیں گی۔ موجودہ دنیا عمل کی جگہ اور آخرت اپنے عمل کا نتیجہ پانے کی جگہ ہے۔ آخرت کے لیے جو کچھ کرنا ہے، اسی موجودہ دنیا میں کرنا ہے۔ اس کے بعد کیے ہوئے کو بھگتنا ہے۔ موجودہ زندگی کا عرصہ بہت کم ہے۔

آخرت میں ہر شخص وہی فصل کاٹے گا جو اس نے موت سے پہلے اس دنیا میں بوئی تھی۔ موت ہماری زندگی کا خاتمہ نہیں بلکہ ہماری ابدی یعنی ہمیشہ کی زندگی کا آغاز ہے۔ موت صرف جسم کی ہوتی ہے، ہماری روح کی نہیں۔ اس دنیا میں آنے کا نام زندگی اور دنیا سے واپسی کا نام موت ہے۔ اس آنے اور جانے کے درمیان جو مختصر وقت ملا ہے وہ عرصۂ

امتحان ہے، جیسا کہ سورۃ الملک (آیت: ۲) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ﴾

''اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمھاری آزمایش کرے کہ تم میں سے کون اچھے عمل کرتا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔''

یعنی انسان دنیا میں آزمایش اور امتحان میں ہے۔ اس لیے آج اور ابھی نیکی، پاکیزگی، پاکدامنی، دانش مندی، دردمندی، سچائی، سخاوت اور بہادری کے اعمال والی زندگی اختیار کر لی جائے، تا کہ آخرت کے کنارے قیامت کے ہجوم و ہیجان میں رب ذوالجلال کے حضور شرمندہ نہ ہونا پڑے اور ہم دوزخ کے شعلوں سے بچ کر جنت کے محلات میں جانے کے قابل بن جائیں۔

سورت ابراہیم کی (آیت: ۷) میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ﴾

''اگر شکر کرو گے تو میں تمھیں زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو (یاد رکھو کہ) میرا عذاب (بہت) سخت ہے۔''

اگر دنیا میں اللہ نے کسی کو زیادہ مہلت دے دی اور اس کے مرنے تک اس کا مواخذہ نہیں کیا تو قیامت کے دن تو وہ مواخذہ الٰہی سے نہیں بچ سکے گا، جو کافروں کے لیے اتنا ہولناک دن ہوگا کہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ جو ہولناکیاں وہ دیکھیں گے اور جو فکر اور خوف اپنے بارے میں انھیں ہوگا، ان کے پیشِ نظر ان کی آنکھیں ایک لحظے کے لیے بھی پست نہیں ہوں گی اور کثرتِ خوف سے ان کے دل گرے ہوئے اور خالی ہوں گے۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''قیامت کے دن بندے سے جن نعمتوں کے بارے میں سب سے پہلے سوال

کیا جائے گا، وہ یہ ہیں کہ اس سے پوچھا جائے گا: کیا ہم نے تمھیں صحیح سلامت جسم عطا نہیں کیا تھا اور کیا ہم نے تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟''[1]

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''دو نعمتیں ایسی ہیں جن (کا شکر ادا کرنے) کے بارے میں بہت سے لوگ کوتاہی کرتے ہیں اور وہ تندرستی اور فراغت ہیں۔''[2]

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں کا فائدہ اٹھائیں، اپنے وقت کو زیادہ سے زیادہ عبادت میں صرف کریں اور اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''آدم کا بیٹا کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف وہی ہے جو اس نے کھا کر ختم کر دیا یا صدقہ کر کے آگے بھیج دیا ہے، باقی مال اے آدم کے بیٹے! دوسرے لوگوں کے لیے چھوڑ کر جانا ہے۔''[3]

اسی طرح ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''میت کے ساتھ (قبر تک) تین چیزیں جاتی ہیں: دو چیزیں تو واپس آجاتی ہیں جبکہ ایک چیز اسی کے ساتھ رہ جاتی ہے، یعنی گھر والے، اس کا مال اور اس کا عمل اس کے ساتھ (قبر تک) جاتے ہیں، گھر والے اور اس کا مال تو واپس آجاتے ہیں، جبکہ اس کا عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔''[4]

ان احادیث کے بیان کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کو بالکل ترک کر دیا جائے، اسلام میں رہبانیت کا کوئی جواز نہیں، ہمارا مقصد محض یہ ہے جو کسی دانشور کے اس قول میں

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٣٥٨) صحيح ابن حبان (٦/ ٣٦٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤١٢)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٥٨)

[4] صحيح البخاري، باب سكرات الموت، رقم الحديث (٢٩٥٨)

جھلک رہا ہے:

''اپنی دنیا کا کام یہ سمجھ کر کرو جیسے تمھیں یہیں رہنا ہے اور آخرت کے لیے کام یہ سوچ کر کرو کہ کل ہی موت سے ہمکنار ہونا ہے۔''

مختصر یہ کہ آخرت کو بھلا کر محض دنیا ہی کو اپنی تمام تر کاوشوں کا مرکز نہیں بنا لینا چاہیے، آخرت سے غافل ہو کر اسی دنیا کے شب و روز میں الجھ کر رہ جانا ایک مومن کی شان سے بعید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۚ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [العنكبوت: ٦٤]

''اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اور (ہمیشہ کی) زندگی (کا مقام) تو آخرت کا گھر ہے، کاش یہ (لوگ) سمجھتے۔''

اسلام دینِ فطرت ہے۔ یہ مبارک دین ہمیں ایمان کی مضبوطی اور اعمالِ صالحہ کی زندگی بسر کرنے کی تاکید فرماتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ﴾ [القصص: ٧٧]

'' اور جو (مال) تمھیں اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس سے آخرت (کی بھلائی) طلب کیجیے اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھلائیے اور جیسی اللہ نے تم سے بھلائی کی ہے (ویسی) تم بھی (لوگوں سے) بھلائی کرو۔''

یعنی اپنے مال کو ایسی جگہوں پر خرچ کرو جہاں اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے، اس سے تیری دنیا سنورے گی اور وہاں اس کا تجھے اجر وثواب ملے گا۔

دنیا میں جس طرح تجھ پر تیرے رب کا حق ہے، اسی طرح تیرے اپنے نفس کا یعنی کھانا پینا، لباس، گھر، نکاح، بیوی بچوں اور مہمانوں وغیرہ کا بھی حق ہے اور ہر حق والے کا

حق ادا کرو، کیونکہ اللہ نے تجھے مال دے کر تجھ پر احسان کیا ہے، تو مخلوق پر خرچ کر کے ان پر احسان کر۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا ہے:

﴿ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

''اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔''

اس آیتِ کریمہ سے چار چیزوں کا واضح پتا چلتا ہے۔ پہلی یہ کہ موت ایک اٹل حقیقت ہے، دوسری یہ کہ دنیا میں جس نے جو کچھ کیا ہو گا، اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، تیسری اصل کامیابی بتلائی گئی ہے کہ کامیاب وہ ہے جس نے دنیا میں رہ کر اپنے رب کو راضی کر لیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔ چوتھی یہ کہ دنیا کی زندگی سامانِ فریب ہے، جو اس سے (دامن بچا کر) نکل گیا، وہ خوش نصیب اور جو اس کے فریب میں پھنس گیا، وہ ناکام و نامراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر ہو۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے:

''جب شام ہو جائے تو صبح کا اور جب صبح ہو جائے تو شام کا انتظار نہ کرو اور تندرستی میں بیماری کے زمانے کے لیے اچھے اعمال کر لو اور موت سے پہلے زندگی ہی میں اس کی تیاری کر لو۔''[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

''اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر و فاقے کا اندیشہ نہیں، بلکہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ پچھلی قوموں کی طرح تم پر بھی دنیا فراخ کر دی جائے، سو تم اس کے حصول میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرنے لگو گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے کیا تھا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤١٦)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤١٦)

اور وہ تمھیں (اللہ کی یاد اور آخرت سے) غافل کردے گی جس طرح گذشتہ قوموں کو کیا تھا۔‘‘

ایک اور روایت میں ہے: ’’وہ تمھیں ہلاک کردے گی جیسا کہ انھیں ہلاک کیا تھا۔‘‘[1]

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

’’پانچ چیزیں پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو: جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، تندرستی کو بیماری سے پہلے، تونگری کو فقر و فاقے سے پہلے، فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے۔‘‘[2]

نیز فرمایا:

’’دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے۔‘‘[3]

اور فرمایا: ’’جس نے دنیا سے محبت کی اس نے آخرت کو نقصان پہنچایا اور جس نے آخرت سے محبت کی اس نے دنیا کو نقصان پہنچایا، لہٰذا دائمی چیز کو عارضی چیز پر ترجیح نہ دیا کرو۔‘‘[4]

کسی نے کہا ہے:

’’جب تمھیں جسمانی راحت اور سکون ہو تو قناعت کا دامن تھام لو، تم شاہانہ زندگی گزارو گے اور ساری دنیا پر حکومت کرنے والے (سکندرِ اعظم) کی طرف دیکھ لو، وہ خوشبو اور کفن کے علاوہ کچھ بھی ساتھ نہیں لے کر گیا۔‘‘

جائے گا جب جہاں سے کچھ بھی نہ پاس ہوگا
دو گز کفن کا ٹکڑا تیرا لباس ہوگا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٢٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٦١)
[2] مستدرك الحاكم (٤/ ٣٠٦) رقم الحديث (٧٨٤٦) صحيح الجامع، رقم الحديث (١٠٧٨)
[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٥٦) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١١٣)
[4] شعب الإيمان للبيهقي (٧/ ٢٨٨) رقم الحديث (١٠٣٣٧)

شیخ احمد بن علی بن حسین بن شرف دنیا کی حقیقت کے بارے میں کہتے ہیں:
''اس حقیر دنیا سے اپنے آپ کو بچاؤ، (دنیا) دھوکے کا سامان ہے جس کی خوشی عارضی ہوتی ہے جو شخص زندگی میں اس سے بے رغبتی کرتے ہوئے اسے نہیں چھوڑتا، اسے آگاہ رہنا چاہیے کہ عنقریب اس کے مرنے کے بعد لوگ اس سے کنارہ کش ہو جائیں گے اور دنیا اسے ایک دن قیدی بنا کر اس حال میں قبر میں بے بس کر کے چھوڑ دے گی کہ وہ اپنے پیچھے رہ جانے والے لوگوں سے مایوس اور ناامید ہوگا۔

''اس کے افرادِ خانہ اسے بھول جائیں گے جو زندگی میں اس پر جان فدا کرتے تھے، پھر قیمتی کپڑوں کے بعد اسے سستے کپڑے پہنا دیے جائیں گے۔ رونے دھونے اور چیخ پکار کے بعد اسے ایسے گڑھے میں دبا آئیں گے جو اپنی فضا میں وسعت کے باوجود اس پر تنگ ہو جائے گا۔ وہ اس گڑھے میں طویل عرصے تک مقیم رہے گا اور وہاں دوڑنے والے کیڑوں کے سوا کوئی اس کا ساتھی نہیں ہوگا۔ موت نگاہوں سے اوجھل ہے، اس وجہ سے اس کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہونا، کیونکہ ہر کسی کو ایک دن اس سے ضرور ملنا ہے۔ پس ضروری ہے کہ تقویٰ اختیار کر کے موت کے لیے تیاری کر لے اور زندگی کو ختم ہونے سے پہلے بہت غنیمت سمجھو۔ امیدوں اور آرزوؤں سے بچو! کیونکہ یہ زندگی ختم ہو جانے والی ہے اور زندگی کے بعد اس کے اسباب محدود (ختم) ہو کر رہ جائیں گے۔ دینِ ہدایت کی حفاظت کرو، شاید یہی دین مرتے وقت ہماری زندگی کی مہر ہو جائے، یعنی ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو جائے۔''

آخرت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ

﴿وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ [البقرة: ٢٨١]

''اور اس دن سے ڈرو جب تم اللہ کے حضور لوٹ کر جاؤ گے اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔''

مزید فرمایا:

﴿وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ [طٰهٰ: ١٣١]

''اور [اے میرے نبی!] ان چیزوں کی طرف اپنی نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں جو چیزیں دنیاوی زندگی کی آرایش کے لیے ہم نے ان میں سے مختلف قسم کے لوگوں کو دے رکھی ہیں، تاکہ انھیں اس میں آزمالیں اور آپ کے رب کا دیا ہوا ہی بہت بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔''

اس سے مراد آخرت کا اجر وثواب ہے جو دنیا کے مال واسباب سے بہتر بھی ہے اور اس کے مقابلے میں باقی رہنے والا بھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھردری چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں اور بے سروسامانی کا یہ عالم ہے کہ گھر میں چمڑے کی دو چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عمر! کیا بات ہے، روتے کیوں ہو؟ عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیصر و کسریٰ کس طرح آرام وراحت کی زندگی گزار رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، باوجود اس بات کے کہ آپ افضل الخلق ہیں، یہ حال ہے؟ فرمایا: ''عمر! کیا تم اب تک شک میں ہو؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کو ان کے آرام کی چیزیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں۔ (یعنی آخرت میں ان کے لیے کچھ نہیں ہوگا)۔''[1]

لہٰذا اس دلفریب، آرام دہ اور پر آسایش زندگی کے بعد آنے والے تمام مراحل

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٩١٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٤٦٩)

انتہائی کٹھن، تکلیف دہ اور المناک ہیں، ان سب سے پہلا مرحلہ موت کا ہے۔ موت وہ کڑوا گھونٹ ہے جسے ہر جاندار نے پینا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

''ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

دوسری جگہ سورۃ القصص (آیت: ۸۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ﴾ [القصص: ۸۸]

''اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔''

اسی طرح سورۃ الرحمٰن (آیت: ۲۷) میں بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴾

'' اور صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔''

دنیا کے اے مسافر! کیا تو بھول گیا:

ہے تجھے یہاں سے جانا ایک دن — قبر میں ہوگا ٹھکانا ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن — اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دن
یہ دنیا فانی ہے محبوب تجھ کو — ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے — یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نئی زندگی کا پہلا سفر:

اسلامی تہذیب کیسی خوبصورت تہذیب ہے کہ مسلمان کے جسم کو زندگی کے اختتام پر بھی بہت احترام سے غسل دے کر، اجلا لباس اور سفید کفن پہنا کر، خوشبوؤں میں بسا کر بہت عزت اور احترام سے کندھوں پر اٹھا کر، اجتماعی نظم وضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے نماز جنازہ پڑھ کر، دعاؤں کے ساتھ اللہ سے اس کے لیے مغفرت طلب کرتے ہوئے خاموشی

سے اسے اس کی آخری قیام گاہ میں سپرد خاک کر دیا جاتا ہے، جبکہ غیر اسلامی تہذیبوں میں انسانیت کے ایسے احترام کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

نئ زندگی کا پہلا گھر:

قبر دنیا کے آخری گھر کا پہلا دروازہ ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ [عبس: ٢١] ''پھر اسے موت دی اور قبر میں پہنچایا۔''

موت کے بعد اسے قبر میں دفنانے کا حکم دیا، تاکہ اس کا احترام برقرار رہے، ورنہ درندے اور پرندے اس کی لاش نوچ نوچ کر کھاتے جس سے اس کی بے حرمتی ہوتی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ))[1] ''قبریں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔''

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم نبی مکرم ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے۔ آپ ﷺ قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور اتنا روئے کہ زمین کی مٹی (آنسوؤں سے) تر ہوگئی، پھر فرمایا: ''اے میرے بھائیو! اس گھر کی تیاری کرو۔''[2]

نیز اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''میں نے قبر سے زیادہ سختی اور گھبراہٹ والی جگہ اور کوئی نہیں دیکھی۔''[3]

اسی قبر کے فتنے سے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ کی پناہ طلب کرنے کی تلقین فرمائی۔[4]

آپ ﷺ نے فرمایا:

[1] مسند أحمد (٣/ ٢٣)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١٩٥)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٣٠٨)

[4] مسند أحمد (٢/ ٤١٦)

''تم لوگ قبروں میں فتنہ دجال کی طرح آزمائے جاؤ گے۔''

صحابہ کرام اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ زار و قطار رونے لگے۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا:

''ابو ہریرہ! کیا دنیا چھوڑنے کی وجہ سے رو رہے ہو؟'' فرمانے لگے:

''نہیں، بلکہ طویل سفر اور قلیل زادِ سفر کی وجہ سے رو رہا ہوں، میں نے ایسے ٹیلے پر شام کی ہے جس سے آگے جنت ہے یا جہنم اور مجھے معلوم نہیں میری منزل کون سی ہے؟''

قبر کی خوفناک گھاٹی:

ہمارے اسلاف جس قدر خوفزدہ رہتے تھے، آج ہم اتنے ہی اس سے بے خوف اور غافل ہو چکے ہیں۔ دنیا کی رنگینیوں اور دل فریبیوں میں ہم اس قدر کھو چکے ہیں کہ بھولے سے کبھی قبر کا خیال ہی نہیں آتا۔ ہماری اس غفلت پر قرآن کریم کا یہ تبصرہ کس قدر سچ ثابت ہو رہا ہے:

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ١]

''لوگوں کے حساب کا وقت قریب آ گیا ہے، لیکن ان کا حال یہ ہے کہ غفلت میں منہ موڑے ہوئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمارے حال پر رحم فرمائے اور موت سے پہلے پہلے ہمیں قبر کی کٹھن گھاٹی کے لیے کچھ تیاری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وقتِ رخصت:

زندگی کا سفینہ جب کنارے آ لگتا ہے تو ایک اندرونی حس موت کے مسافر کو مطلع کر دیتی ہے کہ اب عمر کی نقدی ختم ہوئی، کوچ کا وقت آ پہنچا اور روانگی شروع ہونے والی

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (١٤٧٦)

ہے۔ تو ایسے میں ہم دنیا سے روانگی کی تیاری کس طرح کریں؟ آیئے اس سلسلے میں ہم رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے راہنمائی حاصل کریں۔ سب سے پہلی بات یہ کہ مریض کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کے فیصلے پر راضی رہے۔ تقدیر پر صبر کرے اور اپنے پروردگار کے بارے میں حسنِ ظن رکھے۔ یہ بات اس کے حق میں بہت مفید ہے۔ نبیِ رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''تم میں سے جو بھی فوت ہو رہا ہو، اسے اپنے رب کے بارے میں حسنِ ظن رکھنا چاہیے۔''[1]

ہر مریض کو چاہیے کہ خوف اور امید کی کیفیت میں رہے اور وقتِ وفات امید کی جانب اس پر غالب ہو، اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ کی سزا سے ڈرتا رہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار بھی ہو۔

جانے والے کو ہم کیسے رخصت کریں؟

انسان جب اس دنیا سے اگلی اور ابدی منزل کی طرف سفر شروع کر رہا ہوتا ہے تو وہ بڑی پریشان کن حالت سے دو چار ہوتا ہے، اس لیے لواحقین اگر احتیاط سے کام لیں تو انجام اچھا ہوسکتا ہے۔ جب کوئی نزع کی حالت میں ہو اور مرنے لگے تو جو بھی پاس ہو، اس کو مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھنا چاہیے:

① کلمہ توحید کی تلقین کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

> ''اپنے مرنے والوں کو ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کی تلقین کیا کرو۔ جس نے مرتے وقت ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کہا، وہ بالآخر جنت میں جائے گا، خواہ اس سے پہلے اسے کتنی ہی سزا ملے۔''[2]

کلمہ طیبہ کی تلقین اس طرح کرے کہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' کو اس کے سامنے اونچی

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٧٧)

[2] موارد الظمآن (٢/ ٤٦٣)

آواز سے پڑھے اور اسے پڑھنے کے لیے کہے۔

② نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جب تم کسی مریض یا مرنے والے کے پاس ہو تو صرف اچھی بات کہو، کیونکہ فرشتے بھی تمھاری بات پر آمین کہتے ہیں۔'' [1]

اگر قریب المرگ شخص دعا یا نماز پڑھنا چاہے تو اس کی مدد کی جائے۔ قریبی عزیزوں کو اس پر ہاتھ پھیر کر معوذتین، سورت اخلاص اور مسنون دعائیں پڑھ کر اس پر دم کرنا چاہیے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی مکرم ﷺ کے لیے کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا معوذتین پڑھ کر رسول اللہ ﷺ کو دم کرتی جاتی تھیں اور برکت کی امید میں آپ ﷺ کا ہاتھ آپ ﷺ کے جسمِ مبارک پر پھیرتی جاتی تھیں۔ [2]

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: وفات کے وقت نبی اکرم ﷺ کے سامنے پانی کا ایک کٹورا رکھا تھا۔ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ پانی میں ڈالتے اور منہ پر پھیرتے اور فرماتے:

«لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ» [3]

''اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں، بے شک موت کے لیے سختیاں اور بے ہوشیاں ہیں۔''

موت کی سختی:

موت کی سختی کا حال صرف وہی جانتا ہے جس پر گزر چکی ہے، دوسرا محض قیاس آرائی کر سکتا ہے، یا مرنے والے کی حالت دیکھ کر کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ موت براہِ راست روح کو کھینچتی ہے جو بدن کے سارے اعضا میں پھیلی ہوئی ہے۔ کمزوری کی وجہ سے

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩١٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٤٣٩)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٤٤٩)

انسان میں اتنی قوت نہیں رہتی کہ وہ کراہنے سے کچھ آرام پالے۔ سب سے پہلے پاؤں ٹھنڈے ہوتے ہیں اور وہیں سے پہلے روح کھینچی جاتی ہے، پھر پنڈلیوں اور رانوں سے روح کھینچی جاتی ہے، اسی طرح ہر عضو ٹھنڈا ہوتا رہتا ہے اور ہر عضو کو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جس قدر زندگی میں اسے کانٹے سے ہوتی ہے، یہاں تک کہ روح حلق تک پہنچتی ہے تو آنکھوں سے نور جاتا رہتا ہے، پھر منہ کے ذریعے سے روح نکل جاتی ہے۔ نبی مکرم ﷺ دعا کیا کرتے تھے:

«اَللّٰھُمَّ اِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْیَا وَ فِتْنَةِ الْمَمَاتِ»[1]

''اے اللہ! میں زندگی اور موت کی آزمائش سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔''

مرنے کے بعد کوئی شخص واپس نہیں پلٹتا، اس لیے ٹھیک مرنے کی کیفیت بتانا تو ممکن نہی البتہ قرآن و حدیث میں موت کی شدت اور سختی کا جو ذکر آیا ہے اس سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ دنیاوی زندگی کے سارے مصائب و آلام، سارے رنج و غم اور ساری تکلیفیں مصیبتیں اکٹھی کردی جائیں تو موت کی تکلیف اور شدت ان سے کہیں زیادہ ہوگی۔ سورت ق (آیت: ۱۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ﴾ ''اور موت کی بے ہوشی حق لے کر آ پہنچی۔''

حق سے مراد عالمِ برزخ کے حقائق اور سچائیاں ہیں۔ فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ یعنی موت کے ساتھ حق واضح اور ان وعدوں کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے جو قیامت اور جنت و جہنم کے بارے میں انبیا علیہم السلام کرتے رہے ہیں۔ عذاب یا ثواب کا یقین ہو جاتا ہے۔ موت کی سختی اور شدت کا ذکر کرتے ہوئے سورۃ القیامہ (آیت: ۲۶ تا ۲۹) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝٢٦ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۝٢٧ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝٢٨

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٣٢٨)

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴾

''جب جان حلق تک پہنچتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟ اور وہ یقین کرے گا کہ (اب دنیا سے) جدائی کا وقت آ گیا ہے اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی۔''

پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جانے کا مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت پے در پے تکلیفیں پہنچیں گی، اس وقت حاضرین میں سے کوئی ہے جو جھاڑ پھونک کے ذریعے سے تمھیں موت کی سختی سے چھڑا لے؟ ہرگز نہیں اور وہ شخص یقین کر لے گا کہ اب مال، اولاد اور دنیا کی ہر چیز سے جدائی کا مرحلہ آ گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: ''موت کی تکلیف بڑی شدید ہے۔''[1]

دوسری حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لذتوں کو مٹا دینے والی چیز (یعنی موت) کو کثرت سے یاد کیا کرو۔''[2]

رسولِ کرم ﷺ نے جس مرض میں وفات پائی، اس میں آپ ﷺ کے اضطراب اور بے چینی کا یہ عالم تھا کہ پانی کا پیالہ ساتھ رکھا تھا، جس میں آپ ﷺ بار بار ہاتھ مبارک ڈبوتے اور چہرہ مبارک پر ملتے، اپنی چادر کبھی چہرہ مبارک پر ڈالتے اور کبھی ہٹا لیتے۔ آپ ﷺ پر جب موت کی غشی طاری ہونے لگی تو آپ ﷺ اپنے چہرۂ مبارک سے پسینہ پونچھتے اور فرماتے جاتے:

《اِنَّ لِلْمَوْتِ لَسَكَرَاتٍ》[3]

''موت کے لیے بڑی سختیاں ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی موت کی تکلیف دیکھنے کے بعد

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤١٨٤)

[2] سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب ذكر الموت (٢/ ٣٤٣٤)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٤٥)

اب میں کسی کے لیے موت کی سختی کو زیادہ نہیں سمجھتی۔[1]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (فاتح مصر) اپنی زندگی میں اکثر کہا کرتے تھے:

''ان لوگوں پر تعجب ہے جن کے ہوش وحواس موت کے وقت درست ہوتے ہیں، مگر موت کی حقیقت بیان نہیں کرتے۔''

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب خود موت کے کنارے پہنچے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انھیں ان کی بات یاد دلائی۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈی سانس لی اور کہنے لگے: موت کی کیفیت نا قابلِ بیان ہے، بس اتنا بتا سکتا ہوں کہ مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا آسمان زمین پر ٹوٹ پڑا ہے اور میں دونوں کے درمیان پس رہا ہوں، میری گردن پر جیسے کوئی پہاڑ رکھا ہوا ہے پیٹ میں کھجور کے کانٹے بھرے ہوئے ہیں اور ایسے معلوم ہو رہا ہے جیسے میری سانس سوئی کے ناکے سے گزر رہی ہے۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موت کا لمحہ دنیا اور آخرت کی تمام ہولناکیوں سے زیادہ ہولناک ہے۔ یہ آریوں کے چیرنے سے زیادہ اذیت ناک، قینچیوں کے کاٹنے سے زیادہ سخت اور ہنڈیوں کے ابلنے سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اگر مردہ زندہ ہو کر لوگوں کو موت کی سختی سے آگاہ کر دے تو لوگوں کا آرام اور نیند ختم ہو جائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

''اَللّٰھُمَّ ھَوِّنْ عَلَیَّ الْمَوْتَ'' ''یا اللہ! مجھ پر موت کی سختی آسان فرمانا۔''

نیک میت کا معاملہ:

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن اور کافر کی موت کی الگ الگ کیفیت بیان فرمائی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا وقت آتا ہے تو آسمان سے اس کے پاس فرشتے آتے ہیں جو روشن چہرے والے گویا سورج ہوں ان کے پاس جنت سے لایا ہوا کفن ہوتا

[1] صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب مرض النبي ﷺ و وفاته (٤١٨١)

ہے اور جنت ہی کی خوشبو۔ وہ آ کر تا حدِ نگاہ بیٹھ جاتے ہیں۔ آخر میں ملک الموت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں۔ ملک الموت علیہ السلام اس کے سر کے پاس بیٹھ کر فرماتے ہیں: اے پاکیزہ روح! (دوسری روایت میں ہے: مطمئن روح!) اپنے پروردگار کی مغفرت ورضا مندی کے پاس پہنچ۔ (رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا:

''پھر وہ اس طرح نکلتی ہے جیسے پانی کا قطرہ مشکیزے کے منہ سے ٹپکتا ہے، چنانچہ ملک الموت علیہ السلام اسے لے لیتے ہیں۔''[1]

سورۃ الفجر (آیت: ۲۷ تا ۳۰) میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِيْ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴾

''اے مطمئن روح! تو اپنے رب کی طرف چل، اس حال میں کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی، پھر تو میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔''

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ [النحل: ٣٢]

''جن کی جان فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (کفر و شرک سے) پاک ہوتے ہیں تو (فرشتے) کہتے ہیں: تم پر سلام ہو، تم جنت میں داخل ہو جاؤ، اس کے بدلے جو تم عمل کرتے تھے۔''

فرشتے خود ''السلام علیکم'' کہہ کر انھیں پہلے سلامتی کی دعا دیتے ہیں، پھر انھیں جنت کی خوش خبری دیتے ہیں اور ابھی وہ اس دنیا سے پوری طرح رخصت بھی نہیں ہوتے کہ

---

[1] مسند أحمد (٤/ ٢٨٧)

انھیں جنت میں داخل ہونے کی بشارت دے دی جاتی ہے۔

جب روح نکل جاتی ہے تو زمین وآسمان کے درمیان ہر فرشتہ اس کے حق میں دعائے رحمت کرتا ہے اور آسمان کے تمام فرشتے اس کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ روح کے استقبال کے لیے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ تمام دروازوں کے نگران اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اسے ہمارے پاس سے لے کر گزرا جائے۔ جب ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرتے ہیں تو دوسرے فرشتے آنکھ جھپکنے سے پہلے ان سے وصول کر لیتے ہیں، پھر اسے جنتی کفن اور خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ جب فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے بھی گزرتے ہیں، وہ دریافت کرتے ہیں: اتنی پاکیزہ روح کس کی ہے؟ فرشتے جواب میں اس کا خوبصورت ترین نام بتاتے ہیں: یہ فلاں ابن فلاں ہے۔

آسمان کے فرشتے اس کے لیے دروازہ کھولتے ہیں، اسے خوش آمدید کہتے ہیں اور اس پاک روح کو اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں کی بشارت دیتے ہیں۔ فرشتے اسے دوسرے آسمان کی طرف لے جاتے ہیں، آسمانِ اول کے فرشتے مومن آدمی کی عزت افزائی کے لیے دوسرے آسمان تک الوداع کہنے ساتھ جاتے ہیں۔ دوسرے آسمان پر مومن کی روح کو پہلے آسمان کی طرح خوش آمدید کہا جاتا ہے، پھر تیسرے، چوتھے، حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک روح پہنچ جاتی ہے، وہاں پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے اس بندے کا نام علّیین (بلند مرتبہ والے لوگوں کی فہرست) میں لکھ لو۔ فوت ہونے والے اہلِ ایمان کی روحیں جب علّیین میں پہنچتی ہیں تو پہلے سے موجود اہلِ ایمان کی روحوں سے مل کر انھیں خوشی ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کا حال احوال دریافت کرتے ہیں، پھر اس کی روح کو سوال وجواب (منکر نکیر) کے لیے دوبارہ جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے۔[1]

[1] الترغيب و الترهيب، رقم الحديث (٥٢٢١)

قبر میں سوال وجواب کرنے والے فرشتوں کو منکر اور نکیر کہا جاتا ہے، ان کا چہرہ سیاہ، آنکھیں گہرے رنگ کی موٹی موٹی اور چمک دار، دانت گائے کے سینگ کے برابر بڑے بڑے اور آواز بجلی کی طرح گرج دار ہوتی ہے۔ اپنے دانتوں سے زمین اکھیڑتے ہوئے آتے ہیں اور اکھڑے لہجے میں پوچھتے ہیں:((مَنْ رَبُّكَ؟)) ''تیرا رب کون ہے؟'' ((مَنْ نَبِيُّكَ؟)) ''تیرا نبی کون ہے؟'' ((مَا دِيْنُكَ؟)) ''تیرا دین کیا ہے؟''

بعض روایات میں ایک چوتھے سوال کا بھی ذکر ہے:((مَا يُدْرِيكَ؟)) ''تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟'' اور وہ کہتا ہے کہ ''میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی۔''[1]

یہ منظر کیسا ہوگا؟ ایک تو قبر کی تاریکی، دوسری تنہائی، منکر نکیر کے انتہائی ڈراؤنے چہرے دیکھنے کے باوجود مومن آدمی کسی قسم کا خوف اور گھبراہٹ محسوس نہیں کرتا اور پورے اطمینان سے منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ بعض اہلِ ایمان کو سوال وجواب کے وقت سورج غروب ہوتے دکھایا جاتا ہے۔ چنانچہ مومن آدمی فرشتوں کے سوال کے جواب میں کہتا ہے: ذرا ٹھہرو! مجھے پہلے نمازِ عصر ادا کر لینے دو، پھر میں تمھارے سوالوں کے جواب دوں گا، لیکن جب اسے احساس ہوتا ہے کہ یہ نماز ادا کرنے کی جگہ نہیں تو پھر وہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دیتا ہے۔ اگر وہ ان کے سوالوں کا صحیح جواب دے دے تو اللہ تعالیٰ اس کے کامیاب ہونے کے نتیجے کا اعلان کرتے ہیں اور قبر میں اسے چھے انعامات سے نوازنے کا حکم جاری کرتے ہیں:

1. اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے۔
2. جنت کا لباس پہنایا جاتا ہے۔
3. اس کی قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس سے جنت کی پاکیزہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٩٩)

خوشبو کے جھونکے آتے رہتے ہیں اور جنت میں اسے اس کے اہلِ خانہ اور اموال دکھائے جاتے ہیں۔

④ قبر میں جنت کی بشارت۔

⑤ قبر میں تا حدِ نگاہ وسعت۔

⑥ قبر روشن کر دی جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب بندے کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی اس سے رخصت ہوتے ہیں تو وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے اور پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اسے بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے۔ تیرا دین کیا ہے؟ مومن کہتا ہے: میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ دونوں کہتے ہیں کہ کون صاحب ہیں جو تمھارے درمیان بھیجے گئے تھے؟ مومن کہتا ہے کہ وہ میرے نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، پھر وہ کہتے ہیں کہ تمھیں یہ کیسے معلوم ہوا؟ مومن کہتا ہے کہ میں نے اللہ کی کتاب میں پڑھا ہے، اس بس پر ایمان لایا اور اس کی تصدیق کی ہے، پھر ایک منادی کرنے والا آسمان میں اعلان کرتا ہے:

''میرے بندے نے سچ کہا، اس کا ٹھکانا جنت میں بنا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔''[1]

جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں اس کے پاس آنے لگتی ہیں۔ اس کی قبر حدِ نگاہ تک کشادہ کر دی جاتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مزید فرمایا:

''اس کے پاس ایک خوش شکل آدمی آتا ہے جس کے کپڑے بھی خوبصورت اور خوشبو بھی عمدہ، وہ آ کر کہتا ہے: میں تجھے اچھی خبر کی بشارت دیتا ہوں: یہ وہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٩٩)

دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ وہ جواب میں کہے گا: اللہ تمھیں بھی خوش رکھے۔ تم کون ہو؟ وہ جواب دیتا ہے: میں تیرا نیک عمل ہوں۔ وہ بندہ کہتا ہے: اے میرے رب! قیامت قائم کر دے، تاکہ میں اپنے اہل اور مال کے پاس لوٹ سکوں۔''

''پھر دوزخ کی طرف سے کھڑکی کھولی جاتی ہے اور اس سے کہا جاتا ہے: اس عذاب کو دیکھ لو! جس سے اللہ عزوجل نے تمھیں رہائی دے دی، پھر جنت کی طرف سے ایک کھڑکی کھول کر اسے کہا جاتا ہے۔ اب یہ نعمتیں اور آسایشیں بھی ملاحظہ کرلو جو اللہ عزوجل نے تمھارے لیے تیار کی ہیں۔

''اس کے بعد اسے بڑے ادب سے قیامت تک آرام سے سونے کی ہدایت کی جاتی ہے، مومن کو قبر میں کسی قسم کی گھراہٹ نہیں ہوگی اور اس کی قبر میں چودھویں رات کے چاند جیسی مسحور کن روشنی ہوگی۔ پھر اس کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا دیا جاتا ہے اور قبر اسے اس طرح اپنی گود میں لے کر دباتی اور ملتی ہے جیسے کوئی ماں اپنے بچھڑے ہوئے بچے کو سینے سے لگا کر پیار سے ملتی ہے۔''[1]

قبر کا مومن میت کو دبانا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سعد بن معاذ (رضی اللہ عنہ) وہ شخص ہے جس کی وفات پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہل گیا، جس کے لیے آسمانوں کے سارے دروازے کھول دیے گئے، جس کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے، لیکن قبر نے انھیں بھی ایک مرتبہ دبایا، پھر فراخ ہوگئی۔''[2]

---

[1] مسند أحمد، الترغيب الترهيب، رقم الحديث (٥٢٢٠)

[2] رواه النسائي، كتاب الجنائز، باب ضمة القبر (٢/ ١٩٤٢)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت سعد رضی اللہ عنہ قبر میں دبائے گئے، میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی: اے اللہ! اس کی یہ تکلیف دور فرما دے۔ (اور اللہ نے دور فرما دی)۔''[1]

قبر کشادہ ہوئی راضی رحمٰن ہویا

رب دا مہمان بنیا دور شیطان ہویا

اب کوئی تکلیف نہیں رہی۔ یہ تھی مومن کی مہمان نوازی جو اس کے رب کی طرف سے شروع ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری قبروں کو کشادہ فرما دے اور ہمیں قبر میں جنت کی نعمتوں سے نوازے اور دنیا میں نیک کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جس سے ہمارا رحمٰن راضی ہو جائے، آمین۔

مراجعِ درس

1. قبر کا بیان۔ تالیف: مولانا اقبال کیلانی
2. قیامت۔ تالیف: الشیخ عبداللہ بن جار اللہ بن ابراہیم۔ ترجمہ: مولانا تنویر احمد
3. دنیا کے اے مسافر۔ تالیف: ام منیب
4. موت کے بعد کیا دیکھا؟ تالیف: مولانا سلیم رؤف

[1] مستدرك الحاكم، كتاب معرفة الصحابة، باب تحرك العرش لسعد (٤/ ٤٩٧٧)

عذابِ قبر

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورۃ الانعام (آیت: ۹۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴾

”اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (پیغمبر نہ ہو اور پیغمبری کا دعویٰ کرے) یا یوں کہے کہ مجھ پر (اللہ کی طرف سے) وحی آئی اور اُس پر کوئی وحی نہ آئی ہو اور (اسی طرح اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا) جو کہے میں بھی ایسا ہی قرآن اُتار دوں گا جیسے اللہ نے اتارا، کاش تو ان ظالموں کو اُس وقت دیکھے جب موت کی سختیوں (سکرات) میں پڑے ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے (کہہ رہے ہوں) اپنی جانیں نکالو آج تم کو ذلت کے عذاب کی سزا ملے گی، کیونکہ تم اللہ پر جھوٹ بولتے تھے اور تم اُس کی آیتوں پر اکڑ جاتے تھے۔“

کافر اور بدکار کے ساتھ معاملہ:

قبر میں جہاں تک ایک فاجر وفاسق، اللہ اور اس رسول کے نافرمان شخص کا معاملہ

ہے تو وہ بالکل مومن کے برعکس ہے۔ انھی لوگوں کے بارے میں سورۃ الانفال (آیت: ۵۰) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَٰرَهُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ﴾

"اور کاش تم اس وقت (کی کیفیت) دیکھو جب فرشتے کافروں کی جانیں نکالتے ہیں، ان کے مونہوں اور پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے (ہیں اور کہتے ہیں) کہ (اب) عذابِ آتش (کا مزہ) چکھو۔"

کافر کی روح قبض کرتے وقت فرشتے ان کے چہروں پر تھپڑ اور پیٹھوں پر کوڑے مارتے ہیں اور ساتھ ساتھ آگ کے عذاب کی خوشخبری بھی دیتے ہیں۔ سورت محمد (آیت: ۲۷) میں ان لوگوں کا اللہ رب العزت نے اس طرح ذکر کیا:

﴿ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَٰٓئِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَٰرَهُمْ ﴾

"تو اس وقت (ان کا) کیسا (حال) ہوگا؟ جب فرشتے ان کی روح قبض کرتے ہوئے ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر مارتے جائیں گے۔"

سورۃ الانعام (آیت: ۹۳) میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمانوں کا جس طرح ذکر فرمایا ہے، وہ درس کے شروع ہی میں ہم بیان کر چکے ہیں۔

یہ اس وقت کی کیفیت بیان کی گئی ہے جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ روحیں فرشتوں سے بچنے کے لیے جسم کے اندر چھپتی اور اِدھر اُدھر بھاگتی ہیں تو فرشتے سختی اور زور سے انھیں پکڑ کر کھینچتے اور مارتے ہیں، پھر سختی کے ساتھ جان کو نکال لیتے ہیں اور یہیں سے عذاب کے آغاز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ کافر، اللہ کے نافرمان کی روح قبض کرنے آسمان سے ایسے فرشتے آتے ہیں جو بڑے سخت اور طاقتور ہوتے ہیں، ان کے چہرے سیاہ ہوتے ہیں۔ ان کے پاس جہنمی ٹاٹ ہوتے ہیں اور وہ ان کے پاس تاحدِ نگاہ بیٹھ جاتے

ہیں، پھر روح قبض کرنے پر مامور فرشتہ اس کے قریب آتا ہے اور اس کی روح کو مخاطب کر کے کہتا ہے: اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث روح! باہر نکل اور کھولتے ہوئے پانی، پیپ اور اسی طرح کے بہت سے عذابوں کی خبر سن! یہ کہتے ہی فرشتہ اڑ کر اس کے جسم میں داخل ہوجاتا ہے اور اس کے جسم کی گہرائیوں سے روح کھینچ کر اس طرح باہر نکال لاتا ہے جس طرح بھیگی روئی میں پیوست کانٹوں کو کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ اس عمل میں اس کی رگیں اور پٹھے چور چور ہوجاتے ہیں۔ روح قبض کرنے کے بعد باقی فرشتے آنکھ جھپکنے تک بھی اسے اس کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے۔ روح کو ان سے لے کر ٹاٹ میں رکھ لیتے ہیں، اس ٹاٹ سے ایسی بدبو نکلتی ہے جس طرح زمین پر گلے سڑے بدبودار مردار سے نکلتی ہے۔ سارے فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ کفن پہنانے کے بعد آسمانِ دنیا پر پہنچا کر اس کے لیے آسمان کے دروازے کھولنے کی درخواست کی جاتی ہے تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ آسمان کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ ہر دروازے کا نگران فرشتہ اللہ تعالیٰ سے استدعا کرتا ہے کہ یہ بد روح یہاں سے نہ گزاری جائے۔ پھر آسمان کے فرشتے پوچھتے ہیں:

''یہ کون ہے؟'' جواب میں کہا جاتا ہے: ''یہ فلاں شخص ہے۔'' یعنی بہت برے طریقے سے اس کا نام بتایا جاتا ہے۔ آسمان کے فرشتے کہتے ہیں:

''اس خبیث روح کے لیے جو خبیث جسم میں تھی، کوئی خوش آمدید نہیں۔''

ہر طرف سے ایک ہی آواز ہوگی کہ لعنت ہو، لعنت ہو، لہٰذا بجائے دروازے کھلنے کے پروردگارِ عالم کی طرف سے آواز آتی ہے کہ اس کے اعمال ''سجین'' (برے لوگوں کا قید خانہ) میں لکھ کر اسے واپس زمین کی طرف لے جاؤ۔[1]

اس قسم کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، ان کا جنت میں جانا اتنا ہی محال ہے، جتنا سوئی کے ناک (سوراخ) میں اونٹ کا داخل ہونا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لیے

[1] سنن ابن ماجه، أبواب الزهد، باب ذكر الموت و الاستعداد له (٢/ ٣٤٣٧)

کہ انھوں نے اللہ کی آیات اور اللہ کے احکام کو جھٹلایا، تکبر کیا، من مانی کی، نافرمانی کی اور یہ انہی بدعملوں کی سزا ہے۔ چنانچہ تعمیلِ حکم میں فرشتے اس کی روح کو آسمان سے زمین کی طرف نیچے پھینک دیتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس کے جسم پر آ گرتی ہے یوں اس کی روح واپس کردی جاتی ہے، پھر وہ تجہیز و تکفین کے تمام مراحل کا مشاہدہ کرتی ہے۔

قبرستان کی طرف روانگی:

ان مراحل کی تکمیل کے بعد جب لاش چار پائی پر رکھ دی جاتی ہے اور آخری دیدار کے لیے لوگ منہ دیکھ کر آگے بڑھ جاتے ہیں اور پھر تدفین کے لیے لوگ اسے اٹھا کر چل پڑتے ہیں تو وہ کہتی ہے: ہائے افسوس! مجھے کہاں لیے جاتے ہو؟ جب جسم لحد میں اتار دیا جاتا ہے، یعنی میت کو دفن کردیتے ہیں تو روح جسم میں واپس آ جاتی ہے، یہ ہی قبر جو باہر سے گلاب کے پھولوں کی زبردست خوشبو، اگر بتیوں کی لپٹیں اور گیلی مٹی کی مہک ہوتی ہے،اس کے اندر گھبراہٹ، سخت اندھیرا اور تنہائی ہوگی۔ پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ کالا ہوگا اور بڑی بڑی سرخ آنکھوں والے، ان کی شکل بہت ہی خوفناک ہوگی جو اس سے انتہائی غضب ناک لہجے کے ساتھ اس کے رب، دین اور نبی ﷺ کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''منافق یا کافر انسان کے جسم میں جب روح لوٹائی جاتی ہے تو اس سے کہا جاتا ہے: تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے: ہائے افسوس! مجھے کوئی پتا نہیں، پھر وہ کہتے ہیں: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ کہتے ہیں: یہ کون صاحب ہیں جو تمھارے درمیان بھیجے گئے تھے؟ وہ اٹک اٹک کر کہتا ہے: مجھے کوئی علم نہیں، میں کچھ نہیں جانتا، پھر فرشتے کہتے ہیں: نہ تو نے جانا، نہ پڑھا۔ یہ کہتے ہوئے وہ اسے ایسی ضرب لگاتے ہیں کہ وہ تڑپ کر چیخ اٹھتا ہے۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٧٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٧٠)

قبر کا شکوہ:

اللہ کے نافرن کے ساتھ قبر کا یہ شکوہ ہوگا:

''اے غافل انسان! تو دنیا میں مگن تھا، مگر کوئی دن ایسا نہیں گزرا جس دن میں نے تجھے آواز نہ دی ہو کہ میں وحشت کا گھر ہوں، میں تنہائی کا گھر ہوں، میں خاک کا گھر ہوں، میں کیڑوں کا گھر ہوں، لیکن تم نے کوئی پروا نہ کی۔ جتنے لوگ میری پشت پر چلتے تھے میرے نزدیک ان میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت تو تھا۔ آج میں تجھ پر حاکم بنا دی گئی ہوں اور تو میری طرف مجبور کر دیا گیا ہے، تو دیکھے گا کہ میں تیرے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہوں۔''

پھر اللہ تعالیٰ قبر کو حکم دیتا ہے: آج تیرے اندر میرا نافرمان آ گیا ہے جو دنیا میں میری نعمتیں کھا کر میری زمین پر بڑے تکبر کے ساتھ اکڑ اکڑ کر چلتا تھا اور کبھی میرا شکر ادا نہیں کیا کرتا تھا، آج اس کو پکڑ لے اور دبا لے۔ لہٰذا اس پر قبر اتنی تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں آپس میں پیوست ہو جاتی ہیں، پھر اس کے لیے آگ کا بستر بچھا کر جنت کی طرف ایک کھڑکی کھول کر اسے کہا جاتا ہے کہ وہ نعمتیں اور آسایشیں ایک نظر دیکھ لو جن سے اللہ عزوجل نے تمھیں محروم کر دیا ہے، پھر اس کے لیے جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، جس سے جہنم کی گرمی اور بدبو اس تک پہنچتی رہتی ہے، پھر اسے کہا جائے گا کہ اب جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لو۔

دونوں کا نظارہ کرنے کے بعد اس کے برے اعمال انتہائی مکروہ اور بدصورت انسانی شکل میں اس کے پاس آتے ہیں جس سے کافر کے خوف اور گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہوجاتا ہے۔ یہ اللہ کا نافرمان اسے کہے گا: تم کون ہو؟ وہ کہے گا:

''میں تمھارا عمل ہوں، تجھے برے انجام کی بشارت دینے آیا ہوں جس کا وعدہ تم سے کیا گیا تھا۔''

پھر کافر اور اللہ کے نافرمانوں کے اوپر ایک اندھا اور بہرہ فرشتہ مسلط کیا جاتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے، وہ اس سے ایک کاری ضرب لگاتا ہے جس کی مار سے کافر کا جسم ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے اور اس کی تکلیف سے وہ ایسی چیخ مارتا ہے، جسے جن و اِنس کے علاوہ ہر جاندار سنتا ہے، پھر دوبارہ اسے صحیح وسالم بنا دیا جاتا ہے اور فرشتہ پھر مارتا ہے، وہ قیامت تک اسی عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔ اس وقت یہ اللہ کا نافرمان کہے گا: اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا۔"[1]

مزید فرمایا:

"قبر میں کافر کو ڈسنے کے لیے ایسے سانپ اور بچھو مسلط کیے جاتے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی زمین پر پھونک مارے تو زمین پر کبھی کوئی چیز پیدا نہ ہو۔ قیامت تک اسے بچھو اور اژدھے ڈستے رہیں گے۔ زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کافر پر تنگ ہو جا۔ چنانچہ زمین اس پر اس قدر تنگ ہوتی ہے کہ اس کی ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف کی پسلیوں میں دھنس جاتی ہیں۔"[2]

یاد رہے کہ جہنم میں ڈسنے والے سانپوں کے بارے میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ وہ اونٹوں کے برابر ہوں گے اور ان کے ایک مرتبہ ڈسنے سے جہنمی چالیس سال تک اس کے زہر کا اثر محسوس کرتا رہے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے کافروں کو قبر میں دیے جانے والے عذاب کے بارے میں فرمایا:

"قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بے شک کافر پر (قبر میں) ننانوے اژدھے مسلط کیے جاتے ہیں، ہر اژدھے کے ستر منہ ہوتے ہیں اور ہر منہ کے سات سر ہوتے ہیں اور یہ اژدھے کافر کو قیامت تک ڈستے

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٦٥٣)

[2] مسند أحمد (٤/ ٢٨٨)

اور زخمی کرتے رہتے ہیں۔'' [1]

خیال رہے قبر سے مراد برزخ کی زندگی ہے، یعنی دنیا کی زندگی کے بعد اور آخرت کی زندگی سے قبل، یہ ایک درمیان کی زندگی ہے جس کا عرصہ انسان کی موت سے قیامت کے وقوع تک ہے۔ یہ برزخی زندگی کہلاتی ہے، چاہے کسی کو درندے نے کھا لیا ہو، چاہے کسی کی لاش سمندر کی موجوں کی نذر ہو گئی ہو یا اسے جلا کر راکھ بنا دیا گیا ہو یا قبر میں دفنا دیا گیا ہو۔ یہ برزرخ کی زندگی سب کے لیے ہے، جس میں عذاب دینے پر اللہ تعالیٰ قادر ہے۔

عذابِ قبر کے چند عبرت آموز واقعات:

عذابِ قبر کے بعض واقعات گاہے بگاہے اخبارات اور جرائد ومحلات میں شائع ہوتے رہتے ہیں یا سننے میں آتے رہتے ہیں۔ درجِ ذیل واقعات عبرت کے لیے شامل کیے جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ انھیں پڑھنے کے بعد سعید روحیں ان سے عبرت حاصل کریں گی۔ احادیث کے علاوہ دیگر واقعات کی صحت کی ذمہ داری راویوں پر ہے یا ان رسائل و جرائد پر جن کا ساتھ ہی حوالہ دیا گیا ہے۔

1- عہدِ نبوی ﷺ کا واقعہ:

عہد نبوی ﷺ میں عذابِ قبر کا ایک عبرت ناک واقعہ جسے مدینہ منورہ کے سب لوگوں نے دیکھا۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عیسائی آدمی مسلمان ہوا، اس نے سورت بقرہ اور سورت آل عمران پڑھ لی اور رسولِ اکرم ﷺ کے لیے وحی کی کتابت کرنے لگا، لیکن بعد میں مرتد ہو گیا اور کہنے لگا:

''محمد (ﷺ) کو تو کسی بات کا پتا ہی نہیں، جو کچھ میں لکھ دیتا ہوں بس وہی کہہ دیتے ہیں۔''

---

[1] الترغيب والترهيب ، رقم الحديث (٥٢١٦) في سنده دراج، و حديثه حسن و اختلف فيه كما قال الهيثمي في المجمع (ص: ٥٨)

اللہ تعالیٰ نے جب اسے موت دی تو عیسائیوں نے اسے دفن کر دیا، صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ قبر نے اسے باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے کہا: یہ محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کا کام ہے، کیونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ کر آیا ہے، لہٰذا انھوں نے اس کی قبر کھود کر لاش باہر پھینکی ہے، اگلے روز عیسائیوں نے نئی قبر کھود کر اسے پہلے کی نسبت زیادہ گہرا دفن کیا، لیکن جب صبح ہوئی تو لوگوں نے دیکھا کہ قبر نے پھر اسے باہر نکال پھینکا ہے۔ عیسائیوں نے پھر الزام لگایا کہ یہ محمد ﷺ اور ان کے اصحاب کا کام ہے، چونکہ وہ ان کے دین سے بھاگ کر آیا ہے، لہٰذا انھوں نے اس کی قبر کھود کر لاش باہر نکال پھینکی ہے۔ عیسائیوں نے پھر اس کی قبر بنائی اور اسے اتنا گہرا کھودا جتنا کھود سکتے تھے، اگلی صبح قبر نے پھر اسے نکال باہر پھینکا۔ تب عیسائیوں کو یقین ہوگیا کہ یہ مسلمانوں کا فعل نہیں، پھر انھوں نے اس کی لاش ایسے ہی چھوڑ دی۔[1]

2- قبر کا بچھو:

جنگِ عظیم دوم کے دوران میں محوری طاقتوں کی ہندوستان پر بمباری کے دوران میں انگریزی فوج کو سنگاپور اور برما میں ہتھیار ڈالنے پڑے۔ انگریز جرنیل نے ہتھیار ڈالتے وقت فوجیوں کو اجازت دے دی کہ جو فوجی فرار ہو کر جانیں بچا سکتے ہیں وہ فرار ہو جائیں۔ فوج کے ایک میجر طفیل اپنے ایک ساتھی میجر نہال سنگھ کے ساتھ فرار ہوئے۔ میجر طفیل بیان کرتے ہیں کہ ہم دونوں اندھیری رات میں گھوڑوں پر سوار ہو کر نکلے اور برما کے محاذ سے سرپٹ بھاگے۔ برما گھنے، گنجان، تاریک اور خطرناک جنگلوں کا ملک ہے جن میں سے گزرنا بڑا مشکل کام تھا۔

بہر حال ہم نے اندازے سے ہندوستانی صوبے آسام کا رخ کیا، جہاں جاپانی بمباری کے باوجود ہنوز انگریزی تسلط بر قرار تھا۔ گھنے جنگلوں میں ہم فوجی ٹکریوں سے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤١٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٦٤)

راستے کاٹتے چھانٹتے چلے جارہے تھے۔ دنوں کی گنتی نہ راتوں کا شمار یاد رہا۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہوتا جا رہا تھا۔ جنگلی پھلوں اور ندی نالوں کے پانی پر گزارا ہونے لگا۔ بعض دفعہ درندوں اور خطرناک سانپوں سے بھی واسطہ پڑا، مگر ان سے بچ بچا کر نکلتے گئے۔ ایک دن سامنے کھلی جگہ پر قبرستان دکھائی دیا، پچیس تیس قبریں ہوں گی۔ ایک قبر سے مردے کی تقریباً آدھی نعش باہر نکلی ہوئی، کچھ گلی سڑی اور کچھ بچی ہوئی دکھائی دی۔

اس پر ایک چھوٹے سائز کے کچھوے کے برابر بچھو بیٹھا اسے بار بار ڈنگ مارتا تھا اور نعش سے خوفناک چیخیں نکلتی تھیں، بعینہٖ جیسے وہ بھیانک بچھو کسی جیتے جاگتے انسان کو کاٹتا تو اس کی شدتِ درد سے چیخیں نکلتیں، جو زندہ انسانوں اور جانوروں کو دہلانے بلکہ بے ہوش کرنے کے لیے کافی ہوتیں۔ یہ ایک خاصا وحشت ناک اور دہشت انگیز منظر تھا۔

میجر نہال سنگھ نے میرے منع کرنے کے باوجود بچھو پر گولی چلادی۔ ایک شعلہ سا نکلا لیکن بچھو پر کوئی اثر نہ ہوا۔ نہال سنکھ نے گولی چلانے کی نیت سے دوبارہ نشانہ لیا تو میں نے اسے سختی سے منع کیا اور اپنی راہ لینے کے لیے کہا، لیکن میجر نہال سنگھ آخر سکھ تھا، اس نے میری بات سنی ان سنی کردی اور بظاہر قبرستان کے ایک مردے کو بچھو سے بچانے کے لیے دوبارہ گولی داغ دی۔ پھر ایک شعلہ سا نکلا، لیکن بچھو پر کوئی اثر نہ ہو۔ اس پر بچھو نعش کو چھوڑ کر ہماری طرف بڑھا۔ میں نے نہال سنگھ سے کہا کہ اب بھاگو یہاں سے، بچھو کا نعش چھوڑ کر ہماری طرف بڑھنا خطرے سے خالی نہیں۔

ہم نے گھوڑے دوڑا دیے۔ خاصی دور آگے جا کر پیچھے نظر ڈالی تو بچھو ہمارے تعاقب میں تیزی سے چلا آ رہا تھا، ہم نے گھوڑوں کو پھر ایڑ لگائی۔ چند میل آگے جا کر ایک ندی سامنے آ گئی جو خاصی گہری معلوم ہوتی تھی۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے سوچنے لگے کہ ندی میں گھوڑے ڈال دیں یا کنارے کنارے چل کر کوئی پل، گھاٹ وغیرہ تلاش کیا جائے، لیکن ابھی کوئی فیصلہ نہ کر پائے تھے کہ دیکھا وہی بچھو ہمارے قریب پہنچا ہی چاہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جنگ آزمودہ اور مسلّح فوجی ہونے کے باوجود ہم پر سخت گھبراہٹ طاری ہوگئی اور

ہمارے گھوڑے ٹاپو مارنے لگے، جیسے وہ بھی بچھو سے خوفزدہ ہوگئے ہوں۔ بچھو کا رخ نہال سنگھ کی طرف تھا۔

نہال سنگھ نے خوف اور حواس باختگی کے عالم میں اپنا گھوڑا ندی میں ڈال دیا تو اس کے تعاقب میں بچھو بھی ندی میں اتر گیا۔ خدا جانے بچھو نے اسے پاؤں یا ٹانگ یا جسم کے کس حصے پر کاٹا کہ گھوڑے نے بھی اس غیر معمولی قسم کی بلائے بے درماں بچھو کی آمد سے خوف محسوس کیا۔ اس پر کپکپی سی طاری ہوگئی۔ نہال سنگھ نے کرب ناک چیخ کے ساتھ مجھے پکارا: ''طفیل! میں ڈوب رہا ہوں، جل رہا ہوں، مجھے بچھو سے بچاؤ'' میں نے بھی گھوڑے کو ندی میں ڈال دیا اور سہارے کے لیے بایاں ہاتھ نہال سنگھ کی طرف بڑھایا جسے اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا، لیکن مجھے ایسا محسوس ہوا کہ وہاں ندی کا عام پانی نہیں بلکہ آگ کا زہریلا لاوا بہہ رہا ہے، جو نہ صرف میرے ہاتھ کو جلا ڈالے گا، بلکہ میرے باقی جسم کو بھی مکئی کے بھٹے کی طرح ابال کر رکھ دے گا، میں نے اوسان بحال رکھے اور جلدی سے فوجی ککری نکالی اور اپنا بایاں بازو کاٹ کر پھینک دیا۔ میں نے اپنے آپ کو نہال سنگھ کی گرفت سے چھڑا لیا تھا، لہٰذا جلدی سے گھوڑے سمیت کنارے کا رخ کیا۔ میجر نہال سنگھ مجھے آوازیں دیتے دیتے اور درد سے چیختے کراہتے گھوڑے سمیت کھولتے پانی کی دیگ میں ڈوب چکا تھا اور سطحِ آب پر بڑے بڑے اونچے آتشیں بلبلے اٹھ رہے تھے۔ کنارے کے قریب پانی کا درجہ حرارت نارمل معلوم ہوا۔

وہ قہرِ خداوندی ... بچھو ... اپنا کام کر کے جا چکا تھا، وہ مجھے کہیں دکھائی نہ دیا۔ اللہ کے لشکروں میں سے وہ اکیلا ایک غیبی لشکر کے مانند تھا۔ اس نے مجھ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ غالباً جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو اپنے اصل کارِ مفوض کی طرف لوٹ گیا۔[1]

3- ٹیڑھی قبر:

ایک پولیس آفیسر کو سپردِ خاک کیا جانے لگا تو اس کی قبر ٹیڑھی ہوگئی جب نئی قبر

---

[1] قبر کے بچھو۔ اردو ڈائجسٹ (اپریل ۱۹۹۲)

کھودی گئی تو وہ بھی ٹیڑھی ہوگئی۔ آغاز میں لوگوں نے اسے گورکن کا قصور سمجھا، مگر جب یکے بعد دیگرے پانچ بار قبر کھودی گئی اور بار بار ٹیڑھی ہوتی رہی تو جنازہ میں شریک لوگوں نے مل کر میت کے لیے مغفرت کی دعا کی اور پانچویں بار زبردستی میت قبر میں اتار دی گئی، حالانکہ قبر پہلے کی طرح ہی ٹیڑھی تھی۔ یہ واقعہ راولپنڈی کے مشہور قبرستان اتر امرال میں پیش آیا۔[1]

4- قبر میں سانپ اور بچھو:

نارنگ منڈی (ضلع شیخوپورہ) کے نواحی قصبے جنے سنگھ والا میں دو متحارب گروپوں کے درمیان فائرنگ ہوئی جس سے تین افراد ہلاک ہوگئے، ان میں سے ایک آدمی کو اس کے ورثا تابوت میں بند کر کے دفن کرنے کے لیے لائے اور قبر کھودی تو اس سے سانپ اور بچھو نکل آئے ورثا نے خوف زدہ ہو کر دور ہی سے قبر پر مٹی ڈال دی اور تابوت واپس لے گئے۔[2]

5- قبر میں لرزش:

گوجرانوالہ کے نواحی قصبہ کھیالی کے قبرستان میں دفن کی جانے والی خاتون کی قبر میں لرزش نے علاقے میں خوف و ہراس پھیلا دیا۔ تفصیلات کے مطابق عورت کو جب قبر میں دفن کیا گیا تو وہاں موجود لوگوں نے محسوس کیا کہ مرحومہ کی قبر لرز رہی ہے۔ بعض لوگوں نے قبر کے ساتھ کان لگا کر آواز سنی تو قبر کے اندر سے ٹھک ٹھک کی آوازیں اور دھمک سنائی دی، چنانچہ ایک معروف عالمِ دین سے رابطہ کیا گیا تو انھوں نے میت کو کسی دوسری جگہ دفن کرنے کا مشورہ دیا جس پر لوگوں نے اس عالم کی موجودگی ہی میں قبر کھود ڈالی۔ جونہی تختے ہٹائے گئے، تو عجیب و غریب سی تیز قسم کی بو سے گورکن کو قے کے دورے آنے لگے جس پر قبر دوبارہ بند کر دی گئی اور میت کے لیے مغفرت کی دعا کی گئی جس کے بعد آہستہ آہستہ لرزش ختم ہوگئی۔[3]

---

[1] روزنامہ جنگ، لاہور (۱۷ دسمبر ۱۹۹۰، ۲۸ جمادیٰ الاولیٰ، ۱۴۱۱ھ بروز پیر)

[2] روزنامہ نوائے وقت، لاہور (۱۹/ اگست ۲۰۰۰ء)

[3] روزنامہ نوائے وقت، لاہور (۲۳/ جون ۱۹۹۳ء)

6- سانپ...سانپ:

ایک زمیندار گھرانے کی صاحبِ حیثیت ماں باپ کی اکلوتی بیٹی کو ورثے میں بہت بڑی جائیداد، ڈھیروں سونا اور نقد روپے ملے۔ روپیا اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اسے سخت کوفت ہوتی، اگر کوئی خاتون اسے مسجد، مدرسہ وغیرہ بنوانے یا کسی یتیم اور بیوہ کی مدد کرنے کا کہتی تو اس کا چہرہ مکدر ہو جاتا۔ میں نے آخری بار اسے ۱۹۶۸ء میں بسترِ مرگ پر بے ہوشی کی حالت میں سول ہسپتال لاہور، انتہائی نگہداشت (آئی سی. یو) وارڈ میں دیکھا۔ اس کی نبضیں ڈوب چکی تھیں، سانس رک رک کر وقفوں وقفوں سے آ رہی تھی، آنکھیں پتھرا چکی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب قریب کھڑے تھے تا کہ اس کی موت کا سرٹیفکیٹ دے کر رخصت ہوں۔ اچانک اس کے بدن نے حرکت شروع کر دی، اس کے چہرے پر خوف کے آثار نمودار ہوئے، رونگٹے کھڑے ہو گئے، جسم سے پسینہ بہہ نکلا، اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ سب لوگوں نے سنا کہ وہ تھرائی ہوئی آواز میں ''سانپ سانپ'' کہہ کر اس سے بچنے کے انداز میں ہاتھ پاؤں ہلا رہی تھی۔ میں یہ مشاہدہ کر کے خوف زدہ ہو گیا اور ڈاکٹر صاحب سے پوچھا کہ طبی نقطہ نظر سے آپ اس کی آخری حرکت کو کیا نام دیں گے؟ ڈاکٹر صاحب نے بھی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میرے لیے یہ مشاہدہ کسی طبی معجزے سے کم نہیں۔ یہ حرکت اور سانپ سانپ کی آوازیں یقیناً ایک میت کے منہ سے نکلی ہیں، اس گہری بے ہوشی کے عالم میں نہ وہ بول سکتی تھی اور نہ حرکت کر سکتی تھی۔ [1]

یہ چند واقعات عذابِ قبر (یا برزخ) سے متعلق تھے۔ مذکورہ واقعات جہاں عذابِ قبر کا واضح ثبوت ہیں وہیں ہمارے لیے باعثِ عبرت بھی ہیں۔ لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے اور نماز پڑھتے وقت اللہ تعالیٰ سے موت کی سختیوں اور قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے، کیونکہ قبر ہی دوسری زندگی کا پہلا دروازہ ہے اور اس دروازے کے ذریعے

---

[1] دولت سے محبت کا انجام، از محمد اکرم رانجھا، ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور (ستمبر ۱۹۹۹ء)

سے آدمی آج کی دنیا سے نکل کر کل کی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہم میں سے ہر شخص جو آج قبر کے اِس پار ہے وہ کل اپنے آپ کو قبر کے اُس پار پائے گا، کیونکہ اس دنیا میں آنا ہماری مرضی سے ہوتا ہے نہ اس دنیا سے جانا ہمارے اختیار میں ہے۔ حقیقت یہی ہے ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے

عذابِ قبر اور سلف صالحین:

رسولِ اکرم ﷺ ہر نماز میں عذابِ قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ڈاڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ آپ سے عرض کی گئی:

''آپ جنت اور دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تو نہیں روتے لیکن قبر کے ذکر پر اس قدر روتے ہیں؟'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے، اگر کسی نے اس سے نجات پالی تو اگلی منزلیں اس کے لیے آسان ہوں گی اور اگر اس سے نجات نہ ملی تو بعد کی منازل اس سے کئی گنا زیادہ سخت ہوں گی۔''

② حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اگر [مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا] تم [اپنے مُردے] دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمھیں عذابِ قبر [کی آوازیں] سنوا دے۔''[1]

③ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب عرض المقعد علی المیت و عذاب القبر، رقم الحدیث (۲۸۶۸)

''بے شک میں وہ چیزیں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ میں سنتا ہوں وہ تم نہیں سنتے۔ اگر تم وہ باتیں جان لو جو میں جانتا ہوں [یعنی تم لوگ عذابِ قبر دیکھ لو] تو تم ہنستے کم اور روتے زیادہ اور بستروں پر بیویوں سے لطف اندوز نہ ہوسکتے، بلکہ اللہ کی پناہ طلب کرتے ہوئے میدانوں کی طرف نکل جاتے۔''

④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ فرمایا کرتے تھے:
''میں نے قبر سے زیادہ گھبراہٹ اور سختی والی کوئی اور جگہ نہیں دیکھی۔''[1]

⑤ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ رسولِ اکرم ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے عذابِ قبر کا ذکر فرمایا جس میں آدمی مبتلا ہوگا، آپ ﷺ ذکر فرما رہے تھے تو مسلمانوں نے (خوف زدہ ہو کر) چیخنا چلانا شروع کر دیا۔[2]

⑥ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے قبر میں سوال و جواب کے ڈر سے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی کہ تدفین کے بعد میری قبر پر دیر تک کھڑے ہو کر دعا کرتے رہنا۔[3]

⑦ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے یہ حدیث خود رسولِ اکرم ﷺ سے نہیں سنی بلکہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنی ہے، جنھوں نے بتایا کہ رسولِ اکرم ﷺ بنی نجار کے باغ میں ایک خچر پر جا رہے تھے، ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے، اچانک آپ ﷺ کا خچر بدکا، قریب تھا کہ آپ ﷺ کو گرا دیتا۔ وہاں چھے، پانچ یا چار قبریں تھیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:
''ان قبروں والوں کے بارے میں کوئی شخص جانتا ہے (یہ کون لوگ ہیں؟)''
ایک آدمی نے عرض کی: میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ لوگ کب

[1] سنن الترمذی، أبواب الزهد، باب ما جاء في فظاعة القبر (٢/ ١٨٧٧)
[2] صحيح البخاري، كتاب الجنائز (٢/ ١٩٤٩)
[3] صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب كون الإيمان يهدم ما قبله وكذا الهجرة (١٢١)

مرے؟'' اس آدمی نے کہا: شرک کے زمانے میں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگ قبروں میں آزمائے جاتے ہیں، اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم لوگ اپنے مردے دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ کے حضور دعا کرتا کہ وہ تمھیں بھی عذابِ قبر سنائے جس طرح کہ میں سنتا ہوں۔''

پھر آپ ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:
''پناہ مانگو اللہ تعالیٰ کی جہنم کے عذاب سے!''[1]

⑧ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے قبر اور آخرت کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ کا خطبہ سنا تو تمنا کرنے لگے کہ ''کاش میں ایک درخت ہوتا جسے کاٹ دیا جاتا۔''

وحشتِ قبر سے نجات کے لیے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کی نصیحت:

⑨ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:
''لوگو! میں تمھارا خیر خواہ اور تم سے شفقت کرنے والا ہوں، وحشتِ قبر سے بچنے کے لیے رات کی تاریکی میں نماز (تہجد) پڑھا کرو۔''[2]

⑩ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے مرض الموت میں رونے لگے، آپ سے پوچھا گیا: ''کیوں رو رہے ہیں؟'' فرمانے لگے: ''میں تمھاری اس دنیا (کو چھوڑنے کی) وجہ سے نہیں روتا، بلکہ آیندہ (پیش آنے والے) طویل سفر اور قلتِ زادِ سفر کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ میں نے ایسی بلندی پر شام کی ہے جس کے آگے جنت ہے یا جہنم اور میں نہیں جانتا ان دونوں میں سے میرا مقام کون سا ہوگا؟''[3]

قبر کی یاد نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کو اس قدر رلایا کہ بے ہوش ہوگئے:

⑪ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها (٢٨٦٧)

[2] حلیة الأولیاء (١/ ١٦٥)

[3] کتاب الزهد لابن المبارك (ص: ١٩٨)

''تعجب ہے اس شخص پر جو جانتا ہے کہ موت اس کا انجام ہے، قبر اس کا ٹھکانا ہے (اس کے باوجود اسے اس دنیا میں قرار حاصل ہے اور وہ سکون کی زندگی بسر کر رہا ہے)۔''

راوی کہتا ہے کہ حضرت مالک بن دینار نے یہ کہا اور زاروقطار رونے لگے، حتیٰ کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔[1]

⑫ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں یہ دعا مانگتے سنا ہے:

«اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ، وَ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَ الْمَمَاتِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ»[2]

''یا اللہ! میں قبر، دجال، زندگی اور موت کے فتنے سے نیز جہنم کی آگ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔''

⑬ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس رات میرے ہاں تشریف لاتے اس رات کے آخری حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع (مدینہ کا قبرستان) تشریف لے جاتے اور فرماتے:

«اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِين، وَاَتَاكُمْ مَا تُوعدُون، غَداً مُؤَجَّلُون وَ اِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنُ»[3]

''اس گھر کے مومنو! السلام علیکم، تم کو وہ کچھ مل گیا جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور (اس کا باقی حصہ) کل (قیامت کے بعد) کے لیے موخر کر دیا گیا ہے۔ ہم بھی ان شاء اللہ تمھارے پاس آنے والے ہیں۔ یا اللہ! بقیع غرقد والوں

[1] صفة الصفوة (٣/ ١٩٨)

[2] صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب التعوذ من عذاب القبر (٦٠١٥)

[3] صحيح مسلم كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور و الدعا لأهلها (٩٧٤)

کے گناہ معاف فرمائے'' آمین ثم آمین

ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم ان کے لیے دعا کریں جو لوگ فوت ہو گئے ہیں اور اپنے لیے بھی کیونکہ ہماری بھی منزل وہی ہے، یہاں پر تو ہم سب ایک ان دیکھی راہ کے مسافر ہیں۔

مسافر کون ہے؟ سفر کرنے والا۔ سفر کی نوعیت کیا ہے؟ ایک دن کا؟ ایک ہفتے کا؟ ایک سال کا؟ تفریح کے لیے جا رہے ہیں یا کہیں رہنے کے لیے جا رہے ہیں یا کسی سے ملنے کے لیے جا رہے ہیں؟ اگر ساری زندگی کے لیے جا رہے ہیں تو سفر کی تیاری کی نوعیت میں فرق ہوگا۔ کامیاب اور دانا مسافر کون ہے؟ جو سفر کی مدت اور اس کی نوعیت کو مدنظر رکھ کر تیاری کرے، ورنہ سخت مشکل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ موت کا سفر ہر انسان کی زندگی کا آخری سفر ہے۔ اسی کو ہم ''سفرِ آخرت'' کہتے ہیں۔

پھر کچھ سفر مجبوراً یا لازماً کرنا ہوتے ہیں اور کچھ اختیاری لیکن آخری سفر کے لیے کسی کو کوئی اختیار نہیں دیا گیا۔ ہمیشہ کے لیے اور ضرور جانا ہے۔ ہر ایک کو جانا ہے، وہی آخری ٹھکانا، آخری منزل اور آخری گھرانا ہے۔ ساتھ ہی جزا اور سزا کا معاملہ بھی ہے۔ سفر کا وقت طے شدہ ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ اچانک کوچ کرنا ہے، واپسی ممکن نہیں۔ خالی ہاتھ جانا ہے، کوئی مددگار ساتھ نہیں، اکیلے جانا ہے۔ ہاں! صرف اعمالِ صالحہ کی کرنسی ساتھ ہوگی جو روزِ قیامت کیش ہوگی، وہی کام آئے گی۔

ہر مسافر کو بس اپنے اعمال ہی ساتھ لے کر جانے ہیں۔ ربِ کائنات سے ملاقات بھی ہوگی لیکن انسان کتنا نڈر اور کیسا بے خوف بنا ہوا ہے، حالانکہ اس کے لیے کتنی نازک گھڑی اور کیسی کڑی آزمائش آنے والی ہے۔ موت کا سفر سب سے مختلف سفر ہے، اس لیے مسافر کو اس سفر کے لیے باقاعدہ محنت کی ضرورت ہے۔ یہ دنیا ہم نے بنائی ہے نہ ہم اس کے مالک ہیں۔ اس دنیا کے مالک کی مرضی کے مطابق چلیں گے تو معاملہ صحیح اور سفر کامیاب ہوگا، تب ہی محفوظ منزل تک پہنچیں گے۔

مسافر کی منزل:

دُنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے
جب سے بنی ہے دُنیا لاکھوں کروڑوں آئے
باقی رہا نہ کوئی، مٹی میں سب سمائے
اس بات کو نہ بھولو سب کا یہی حشر ہے
دُنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
آنکھوں سے تونے اپنی کتنے جنازے دیکھے
ہاتھوں سے تونے اپنے کتنے دفنائے مردے
انجام سے تو اپنے کیوں اتنا بے خبر ہے؟
دُنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
مخمل پہ سونے والے مٹی پہ سو رہے ہیں
شاہ و گدا وہاں سب ایک ہو رہے ہیں
دونوں ہوئے برابر یہ موت کا اثر ہے
دُنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
مٹی کے پتلے تم کو مٹی میں ہے سمانا
ایک دن یہاں تو آیا ایک دن یہاں سے جانا
رہنا نہیں ہے یہاں پر جاری تیرا سفر ہے
دُنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے
طے کر رہا ہے جو تو دو دن کا یہ سفر ہے
دنیا کے اے مسافر! منزل تیری قبر ہے

ہر آدمی زندگی سے موت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ کسی کا سفر دنیا کی خاطر اور کسی کا سفر عقبیٰ کی خاطر۔ جو شخص اللہ اور آخرت کی فکر میں جی رہا ہے، وہ اپنے آپ کو بچا رہا ہے اور جو شخص دنیا کی دلچسپیوں اور اپنے نفس کی خواہشوں میں جی رہا ہے، وہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہا ہے۔ زندگی کس قدر بامعنی ہے، مگر اس کا المناک انجام اسے کس قدر بے معنی بنا دیتا ہے۔ وہ اس طرح کہ آدمی بظاہر کتنا آزاد ہے مگر موت کے سامنے وہ کتنا مجبور نظر آتا ہے۔ ہر بندہ اپنی زندگی کو بے انتہا تصور کیے ہوئے ہے۔ اس موجودہ دنیا میں اپنی ''کل'' کو سنوارنے اور تعمیر کرنے کا ایک منصوبہ لیے ہوئے ہے، مگر اچانک موت آکر بتاتی ہے کہ تمھاری ''کل'' اس دنیا میں نہیں بلکہ اگلی دنیا میں شروع ہونے والی ہے جو ابدی دنیا ہے، انسان منصوبے ضرور بنائے، لیکن آخرت کو سامنے رکھ کر اور یہی اس کے لیے بہتر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن آدمی کے لیے موت (اللہ کی طرف سے) تحفہ ہے۔''[1]

کیونکہ مرنے کے بعد مومن آدمی دنیا کے مصائب و آلام سے نجات پاتا ہے اور آخرت کی ابدی نعمتوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، اس لیے موت کو مومن کے لیے تحفہ کہا گیا ہے، جبکہ فاسق آدمی کی موت سے انسانی مخلوق کے علاوہ جانور اور حجر و شجر تک نجات پاتے ہیں۔[2]

اللہ تعالیٰ ہمیں مومن والی موت نصیب فرمائے، صحیح معنوں میں موت اور قبر کی فکر ہمارے دلوں میں ڈال دے اور اللہ رب العالمین ہمیں بھی ان دو دنوں کی زندگی میں نیک اور صالح کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں کا ساتھ نصیب فرمائے

---

[1] الطبراني، الترغيب و الترهيب، رقم الحديث (٥١٢٣)

[2] صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب سكرات الموت، رقم الحديث (٦١٤٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٥٠)

جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرو جس طرح حیا کرنے کا حق ہے۔''

ہم نے عرض کی: ''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا تو کرتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایسے نہیں بلکہ اس طرح جیسے حیا کرنے کا حق ہے اور وہ یہ کہ تم حفاظت کرو سر کی اور جو کچھ سر میں ہے، [یعنی آنکھ، کان اور زبان وغیرہ کی] اور پھر پیٹ کی حفاظت کرو [کہ اس میں کوئی حرام چیز نہ جائے] اور ان چیزوں کی حفاظت کرو جو پیٹ کے ساتھ لگی ہوئی ہیں [یعنی شرمگاہ اور ہاتھ پاؤں وغیرہ] اور یاد کرو [قبر میں] ہڈیوں کے گل سڑ جانے کو۔ جو شخص آخرت کی زندگی کا خواہشمند ہو اسے چاہیے کہ دُنیا کی زیب و زینت چھوڑ دے۔ جس شخص نے یہ سارے کام کیے، اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جس طرح واقعی حیا کرنے کا حق تھا۔''[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وسنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق سے نوازے، کیونکہ دنیا اور آخرت کی کامیابی توحید کو اپنانے اور قرآن و حدیث کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے میں ہے۔ قرآن اور سنت کی اتباع ہی دراصل جنت کا راستہ ہے۔

یا أرحم الراحمین! آپ سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے ہیں!

کتابِ مبین نازل فرمانے والے آپ ہی ہیں۔ حضرت محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجنے والے آپ ہی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر، رؤف اور رحیم بنا کر بھیجنے والے آپ ہی ہیں، ہمیں خیرِ امت کے شرف سے نوازنے والے آپ ہی ہیں۔ ہمارے لیے دینِ اسلام پر چلنا آسان فرمانے والے آپ ہی ہیں۔ ہر طرح کی حمد وثنا

[1] صحیح سنن الترمذی، أبواب صفة القیامة (٢/ ٢٠٠٠)

صرف اور صرف آپ ہی کے لائق ہے۔

اے اللہ! ہماری طویل زندگی کا ایک ایک لمحہ خیر وبرکت سے، بھلائی اور عافیت سے بسر کروانے والے آ پ ہی ہیں۔ اے ہمارے رب! ہمارا ایک ایک لمحہ آپ کی رحمت و مغفرت کا محتاج ہے۔ ہم آپ کی بارگاہ میں رحم وکرم کی بھیک مانگتے ہیں۔ اے اللہ! ہمارے ایمانوں کی حفاظت فرمانا۔ اے ہمارے رحیم و کریم رب! اپنے رحم وکرم سے ہمارے لیے سکراتِ موت کے لمحے آسان فرمانا اور عذابِ قبر وعذابِ جہنم سے محفوظ رکھنا۔ اے اللہ! اپنی رحمتِ خاص سے ہماری روح کو بھی نیک اور متقی لوگوں کی روحوں میں شامل فرما دینا۔

﴿ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ ﴾ ''اے میرے رب! معاف فرما اور رحم فرما!''

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے موت کے وقت رحم کے فرشتے بھیجنا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے موت کے وقت ''لَا اِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ'' نصیب فرمانا۔

اے اللہ ......! اپنے رحم وکرم سے ہماری روح کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دینا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے اپنے مقرب فرشتوں کو ہمارے حق میں خیر و برکت کا گواہ بنانا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے ہمارا نام علیین میں لکھنے کا حکم صادر فرمانا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے قبر کی گھبراہٹ، خوف اور وحشت سے محفوظ فرمانا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے ہماری قبر کو چودھویں کے چاند جیسی روشنی سے منور فرمانا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے ہماری قبر کو حدِ نگاہ تک فراخ فرمانا۔

اے اللہ......! اپنے رحم وکرم سے ہماری قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنانا۔

اے ہمارے رب......! ہم گناہ گار سیاہ کار آپ کے رحم وکرم کے بھکاری ہیں۔ ہم

آپ کے رحم و کرم کی بھیک مانگتے ہیں۔

اے ہمارے رحیم و کریم رب ......! ہماری جھولیاں اپنے بے حد و حساب رحم سے بھر دیں۔

اے ہمارے غفور و غفار رب ......! رحم فرما۔

﴿ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ [المومنون: ۱۱۸]

''اے میرے رب! (ہمارے گناہ) معاف فرما اور (ہم پر) رحم فرما تو سارے رحم کرنے والوں سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔''

﴿ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ [البقرۃ: ۱۲۷]

''اے ہمارے رب! ہماری طرف سے اس خدمت کو قبول فرما بے شک تو سننے اور جاننے والا ہے۔''

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنَّ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ اِلَيْكَ.

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. قبر کا بیان۔ تالیف: مولانا محمد اقبال کیلانی
4. قیامت۔ تالیف: الشیخ عبداللہ بن جار اللہ بن ابراہیم۔ ترجمہ: مولانا تنویر احمد
5. دنیا کے اے مسافر۔ تالیف: ام منیب
6. موت کے بعد کیا دیکھا؟ تالیف: مولانا سلیم رؤف

غسلِ میت، تکفین و تدفین اور جنازہ

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورت آلِ عمران (آیت: ۱۸۵) سورت انبیا (آیت: ۳۵) اور سورت عنکبوت (آیت: ۵۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ﴾ ''ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔''

ابتدائے آفرینش اور تخلیقِ آدم علیہ السلام سے لے کر موت و حیات کا یہ سلسلہ جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا اور جو بھی جاندار اس دنیا میں آیا ہے، اُسے اپنی حیاتِ مستعار مکمل کر کے ایک نہ ایک دن یہاں سے رخصت ہونا ہی ہوتا ہے۔ موت کا یہ جام اپنے کیے ہوئے عملوں کے اعتبار سے چاہے کسی کے لیے تلخ ہو یا شیریں، بہرحال ہر کسی کو پینا ہی ہوتا ہے اور موت وہ اٹل حقیقت ہے جس سے کسی نیک و بد، شاہ و گدا اور غنی و فقیر کو مفر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ کریم کے مختلف مقامات پر اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے، یعنی موت ایک ایسی حقیقت ہے جس سے منکرینِ دین بھی انکار نہیں کر سکتے۔

جب ہماری زندگی کی بس صرف یہی حقیقت ہے تو آج اِس کا، کل اُس کا اور پھر ایک دن اپنا بھی جنازہ اُٹھے گا اور اس کا مشاہدہ ہم آئے دن اپنی آنکھوں سے کرتے ہی رہتے ہیں۔ مرنے والے کے لیے اس کے اعزّا و اقارب کی طرف سے سب سے بڑا تحفہ اس کے جنازے میں شریک ہونا اور اس کے لیے دعائے مغفرت کرنا ہوتا ہے۔

جنھیں دعائے جنازہ ہی نہیں آتی، وہ اپنے کسی عزیز کو الوداعی تحفہ کیا دیں گے؟ سوائے اس کے کہ امام کے پیچھے ستون بن کر کھڑے ہو جائیں۔ وہ ٹسوے تو بہاتے ہیں اور

ممکن ہے کہ کسی دنیوی مصلحت کے منقطع ہو جانے یا کسی خاص قرابت کی وجہ سے اس کی موت پر دُکھ بھی پہنچا ہو اور آنکھوں سے ٹپکنے والا پانی واقعی اشک ہائے غم ہو، لیکن ذرا اس نقطے پر کچھ تو غور کیجیے کہ یہ اب اس کو دے کیا سکے گا؟ جبکہ اِس نے اس پہلو کی طرف کبھی توجہ ہی نہیں دی تھی، گلستانِ رسول ﷺ کی کلیوں سے کبھی کچھ چنا ہی نہیں تھا کہ محبت و شفقت اور اُنس وقرابت کا ثبوت دینے والی دعاؤں کی کلیوں سے ہار بنا کر اپنے سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جانے والے اس عزیز کے گلے میں سجا دے۔

ماں کی ممتا کے انمٹ نقوش تو اس کے دل پر ثبت ہیں، لیکن اس کے دمِ واپسیں یہ اُسے کیا صلہ دے گا؟ باپ کی شفقت اُسے کبھی نہیں بھولے گی مگر اُسے جاتے وقت یہ کیا پیش کرے گا؟ بہن بھائی کی محبتیں اسے مدتوں یاد رہیں گی، مگر اِس نے اُنہیں ان کی محبتوں کا کیا صلہ دیا؟ میاں بیوی کا پیار انھیں عمر بھر تڑپائے گا، مگر جب وہ ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہونے لگے تو ایک نے دوسرے کی عمر بھر کی چاہتوں کا کیا بھرم رکھا؟ ناز و نعمت سے پالے ہوئے بیٹے بیٹی کی وفات اسے زندگی سے بیزار کر گئی ہے، مگر اس کی موت پر اس نے اسے کیا دے بھیجا؟ انتہائی قریبی تعلقِ خاطر والے احباب میں سے کسی کی جوان مرگی اِسے ادھ موا کر گئی ہے، لیکن اس کی طرف سے آج وہ خالی ہاتھ ہی جا رہا ہے۔ لٰہذا ذکرِ موت اور فکرِ آخرت سے اتنا بھی غافل نہیں رہنا چاہیے۔

موت شہید کی ہو یا عام مرگ، موت بہر حال موت ہی ہے جو پسماندگان اور عزیز و اقارب کے لیے صدمے اور دُکھ کا باعث بنتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ یہ زندگی خوشی وغم اور شادی و مرگ سے عبارت ہے۔ موت وحیات کا نظام کائنات کا ایک جز ہے اور ہر ذی رُوح کی موت کا وقت مقرر ہے جس سے کسی کو مفرّ نہیں۔ برگزیدگانِ الٰہیہ پیغمبر علیہم السلام ہوں، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا دیگر اولیاء اللہ رحمہم اللہ ہوں، موت کا جام ہر کسی کے لیے مقرر ہے۔ دشمنانِ دین ہوں، اپنے آپ کو ﴿ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی ﴾ کہلوانے والے صاحبِ جبروت و سطوت ہوں، شاہ ہوں یا گدا، امیر ہوں یا فقیر، موت بہر حال سب کا مقدر ہے، جیسا کہ

شروع میں آیت گزری ہے۔

اسی قانونِ الٰہی کے تحت جب کسی کو موت آ جائے تو ایسے موقع پر فطرتی اَمر ہے کہ پسماندگان کو صدمہ اور دُکھ تو پہنچے گا، مگر اس کے اظہار کی کہاں تک اور کس طرح گنجاش ہے؟ اس سلسلے میں بھی شریعتِ اسلامیہ میں واضح ہدایات موجود ہیں، چنانچہ سورت بقرہ (آیت: ۱۵۵ تا ۱۵۷) میں اللہ تعالیٰ نے ایسے موقع پر صبر و ہمت سے کام لینے کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۵ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ۝۱۵۶ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴾

''اور صبر کرنے والوں کو خوشخبری دے دیں جو مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و عنایت ہے اور یہی لوگ (آخرت میں) کامیابی پانے والے ہیں۔''

مصیبت آ جائے، دل دُکھوں سے بھر جائے اور صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلک پڑے تو دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے رونا اور آنسو بہانا بھی جائز ہے، کیونکہ صحیح بخاری و مسلم میں ایسے کئی مواقع پر خود نبی رحمت ﷺ کا آنسو بہانا ثابت ہے، جیسا کہ بخاری و مسلم اور ابو داود میں اپنی بیٹی کی ایک لختِ جگر (امامہ بنت زینب رضی اللہ عنہا)[1] اور خود اپنے لختِ جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ پر آنسو بہانا ثابت ہے۔[2]

بشرطیکہ رونے اور آنسو بہانے کے ساتھ زبان نہ چلائی جائے، مرنے والے کی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٨٤) مسلم مع النووي (٣/ ٦/ ٢٢٤) سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٦٨٠)

[2] صحيح البخاري (٣/ ٢٠٦، رقم الحديث: ١٣٠٣) مسلم مع شرح النووي (٨/ ١٥/ ٧٥)

صفات اور اس کی موت کی وجہ سے پیش آنے والے مصائب کا ذکر نہ چھیڑا جائے، کیونکہ بخاری و مسلم اور ابو داود میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے اور دل کے حزن وغم پر عذاب نہیں کرے گا، البتہ اس کے عذاب دینے یا رحم فرمانے کا تعلق اِس سے ہے اور یہ کہتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک کی طرف اشارہ فرمایا۔''[1]

مُحتَضَرُ [جو شخص مرنے کے قریب ہو] کے احکام:

جب کوئی شخص مرنے کے قریب ہو تو سنت یہ ہے کہ اس کو قبلے کی طرف متوجہ کر دیں۔[2] یعنی دائیں کروٹ پر اس طرح لٹائیں کہ اس کا منہ قبلے کی طرف ہو۔[3]

اگر کسی وجہ سے اس طرح نہ لٹا سکیں تو چت لٹائیں، اس طرح کہ اس کے پیر قبلے کی طرف ہوں اور سر کے نیچے تکیہ یا کوئی اور چیز رکھ کر اونچا کر دیں کہ منہ قبلے کی طرف ہو جائے۔ اس طرح لٹانے سے بھی سنت ادا ہو جائے گی، اگر قبلے کی طرف متوجہ کرنے میں مریض کو تکلیف ہو، تو جس حالت پر ہو اسی حالت پر اس کو چھوڑ دیں۔

اس کو کلمہ ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کی تلقین کریں، یعنی اس کے پاس بیٹھ کر یہ کلمہ بآواز بلند لیکن اچھے انداز سے کہیں کہ وہ سنے اور یہ کلمہ اس کو یاد آجائے اور اس کو پڑھنے کے لیے کہیں، مگر ٹھہر ٹھہر کر اطمینان کے ساتھ کہیں۔ جی ہاں، لگا تار دیر تک نہ کہتے رہیں اور نہ چلا کر شور وغل کے ساتھ کہیں، کیونکہ مریض پر جان کنی کا وقت نہایت نازک ہوتا ہے، ایسا نہ ہو کہ آزردۂ خاطر ہو کر کہیں زبان سے کوئی ناملائم بات نکلے یا اس کے دل کو اس سے نفرت ہو جائے۔ مریض جب ایک بار ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کہے، تو پھر تلقین کی ضرورت

---

[1] صحيح البخاري مع الفتح (٣/ ٢٠٩)، رقم الحديث (١٣٠٤) صحيح مسلم مع شرح النووي (٣/ ٦/ ٢٢٦) صحيح أبي داود، رقم الحديث (٢٦٨١)

[2] أخرجه الحاكم، الدراية لابن حجر (١/ ٢٢٨، ٢٢٩)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٣١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٧١٠)

نہیں، ہاں اس کلمے کے بعد کوئی دوسری بات بولے تو پھر تلقین کرنا چاہیے تا کہ وہ اس کلمے کو پھر کہے اور اس کا آخری کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' ہو جائے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص کا آخری کلمہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' ہوگیا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''[1]

جب روح قبض ہوجائے تو آنکھیں بند کر دیں، ہاتھ پیر سیدھے کر دیے جائیں، تمام بدن کپڑے سے ڈھانپ دیا جائے، میت کے لیے اور اپنے لیے دعائے استغفار کریں اور کوئی بُرا کلمہ زبان سے نہ نکالیں، کیونکہ اس وقت جو کچھ کہا جاتا ہے فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کی آنکھیں کھلی تھیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بند کر دیا تو ان کے گھر کے بعض لوگ رونے چلانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جانوں کے لیے نیک دعا کے سوا کوئی بد دعا نہ کرو، اس لیے کہ جو تم لوگ کہتے ہو، اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی جس کا ترجمہ یوں ہے:

''اے اللہ! تو ابوسلمہ کو بخش دے اور ہدایت والوں میں اس کا درجہ بلند کر اور اس کے پسماندگان میں ان کا خلیفہ بن، یعنی ان کا محافظ و نگہبان رہ اور ہم لوگوں کی اور ان کی مغفرت کر یا رب العالمین اور ان کے لیے ان کی قبر میں کشادگی اور ان کے لیے ان کی قبر میں روشنی کر۔''[2]

موت کے صدمے کے وقت صبر کرنا چاہیے اور یہ دعا پڑھنی چاہیے:

((﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ اَللّٰهُمَّ اُجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَ اخْلُفْ لِيْ خَيْراً مِنْهَا))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١١٦)

[2] صحيح مسلم (٧/ ٩٠٢)

''جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس سے بہتر بدلہ دیتا ہے۔''[1]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں:

''جب [میرے شوہرِ اوّل] حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی تو میں نے اپنے جی میں کہا کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون مسلمان ہوگا؟ یہ اس خاندان کے پہلے شخص تھے، جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہلی ہجرت کی تھی، پھر میں نے اس دعا کو پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے بدلے میں ان سے بہتر شخص [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم] مجھ کو عطا فرمائے۔''[2]

جو لوگ مصیبت کے وقت صبر کرتے اور ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ پڑھتے ہیں، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے رحمت و مہربانی اور ہدایت کی بشارت دی ہے جیسا کہ سورۃ البقرہ (آیت: ۱۵۷) گزرا ہے۔

تجہیز و تکفین:

جب روح قبض ہو جائے تو فوراً تجہیز و تکفین کا سامان کرنا چاہیے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا تو بس یہی گمان ہے کہ طلحہ رضی اللہ عنہ کی موت آ پہنچی ہے، ان کے مرنے کی مجھے خبر دینا اور تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا، اس لیے کہ مسلمان کی لاش کو اس کے لوگوں میں روکنا مناسب و سزا وار نہیں۔[3]

کوئی شخص مرگیا اور اس نے اپنی بیوی کا حق مہر ادا نہیں کیا اور کچھ مال بھی نہیں چھوڑا تو اس صورت میں بیوی اگر اس کو اپنا حق مہر خوشی سے معاف کر دے تو بڑے ثواب

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩١٨)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩١٨)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٥٩)

کی بات ہے اور یہ اس کا اپنے شوہر متوفی پر بہت بڑا احسان کرنا ہے، لیکن اگر وہ مال چھوڑ گیا ہے، تو اس صورت میں اس کی بیوی سے خواہ مخواہ مہر معاف کرانا جائز نہیں، بلکہ اس صورت میں ورثا پر لازم ہے کہ اس کی بیوی کا مہر اور دوسرے قرض خواہوں کا قرض فوراً ادا کریں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کی مصیبتوں سے اس کو نجات دے گا۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ایسے شخص کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھتے تھے، جو قرض دار مرتا اور مال نہ چھوڑ جاتا، جس سے اس کا قرض ادا کیا جاتا، بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے کہ تم لوگ اس کی نمازِ جنازہ پڑھ لو، پھر جب فتوحات ہوئیں اور غنیمت کے مال آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے قرض دار میت کا قرض خود اپنی طرف سے ادا فرماتے اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے۔

خودکشی کرنے والے کی نمازِ جنازہ:

صحیح مسلم اور سننِ اربعہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

> ''نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسے شخص کی میت لائی گئی جس نے لوہے کے آنکس (چوڑے تیر) سے خودکشی کی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی۔''[2]

ایسے شخص کی نمازِ جنازہ عام مسلمان تو پڑھ سکتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے ائمہ و سلاطین نہ پڑھیں، تاکہ لوگوں کو ایسے شنیع فعل سے عبرت حاصل ہو، اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تو ایسے افراد کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھی، لیکن دوسروں کو حکم دیا کہ تم اس کی نمازِ جنازہ پڑھو، کیوں وہ ایسے کبیرہ گناہ کے بعد بھی مسلمان ہوتا ہے۔

تجہیز و تکفین اور جنازہ و تدفین میں جلدی کرنا:

حدیث شریف میں اس بات کی بڑی تاکید آئی ہے کہ جب کسی کی موت واقع

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٥٦٣)

[2] فتح الباری مع التعلیق (٣/ ٢٢٧)

ہوجائے تو اس کی تجہیز و تکفین اور جنازہ و تدفین میں جلدی کی جائے، اس میں بلاوجہ تاخیر کرنا صحیح نہیں ہے، بظاہر اگرچہ یہ جفا اور سختی معلوم ہوتی ہے مگر درحقیقت یہ وفا اور احسان ہے، مثلاً مرنے والا نیک آدمی ہے تو اسے جلد از جلد اللہ کی نعمتوں کی طرف روانہ کردینا ہی اس کے لیے بہتر ہے، ہاں اگر وہ ایسا نہیں تو بھی اسے اس کے اصل ٹھکانے کی طرف پہنچا دینا اور اس فریضے سے جلد سبک دوش ہوجانا ہی مناسب ہے، اس کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ ابو داود اور معجم طبرانی کبیر میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موت کے واقعہ کے ضمن میں ہے:

''تجہیز و تکفین میں جلدی کرو کیونکہ کسی مسلمان کی میت کو یہ لائق نہیں کی اُسے اس کے گھر والے اپنے مابین روک رکھیں۔''[1]

اسی طرح سنن ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، مسند احمد اور مستدرک حاکم میں ہے:

''علی! تین کام کرنے میں تاخیر نہ کرو: ① نماز ادا کرنے میں جب اس کا وقت ہو جائے۔ ② نمازِ جنازہ پڑھنے میں جبکہ موت واقع ہوجائے۔ ③ جب بیوہ (یا نوجوان کنواری) کے لیے مناسب رشتہ مل جائے تو اس کی شادی کرنے میں۔''[2]

غسلِ میّت کا حقدار:

میت کو غسل وہ دے جس کا تعلق میت کے ساتھ سب سے زیادہ قریبی ہو، ہاں اگر وہ غسل دینے کا طریقہ نہ جانتا ہو تو کوئی بھی مسلمان غسل دے سکتا ہے، بشرطیکہ غسل دینے والا پرہیز گار اور امانت دار ہو۔ یہ بات مسند احمد اور طبرانی اوسط میں مذکور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث سے معلوم ہوتی ہے اور اُسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ جس شخص نے کسی میّت کو غسل دیا تو امانت داری اور حکمِ شریعت کے مطابق غسل دے، اگر اُسے میّت سے کوئی

[1] سنن أبي داود مع العون (٨/ ٤٣٥)

[2] سنن الترمذي مع التحفة (٤/ ١٨٩، ١٩٠)

ناپسندیدہ بات معلوم ہوئی اور اس نے اسے ظاہر نہ کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہوجاتا ہے جیسے اُس کی ماں نے آج ہی اُسے جنم دیا ہو۔[1]

بیوی کے اپنے شوہر کو غسل دینے کے دلائل:

① سنن ابو داود، بیہقی، مستدرک حاکم اور مسند احمد میں نبی اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مروی ہے کہ وہ فرمایا کرتی تھیں:

''جو بات مجھے بعد میں معلوم ہوئی ہے، اگر پہلے معلوم ہوجاتی تو نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو صرف آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔''[2]

② اِسی طرح متعدد آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس بات کی تائید ہوتی ہے، مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے خود انھیں غسل دیا تھا۔[3]

③ حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کی بیوی انھیں غسل دے۔

④ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی ہی نے غسل دیا تھا۔[4]

شوہر کے اپنی بیوی کو غسل دینے کے دلائلِ جواز:

جمہور اہلِ علم کے نزدیک شوہر بھی اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

''تم اگر مجھ سے پہلے وفات پا گئیں تو تمھیں کوئی نقصان نہیں ہوگا، کیونکہ میں خود تمھیں غسل دوں گا، کفن پہناؤں گا، پھر تمھاری نمازِ جنازہ پڑھوں گا اور تمھیں دفن کروں گا۔''[5]

---

[1] الفتح الرباني (٧/ ١٥٣)

[2] سنن أبي داود مع العون (٨/ ٤١٥)

[3] نيل الأوطار (١/ ٢٣٩ و ٣/ ٤/ ٢٧)

[4] المغني لابن قدامة (٢/ ٤٣٥)

[5] سنن ابن ماجه (١/ ٧٤٠) سنن الدار قطني (١/ ٢/ ٢٧٤)

امام شوکانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلیل ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے مرجانے کے بعد غسل دے سکتا ہے اور وہ اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔[1]

اِسی طرح مسند شافعی، سنن دارقطنی، مستدرک حاکم اور بیہقی میں مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو ان کے شوہرِ نامدار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُنھیں غسل دیا تھا۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''مرد اپنی بیوی کو غسل دینے کا زیادہ حق دار ہے۔''[3]

جمہور اہلِ علم کا کہنا ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ انتہائی قریبی ہوتا ہے اور زندگی بھر ان میں جو باہمی قُرب و محبت رہی ہوتی ہے، اُسی کے نتیجے میں جس قدر عمدگی سے وہ دونوں ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں، یہ کسی دوسرے سے ممکن نہیں ہوسکتا۔

احناف کا کہنا ہے کہ شوہر کے وفات پا جانے سے عدّت کے (چار ماہ دس) دن پورے ہونے تک بیوی اس کے لیے محرم ہوتی اور اس کی زوجیت میں رہتی ہے، لہٰذا وہ شوہر کو غسل دے سکتی ہے جبکہ اس کے برعکس بیوی کا انتقال ہوجانے کے بعد وہ اپنے شوہر کے لیے محرم نہیں رہتی، لہٰذا اس کا اُس کی طرف دیکھنا اور اُسے چھونا تک جائز نہیں۔[4]

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے ہیں کہ ''میں تمھیں غسل دیتا۔'' لہٰذا انتقال کے بعد بھی بیوی کی میت اپنے شوہر کے لیے غیر محرم نہیں ہوتی، اُس کا اُسے دیکھنا یا چھونا اور غسل دینا جائز ہے۔

غسلِ میت کا بیان:

شہید کے سوا ہر میت کو غسل دینا ضروری ہے، شہید کو غسل کے بغیر اس کے کپڑوں

[1] نيل الأوطار (٢/ ٤/ ٢٧)
[2] إرواء الغليل للألباني (٣/ ١٦٢)
[3] سنن البيهقي (٣/ ٤٠٩)
[4] الفتح الرباني (٧/ ١٥٧)

میں خون سمیت دفن کرنے کا حکم ہے۔ ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص میت کو غسل دے اور چھپائے یعنی اس بات کو چھپائے جو ظاہر کرنے کے قابل نہ ہو، تو اس کے چالیس کبیرہ گناہ بخشے جاتے ہیں۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرفوع روایت میں مروی ہے:

''جو شخص میت کو غسل دے اور اور غسل دینے میں امانت ادا کرے، یعنی شریعت کے مطابق غسل دے اور کوئی مکروہ و نا قابلِ ذکر بات اس سے معلوم ہو، تو اس کو ظاہر نہ کرے۔ پس وہ شخص اپنے گناہوں سے ایسا نکل جاتا ہے جیسا کہ اس کی ماں نے جس دن اس کو جنا تھا اور چاہیے کہ میت کو اس کے قرابت دار غسل دیں، جو قرابت میں زیادہ قریب ہوں، بشرطیکہ ان کو غسل دینے کا طریقہ معلوم ہو اور اگر نہ معلوم ہو، تو وہ لوگ غسل دیں جو پرہیز گار اور امانت دار ہوں۔''[2] لیکن یہ حدیث ضعیف ہے۔[3]

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ میت کو غسل دینا بہت ہی ثواب کا کام ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کو اس کے قرابت دار لوگ غسل دیں جو قرابت میں زیادہ قریب ہوں اور اگر ان کو غسل دینے کا طریقہ معلوم نہ ہو تو دوسرے لوگ غسل دیں جو دین دار اور پرہیز گار ہوں۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ:

سب سے پہلے جب میت کو غسل دینے کا ارادہ کریں تو اس کے کپڑے اتار دیں، مگر بدن کا جتنا حصہ زندگی کی حالت میں چھپانا ضروری ہے اس کو بے ستر نہ کریں، پھر

[1] مستدرك الحاكم (١/ ٣٥٤، ٣٦٢)

[2] مسند أحمد (٦/ ١١٩، ١٢٠)

[3] نيل الأوطار (٤/ ٢٦)

ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس کا استنجا کرائیں اور بدن پر کہیں نجاست ہوتو اس کو بھی پاک کریں، پھر وضو کرائیں اور سر اور ڈاڑھی میں بال ہوں تو انھیں کسی صاف کرنے والی چیز (صابن وغیرہ) سے دھوئیں۔ اگر میت عورت ہوتو اس کے سر کی چوٹیوں کو کھول کر اس کا سر دھوئیں، پھر تین بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دیں اور آخری بار پانی میں کافور ملائیں، اگر تین بار سے زیادہ غسل دینے کی ضرورت محسوس ہوتو پانچ بار غسل دیں یا پانچ بار سے بھی زیادہ، مگر طاق ہونا چاہیے اور غسل دینے میں دائیں طرف سے شروع کریں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو غسل دے رہی تھیں، اسی حالت میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ اس کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، تین بار یا پانچ بار یا اس سے زیادہ اگر تم کو ضرورت محسوس ہو اور آخری غسل میں کافور ڈالو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ان کی دائیں طرف سے اور وضو کی جگہوں سے شروع کرو۔[1]

نرمی اور آہستگی سے غسل دیں اور میت سے کوئی مکروہ اور معیوب بات معلوم ہوتو اس کو چھپائیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں۔ جس مقام میں غسل دیں وہاں پردہ کرلیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔[2]

نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اپنے مردوں کی خوبیوں کو بیان کرو اور ان کی برائیوں کے ذکر سے باز رہو۔''[3]

بعض علمائے کرام لکھتے ہیں کہ غسل دینے والا جب میت کی کوئی اچھی بات دیکھے،

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٦٧، ١٢٥٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٣٩)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٤٤٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٨٠)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٩٠٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠١٩)

مثلاً اس کے چہرے کا چمکنا اور روشن ہونا یا اس سے خوشبو کا معلوم ہونا، تو بہتر ہے کہ اس کو لوگوں سے بیان کرے اور اگر کوئی مکروہ بات دیکھے، مثلاً اس کے چہرے یا بدن کا سیاہ ہو جانا یا اس کی صورت کا بدل جانا یا اس سے بدبو معلوم ہونا تو اس کو لوگوں پر ظاہر کرنا جائز نہیں۔

فائدہ: 1

جب میت کو غسل دینے کے لیے تخت یا چارپائی پر لٹائیں تو کس رخ پر لٹائیں؟

اس بارے میں کوئی حدیث تو ہماری نظر سے نہیں گزری، تاہم علما کی آرا اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جیسے قبر میں لٹایا جاتا ہے، اسی طرح غسل دینے کے وقت بھی لٹانا چاہیے اور بعض کہتے ہیں اس طرح لٹایا جائے کہ اس کے پیر قبلے کی طرف ہوں۔

مذکورہ بالا حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا چاہیے، رہی یہ بات کہ بیری کے پتوں کو کس طریقے سے استعمال کرنا چاہیے، سو اس کے متعلق حدیث سے کوئی تشریح نہیں ملتی ہے۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں ڈالیں اور پانی کو خوب حرکت دیں، یہاں تک کہ جھاگ نکلے، پھر اس جھاگ کو میت کے تمام بدن پر ملیں۔ پھر خالص پانی ڈالیں، یہ ایک غسل ہوا۔ ملکِ عرب میں یہ دستور ہے کہ بیری کے پتوں کو پانی میں پیس کر میت کے تمام بدن پر ملتے ہیں، پھر خالص پانی سے بدن کو صاف کر دیتے ہیں۔

میت چونکہ منہ اور ناک سے پانی خارج نہیں کر سکتی، اس لیے میت کو مضمضہ [کلی کرانے] اور استنشاق [ناک میں پانی ڈالنے] کے ساتھ وضو نہیں کرانا چاہیے، صرف انگلی پر کپڑا لپیٹ کر اس کے مسوڑھوں، دانتوں اور لبوں کو مل دیا جائے اور ناک کے نتھنوں میں انگلی پھیری جائے۔

فائدہ: 2

تین بار غسل دینے کے بعد میت کی شرم گاہ سے کوئی شے خارج ہو تو اس کا دھو دینا کافی ہے یا پھر دوبارہ غسل دینا چاہیے؟ اس بارے میں علما کے دو قول ہیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ

کہتے ہیں کہ دھو دینا کافی ہے، پھر دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں، یہی علمائے حنفیہ کا قول ہے اور امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تین بار غسل دیا جائے۔ اگر تین بار غسل دینے کے بعد کوئی شے خارج ہو تو پانچ بار غسل دیا جائے۔ اگر پانچ بار غسل دینے کے بعد کوئی شے خارج ہو تو سات بار غسل دیا جائے۔ یہ امام محمد بن سیرین وہ شخص ہیں جو تجہیز و تکفین کے احکام و مسائل کو تمام تابعین سے زیادہ جاننے والے تھے، انھوں نے غسل دینے کا طریقہ حضرت حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے سیکھا تھا اور خوابوں کے معروف تعبیر دان بھی تھے۔

فائدہ: 4

کوئی مسلمان مرجانے کے بعد نجس و ناپاک نہیں ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اپنی میت کو نجس مت کہو، کیونکہ مومن نجس نہیں، نہ زندگی کی حالت میں اور نہ مرنے کے بعد۔[1]

کفن کا بیان:

میت نے اگر کچھ مال چھوڑا ہے تو پہلے اس سے اس کی تجہیز و تکفین کی جائے گی، اگر اس قدر مال چھوڑا ہے کہ اس سے کفن مسنون ہوسکتا ہے تو کفن مسنون ہی دینا چاہیے، یعنی میت مرد ہو تو تین کپڑے اور عورت ہو تو پانچ کپڑے اور اگر اس قدر مال نہیں چھوڑا ہے تو تین اور پانچ کی کوئی قید نہیں، دو کپڑے ہوسکیں تو دو ہی کافی ہیں، ایک ہوسکے تو ایک ہی کافی ہے، بلکہ ضرورت کے وقت ایک ایسے کپڑے میں بھی کفنانا جائز ہے جو اس قدر لمبا نہ ہو کہ میت کے پورے قد کو چھپائے، ایسی صورت میں سر کی طرف کفنانا چاہیے اور پیروں کی طرف اذخر [ایک خوشبودار گھاس کا نام ہے جو عرب میں ہوتی ہے] سے یا کسی اور گھاس سے چھپا دینا چاہیے۔

حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگِ اُحد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کے کفن کے لیے کوئی کپڑا نہیں ملا، مگر ایک ایسی چادر تھی جس

[1] سنن سعيد بن منصور. فتح الباري شرح صحيح البخاري (٣/ ١٢٧)

سے ہم لوگ ان کا سر چھپاتے تو پیر کھل جاتے اور پیر چھپاتے تو سر کھل جاتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ ان کا سر چھپائیں اور پیروں پر اذخر ڈال دیں۔[1]

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح ایک ناکافی کپڑے میں کفنائے گئے تھے کہ سر کی طرف کفن تھا اور پیر اذخر گھاس سے چھپا دیے گئے تھے۔

کفن کا کپڑا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سفید کپڑے پہنو، کیونکہ وہ تمھارے بہترین کپڑوں میں سے ہیں اور ان میں اپنے مُردوں کو کفناؤ۔''[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفن سفید ہونا بہتر ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب کوئی اپنے بھائی کو کفن دے تو اچھا کفن دے۔''[3]

اچھے کفن کا مطلب یہ ہے کہ عدد اور طول وعرض میں کامل اور سنت کے مطابق ہو، اور قیمت میں اوسط درجے کا ہو اور پاک و صاف اور ساتر ہو۔ اچھے کفن سے یہ مطلب نہیں ہے کہ بیش قیمت ہو، کیونکہ بیش قیمت کفن دینے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کفن میں حد سے نہ بڑھو [یعنی بیش قیمت کفن نہ دو] کیوں کہ وہ بہت جلد چھین لیا جائے گا (یعنی گل سڑ جائے گا)۔''[4]

کفن کے لیے نیا کپڑا ہونا ضروری نہیں ہے، پرانے اور مستعمل کپڑے میں بھی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٧٥)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٨٧٨) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٤٧٢)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٤٣)

[4] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٥٤)

مُردوں کو دفن کرنا جائز و درست ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں اپنا مستعمل تہبند دیا تھا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرنے کے وقت اپنے اس کپڑے کی طرف اشارہ کر کے جس کو وہ پہنے ہوئے تھے، فرمایا کہ میرے اس کپڑے کو دھو لینا اور دو نئے کپڑے لے لینا اور مجھے ان ہی پرانے اور نئے کپڑوں میں کفنانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کا یہ کپڑا تو پرانا ہے، آپ نے فرمایا: مردے کی نسبت زندہ نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہے۔[1]

اپنا کفن خود تیار کر کے رکھ لینا:

اپنی زندگی میں اپنے لیے کفن تیار رکھنا جائز ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک روز ایک اچھی چادر پہن کر باہر تشریف لائے۔ ایک شخص نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! یہ چادر مجھے عنایت فرمائیے۔ لوگوں نے اس سے کہا: تم نے اچھا نہیں کیا، رسول اللہ ﷺ نے اس کو رغبت سے پہنا تھا اور تم کو معلوم ہے کہ آپ ﷺ کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے، اس شخص نے کہا: میں نے اس کو پہننے کے واسطے نہیں مانگا ہے، بلکہ میں نے اس کو اپنے کفن کے واسطے مانگا ہے۔[2]

کفن کو زمزم میں بھگونے کی رسم:

یہاں یہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ آج کل حجاجِ کرام اپنے لیے اور اپنے اعزا و اقارب کے لیے کفن کا کپڑا آبِ زمزم میں بھگو کر لاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ، صحابہ و تابعین اور سلفِ صالحین سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ آبِ زمزم فی نفسہٖ بڑا بابرکت ہے، لیکن اگر مرنے والے کے عمل ہی درست نہ ہوں تو پھر آبِ زمزم تو کیا، عبداللہ بن ابی بن سلول کو تو نبی اکرم ﷺ کی مبارک قمیص اور نمازِ جنازہ سے بھی فائدہ نہیں ہوا تھا اور پھر

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٨٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٧٧)

اس جیسوں کی نمازِ جنازہ سے آپ ﷺ کو منع ہی کر دیا گیا تھا۔[1]

اس واقعے میں بڑی عبرتیں اور لمحاتِ فکر یہ ہیں۔

کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کا رواج:

آج کل کفن پر دعائیہ کلمات لکھنے کا بھی کافی رواج ہے، حالانکہ قرآن و سنت، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل، آثارِ صحابہ و تابعین اور اقوالِ ائمہ کرام، کسی سے بھی یہ فعل ثابت نہیں، لہٰذا جو کام خیر القرون میں نہ ہوا ہو، وہ باعثِ خیر و برکت ہرگز نہیں ہوسکتا۔[2]

مردوں کے لیے کفنِ مسنون کا بیان:

مردوں کے لیے کفنِ مسنون تین کپڑے ہیں اور وہ تین لفافے ہیں، یعنی تین چادریں جو اس قدر لمبی اور چوڑی ہوں جن میں میت کو خوب اچھی طرح لپیٹ سکیں اور وہ قدم تک بخوبی چھپ جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

> ''رسول اللہ ﷺ تین کپڑوں میں کفنائے گئے، جو سفید تھے اور مقامِ سحول کے بنے ہوئے اور سوتی تھے جن میں نہ کرتا تھا نہ عمامہ۔''[3]

جامع ترمذی [حدیث: ۹۹۷] میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن کے بارے میں مختلف روایتیں آئی ہیں، ان تمام روایتوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت زیادہ صحیح ہے اور اکثر اہلِ علم صحابہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا اسی پر عمل ہے اور مردوں کو کرتا، ازار اور لفافے میں بھی کفنانا ثابت ہے۔ موطا امام مالک رحمہ اللہ (۲/ ۱۹۰، ح: ۵۷۶) موطا امام محمد رحمہ اللہ (ص: ۱۶۲)، بخاری (رقم الحدیث: ۱۲۶۹) اور مسلم (رقم الحدیث: ۲۴۰۰) میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن ابی کا جب انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے رسول اللہ ﷺ

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: سورة التوبة (آیت: ٨٠ اور ٨٤) صحيح البخاري، كتاب الجنائز، باب الكفن في القميص... مع الفتح (٣/ ١٣٨)

[2] أحكام الجنائز (ص: ٢٤٨)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٧٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٤١)

سے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے اپنا کرتا عنایت فرمائیے، میں اس میں اپنے باپ کو کفناؤں گا، آپ ﷺ نے ان کو اپنا کرتا دے دیا۔

مَردوں کو کفن دینے کا طریقہ:

① کفنانے سے پہلے مردوں کے سر اور ڈاڑھی اور کفن میں حنوط لگانا چاہیے اور اگر حنوط موجود نہ ہو تو عطر یا کوئی اور خوشبو استعمال کرنا چاہیے۔

② مسند احمد (۳/ ۳۳۱) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میت کو دھونی دو تو تین مرتبہ دو اور بیہقی (۳/ ۴۰۵) کی روایت میں ہے کہ میت کے کفن کو تین بار دھونی دو۔

③ سجدے کی جگہوں پر کافور ملنا چاہیے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میت کے مواضعِ سجود (یعنی دونوں ہتھیلیوں، ناک، پیشانی، دونوں زانوں اور دونوں پاؤں کے اگلے حصہ) پر کافور ملا جائے۔

عورتوں کے کفنِ مسنون کا بیان:

عورتوں کے لیے کفنِ مسنون کے جو پانچ کپڑے ہیں، وہ یہ ہیں: تہبند، کرتا اور خمار جس کو دامنی کہتے ہیں یعنی سر بند اور دو لفافے یعنی دو چادریں، حضرت لیلیٰ ثقفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

> ''ان عورتوں میں مَیں بھی تھی جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے وقت غسل دیا تھا، پس رسول اللہ ﷺ نے پہلے ہم کو تہبند دیا، پھر کرتا، پھر خمار، پھر چادر، پھر ایک دوسرے کپڑے میں لپیٹی گئیں۔ رسول اللہ ﷺ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان کے پاس کفن تھا، ایک ایک کپڑا ہم کو دیتے تھے۔''[1]

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۱۵۷)

حدیث میں اس کی تصریح نہیں آئی ہے کہ عورتوں کے کفن میں جو تہبند دیا جائے وہ کتنا لمبا اور کتنا چوڑا ہونا چاہیے، لیکن یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں اپنا تہبند اپنی کمر سے کھول کر دیا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے تہبند کی لمبائی چوڑائی شرعی تہبند کے مطابق ہونی چاہیے اور عورتوں کا کرتا مونڈھے سے قدموں تک ہونا چاہیے، جیسا کہ زندہ عورتوں کو اتنا لمبا کرتا پہننا درست ہے اور خمار یعنی سر بند کا طول وعرض اس قدر ہونا چاہیے کہ عورت کا سر مع اس کے بالوں کے اس میں چھپ سکے۔

عورتوں کو کفن پہنانے کا طریقہ:

کفنانے سے پہلے مرد کی طرح عورت کے سجدے کی جگہوں پر بھی کافور ملنا چاہیے اور حنوط یا عطر استعمال کرنا چاہیے، عورت کے سر کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر پیچھے ڈال دینا چاہیے، سر کے آگے کے بالوں کی ایک چوٹی بنائی جائے اور سر کے دونوں جانب کے بالوں کی دو چوٹیاں بنائی جائیں اور عورت کے کفن کو بھی کسی خوشبو دار چیز اگر یا لوبان سے دھونی دی جائے۔

عورت کو پہلے تہبند میں لپیٹیں اور تہبند کو زندہ کی طرح کمر سے نہ باندھیں، بلکہ بغل سے لے کر سینہ اور کمر اور ران وغیرہ بدن کے جس قدر حصے پر لپیٹ سکیں لپیٹیں، پھر کرتا پہنائیں، پھر خمار یعنی سر بند سے اس کے سر اور بالوں کو چھپائیں، پھر دونوں لفافوں میں لپیٹیں، پھر سر اور پیر کی طرف کفن کو گرہ لگا دیں۔

مراجعِ درس

1. مقالاتِ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ۔
2. نمازِ جنازہ۔ تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
3. دنیا کے اے مسافر۔ تالیف: محترمہ ام منیب

دوسری زندگی کا پہلا سفر

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورت عبس (آیت: ۲۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴾ ''پھر اس کو موت دی، پھر قبر میں دفن کرایا۔''

خوبصورت تہذیب:

اسلامی تہذیب کیسی خوبصورت تہذیب ہے کہ مسلمان کے جسم کو زندگی کے اختتام پر بھی بہت احترام سے غسل دے کر، اجلا لباس اور سفید کفن پہنا کر، خوشبوؤں میں بسا کر بہت عزت و احترام کے ساتھ کندھوں پر اٹھا کر، اجتماعی نظم کا مظاہرہ کرتے ہوئے نمازِ جنازہ پڑھ کر دعاؤں کے ساتھ مغفرت طلب کرتے ہوئے خاموشی سے اسے اس کی آخری قیام گاہ میں سپردِ خاک کر دیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس غیر اسلامی تہذیبوں میں انسانیت کے ایسے احترام کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

جنازہ اٹھانے اور اس کے ساتھ چلنے کا بیان:

جنازہ اٹھانے میں کسی قسم کی کوئی دعا ثابت نہیں ہے۔ خود سرورِ عالم رسول اللہ ﷺ نے جنازہ اٹھایا ہے اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ائمہ دین رحمہم اللہ نے جنازہ اٹھایا ہے، لہٰذا جو شخص جنازے کے اٹھانے میں کوئی دعا ثابت سمجھے وہ ضعیف الایمان ہے۔

جنازے کے ساتھ چلنا ایک حق ہے من جملہ ان حقوق کے جو مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے پر واجب ہیں۔ اس کے علاوہ جنازے کے ساتھ چلنے میں بڑا ثواب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں باہم ایک دوسرے پر

پانچ حق واجب ہیں، سلام کا جواب دینا، مریض کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا اور چھینکنے والے کا جواب دینا۔[1]

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ایمان کا کام سمجھ کر اور ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور برابر اس کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ اس کے جنازے کی نماز پڑھے اور اس کے دفن سے فارغ ہو تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو شخص اس کے جنازے کی نماز پڑھ کر دفن سے پہلے ہی لوٹ آئے، تو وہ ایک قراط ثواب لے کر لوٹے گا۔''[2]

سبحان اللہ! جنازے کے ساتھ جانے میں کتنا بڑا ثواب ہے، مگر بہت سے مسلمان اپنی غفلت کی وجہ سے اتنے بڑے ثواب سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں۔ جنازے کو سرعت اور تیزی کے ساتھ لے چلنے کا حکم ہے۔[3]

جنازے کے ساتھ عورتوں کا جانا جائز نہیں ہے، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور اس روایت کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۸۲/۳) میں ذکر کیا ہے اس روایت میں ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازے میں نکلے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو دیکھ کر ان سے پوچھا: کیا تم جنازے کو اٹھاؤ گی؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم دفن کرو گی؟ انھوں نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوٹ جاؤ گنہگار ہو کر![4]

جو لوگ جنازے کے ساتھ جائیں ان کو چاہیے کہ جب تک جنازہ کندھے پر سے زمین

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٨٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٦٢)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٤٥)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣١٥)

[4] مسند أبي يعلى (٤/ ١٣٢) رقم الحديث (٤٠٤٣)

پر نہ رکھا جائے تب تک نہ بیٹھیں۔ کیوں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم لوگ جنازے کے ساتھ چلو تو نہ بیٹھو، یہاں تک کہ جنازہ رکھا جائے۔''[1]

جنازے کے ساتھ کوئی کلمہ یا کوئی دعا یا قرآنِ مجید بلند آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں چلنا چاہیے۔[2] کیونکہ حدیثِ صحیح سے اس کا کچھ ثبوت نہیں ملتا۔

نمازِ جنازہ کا بیان:

نماز جنازہ کے لیے وضو ضروری ہے، جیسا کہ دوسری نمازوں کے لیے ضروری ہے۔ جنازے کی نماز مسجد میں پڑھنا جائز و درست ہے۔ صحیح مسلم (رقم الحدیث: ٩٧٣) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ سہل سہیل رضی اللہ عنہما کے جنازے کی نماز بھی مسجد ہی میں پڑھی گئی۔[3] مگر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی عادت نہیں بنانی چاہیے، بلکہ نمازِ جنازہ کے لیے مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ مقرر کرنی چاہیے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجدِ نبوی کے علاوہ ایک خاص جگہ نمازِ جنازہ کے لیے مقرر تھی۔[4]

نمازِ عصر اور نماز ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے، ہاں آفتاب کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت اور ٹھیک دوپہر کو آفتاب کے کھڑے ہونے زوال کے وقت نمازِ جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

نمازِ جنازہ پڑھنے کا طریقہ:

نماز جنازہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ میت اگر مرد ہو تو اس کے سر کے پاس اور

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣١٠) صحيح مسلم (٩٥٨)، سنن أبي داود (٣١٧٣)
[2] دیکھیے: الدر المختار (٢/ ٢٣٣) مع رد المحتار وغیرہ
[3] الدراية (١/ ٢٣٥)
[4] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٢٩)

عورت ہو تو اس کی کمر کے پاس امام کھڑا ہو، اس کی دلیل یہ ہے کہ مسند احمد (۳/ ۱۱۸) سنن الترمذی (رقم الحدیث: ۱۰۳۴) اور سنن ابن ماجہ (رقم الحدیث: ۱۴۹۴) میں ابو غالب سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کے جنازے کی نماز پڑھی تو اس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے، جب وہ جنازہ اٹھایا گیا تو ایک عورت کا جنازہ لایا گیا۔ پھر اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھی تو اس کے وسط میں کھڑے ہوئے اور ہم لوگوں میں علاء بن زیاد علوی بھی تھے، انھوں نے جب مرد اور عورت کے جنازے میں کھڑے ہونے کا یہ فرق دیکھا تو کہا: اے ابوحمزہ! (ابوحمزہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد کے جنازے میں اور عورت کے جنازے میں کھڑے ہوتے تھے، جہاں آپ کھڑے ہوئے ہیں؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ (اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے)

صحیح بخاری (رقم الحدیث: ۱۳۳۲) میں حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر جنازے کی نماز پڑھی جو اپنے نفاس میں وفات پا گئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔

ان دونوں حدیثوں سے صاف طور سے ثابت ہوا کہ میت مرد ہو تو امام کو اس کے سر کے پاس اور عورت ہو تو اس کے وسط میں کمر کے پاس کھڑا ہونا چاہیے۔

جنازے کی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد سورت فاتحہ اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اور تیسری تکبیر کے بعد دعا اور چوتھی کے بعد سلام پھیرنے کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ نمازِ جنازہ میں سنت یہ ہے کہ سورت فاتحہ پڑھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے، پھر میت کے لیے اخلاص کے ساتھ دعا کرے اور قراءت نہ کرے مگر ایک بار، پھر سلام پھیر دے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔ (کذا فی النیل: ٧٠/٤)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازِ جنازہ میں احادیثِ صحیحہ سے چار تکبیریں ثابت ہیں۔

نماز جنازہ کی دعائیں:

① صحیح مسلم (رقم الحدیث: ۹۶۳) میں حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر نماز پڑھی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا یاد کرلی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمارہے تھے:

« اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، وَاَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْراً مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجاً خَيْراً مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ »[1]

''اے اللہ! تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم کر اور اس کو عافیت دے اور اس کے گناہ معاف کر اور اس کی مہمانی اچھی کر اور اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کو پانی، برف اور اولوں سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے پاک کر جیسا کہ تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کیا اور اس کے گھر سے اچھا گھر اور اس کے گھر والے سے اچھے گھر والے اور اس کے جوڑے سے اچھا جوڑا اس کو بدلے میں دے اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے پناہ میں رکھ۔'' نمازِ جنازہ کی تمام دعاؤں سے یہ دعا زیادہ صحیح ہے۔

② حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جنازہ میں یہ دعا پڑھتے تھے:

« اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا وَأَنْتَ خَلَقْتَهَا وَأَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ وَأَنْتَ قَبَضْتَ رُوحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهَا »[2]

---

[1] صحيح مسلم (٢/ ٦٦٣) الفتح الرباني (٧/ ٢٣٧، ٢٣٨)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٢٠٠) سنن النسائي، عمل اليوم والليلة، رقم الحديث (١٨٥٠)

''اے اللہ! تو اس کا رب ہے، تو ہی نے اس کو پیدا کیا اور تو ہی نے اس کو اسلام کی ہدایت دی اور تو ہی نے اس کی روح کو قبض کیا اور تو ہی اس کے پوشیدہ اور اس کے ظاہر کو خوب جانتا ہے، ہم لوگ سفارشی ہو کر آئے ہیں، پس تو اس کو بخش دے۔''

3 ایک معروف دعا یہ بھی ہے:

((اللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّع مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَ الثَّلَج وَ الْبَرَدِ وَنَقِّه مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضِ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَاراً خَيْراً مِنْ دَارِهٖ وَ أَهْلا خَيْراً مِنْ أَهْلِهٖ وَزَوْجاً خَيْراً مِّنْ زَوْجِهٖ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِن عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ))[1]

''اے اللہ تو اس کو بخش دے اور اس پر رحم کر اور اس کو عافیت دے اور اس کے گناہ معاف کر اور اس کی مہمانی اچھی کر اور اس کی قبر کو کشادہ کر اور اس کو پا نی، برف اور اولے سے دھو دے اور اس کو گناہوں سے پاک کر جیسا کہ تو نے سفید کپڑے کو میل کچیل سے پاک کیا اور اس کے گھر سے اچھا گھر اور اس کے گھر والوں سے اچھے گھر والے اور اس کے جوڑے سے اچھا جوڑا اس کو بد لے میں دے اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے پناہ میں رکھ۔''

قبرستان کے آداب:

قبرستان پہنچ کر جب تک جنازہ زمین پر نہ رکھا جائے، تب تک بیٹھنا منع ہے۔ قبرستان میں غافل اور بے پرواہ لوگوں کی طرح ہنسی مذاق اور دنیاوی باتیں نہ کی جائیں۔

---

[1] جامع الترمذي، رقم الحديث (١٠٢٥)

قبر اور دفن کا بیان:

مسند احمد (۳/ ۱۳۹) اور سنن ابن ماجہ (رقم الحدیث: ۱۵۵۷) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے میں دو شخص قبر کھودنے والے تھے، ایک بغلی (لحد والی) قبر کھودتا تھا اور ایک شق یا صندوقی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دونوں کے پاس آدمی بھیجا کہ جو پہلے آئے وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قبر کھودے، پس پہلے وہ شخص پہنچا جو بغلی قبر کھودتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغلی قبر کھودی گئی، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے بھی بغلی قبریں کھودی گئی تھیں۔[1]

دونوں قسم کی قبر میں میت کے رکھنے کی جگہ اتنی کشادہ ہونی چاہیے کہ اس میں وہ کسی تنگی کے بغیر رکھا جاسکے۔ قبر کھودنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے، کسی مردے کی کوئی پرانی ہڈی نکلے تو ٹوٹنے نہ پائے۔ جو ہڈی نکلے اس کو حفاظت کے ساتھ تمام پھر اسی قبر میں دفن کردینا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مردہ کی ہڈی کا توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ شخص کی ہڈی کا توڑنا۔''[2]

مردے کو لحد میں رکھنے کے لیے بقدرِ ضرورت دو یا تین یا چار آدمی قبر میں داخل ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں چار آدمی داخل ہوئے تھے۔ عورت کی قبر میں اس کے محرم لوگ داخل ہوں۔ عورت کی قبر میں اس کا شوہر بھی داخل ہوسکتا ہے، اگر محرم یا شوہر موجود نہ ہوں تب غیر محرم داخل ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مردہ قبر کی پاؤں والی جانب سے قبر میں داخل کیا جائے۔[3]

میت اگر عورت ہے تو قبر میں داخل کرنے کے وقت قبر پر پردہ کرنا چاہیے اور اگر مرد ہے تو پردہ نہیں کرنا چاہیے، اس بارے میں کئی روایتیں آئی ہیں۔ میت کو جب قبر میں

---

[1] التلخيص (۲/ ۱۲۷) الدراية (۱/ ۲۳۹) رقم الحديث (۳۰۹)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (۳۲۰۷)

[3] مصنف ابن أبي شيبة (۳/ ۱۷) رقم الحديث (۱۱٦۷۷)

داخل کریں تو کہیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ))

"اللہ کے نام سے اور رسول ﷺ کی ملت پر۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب تم لوگ مُردوں کو قبر میں رکھو تو کہو:

((بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ)) [1]

پھر اس کے سر اور پیر کی گرہ کھول دینا چاہیے۔ [2]

پھر کچی اینٹوں کو کھڑی کر کے لحد کو بند کریں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی لحد کچی اینٹوں سے بند کی گئی تھی۔ [3]

امام نووی نے مسلم کی شرح (۱/ ۳۱۱) میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی لحد نو اینٹوں سے بند کی گئی تھی۔ جب لحد بند ہو جائے تو عورت کی قبر سے پردہ ہٹالیں اور آہستہ آہستہ مٹی گرائیں اور سب لوگ دونوں ہاتھوں سے تین تین بار مٹی ڈالیں۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے جنازے کی نماز پڑھی اور ان کی قبر پر آئے اور تین بار دونوں ہاتھوں سے کھڑے ہو کر مٹی ڈالی۔ [4]

صحیح بخاری (رقم الحدیث: ۱۳۹۰) میں سفیان تمار سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر کو مسنم یعنی کوہانِ شتر کی طرح بنائی ہوئی دیکھا تھا۔ پھر قبر پر پانی چھڑکیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر پر ایک مشکیزہ پانی

---

[1] سبل السلام (۲/ ١٥٤) التلخيص (۲/ ١٢٩) نيل الأوطار (٤/ ٨٠، ٨١)

[2] شرح معاني الآثار للطحاوي (١/ ٥٠٧)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٦٦)

[4] سنن الدارقطني (١/ ٧٦)

چھڑکا گیا تھا اور جس نے پانی چھڑکا تھا وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ سر کی طرف سے شروع کر کے پیر تک پہنچایا۔[1]

قبر پر پانی چھڑکنے کے بارے میں کئی حدیثیں آئی ہیں۔ پھر سب لوگوں کو چاہیے کہ قبر کے پاس کھڑے ہو کر میت کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے اور اس کو منکر نکیر کے سوال کے جواب میں ثابت قدم رکھے۔

سنن ابو داود (رقم الحدیث: ۳۲۲۱) اور مستدرک حاکم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے تو وہاں ٹھہرتے اور لوگوں سے فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے دعائے مغفرت کرو اور اس کے لیے ثابت قدم رہنے کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، اس لیے کہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔ (امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے)

قبر کے پہچاننے کے لیے قبر کے سرہانے کوئی بھاری پتھر رکھ دینا یا گاڑ دینا جائز و درست ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غرض سے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے ایک بھاری پتھر رکھ دیا تھا۔[2]

قبر کو پکی کرنا، اس پر عمارت بنانا، اس پر چراغ جلانا، اس پر مجاور بن کر بیٹھنا، اس پر ٹیک لگانا، اس پر چلنا، اس پر لکھنا، اس کی طرف نماز پڑھنا، یہ سب باتیں ممنوع و ناجائز ہیں، احادیثِ صحیحہ سے ان باتوں کی ممانعت ثابت ہے۔

بہت سے لوگ جو بیری کی شاخ یا انار کی شاخ قبر میں گاڑتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ ڈھیلوں پر سورت اخلاص وغیرہ پڑھ کر قبر میں رکھنا یا قرآنِ مجید کی کوئی آیت یا کوئی دعا لکھ کر قبر میں رکھنا یا کعبہ شریف کا غلاف یا کسی بزرگ کا کوئی کپڑا یا اس کی کوئی اور چیز تبرکاً قبر میں رکھنا جائز نہیں ہے یہ کام ناواقف اور جاہل لوگوں کا ہے۔ ایسے

[1] دلائل النبوة للبيهقي (٧/ ٢٦٤)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٦٢)

کاموں سے احتراز و اجتناب لازم ہے۔ قبر کو زیادہ اونچا نہیں بنانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کی قبر زمین سے ایک بالشت اونچی بنائی گئی تھی۔[1]

دوسری زندگی کا پہلا گھر:

قبر دنیا کا آخری گھر اور آخرت کا پہلا دروازہ ہے۔ موت کے بعد اسے قبر میں دفنانے کا حکم اس لیے دیا گیا ہے تاکہ اس کا احترام برقرار رہے ورنہ درندے اور پرندے اس کی لاش نوچ نوچ کر کھاتے، جس سے اس کی بے حُرمتی ہوتی۔ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''قبریں آخرت کی یاد تازہ کرتی ہیں۔''[2]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ہم نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک ہوئے تو آپ ﷺ قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے اور اتنا روئے کہ زمین کی مٹی (آنسوؤں سے) تر ہوگئی، پھر فرمایا:

''میرے بھائیو! اس جیسے گھر کی تیاری کرو۔''

قبر کا ساتھی:

مرنے والے کا اچھا عمل اچھی انسانی صورت میں قبر میں اس کے ساتھ رہے گا اور بُرا عمل بُری انسانی شکل میں اس کے پاس رہے گا اور اس کے لیے مزید اذیت کا سبب بنے گا۔[3]

ایک اور حدیث کے مطابق تین چیزیں انسان کی ساتھی ہیں:

① پہلا ساتھی مال و اسباب جو مرتے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔

② دوسرا ساتھی، کنبہ، قبیلہ اور حلقہ احباب جو تدفین تک ساتھ دیتے ہیں، پھر واپس چلے جاتے ہیں۔

③ تیسرا ساتھی، عمل جو قبر میں داخل ہونے اور وہاں سے اٹھنے تک ساتھ نبھاتا ہے۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٦٩)

[2] مسند أحمد (٣/ ٢٣)

[3] مسند أحمد (٤/ ٢٨٧، ٢٨٨)

تینوں ساتھیوں میں سے یہی تیسرا میت کا سچا دوست ہے۔علامہ اقبال نے فرمایا ہے ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نوری ہے نہ ناری

اہلِ میت کے ہاں کھانا بھیجنا:

حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی خبر آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کے لیے کھانا بناؤ۔اس لیے کہ ان کو ایسی خبر ملی ہے جو ان کو کھانا بنانے سے روکتی ہے۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قرابت داروں اور پڑوسیوں کو چاہیے کہ موت کے دن کھانا پکا کر اہلِ میت کے گھر بھیجیں۔

تعزیت:

مصیبت والوں کی تعزیت کرنا یعنی ان کو صبر کی تلقین کرنا اور تسلی دینا سنت ہے۔ تعزیت سے اہلِ مصیبت کے مغموم دلوں کو تسلی ہوتی ہے اور ان کو صبر وسکون حاصل ہوتا ہے اور تعزیت کرنے والوں کو ثواب ملتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو مسلمان اپنے کسی بھائی کی مصیبت میں اس کی تعزیت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عزت و وقار کا حلہ پہنائے گا۔''[2]

تعزیت کی فضیلت میں کئی حدیثیں آئی ہیں،تعزیت کے لیے کوئی خاص الفاظ مقرر نہیں ہیں، ایسا مضمون ہونا چاہیے جس سے رنج وغم دور ہو اور صبر وتسلی حاصل ہو۔تعزیت کے وقت میت کے لیے دعا کرنا بھی آیا ہے۔[3]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٣٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (٩٩٨) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٦١٠)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٦٠١)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٢٣) سنن النسائي، رقم الحديث (١٨٨١)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ایک صاحبزادی سے جبکہ ان کا ایک لڑکا وفات پا گیا تھا، اس طرح تعزیت فرمائی ہے:

«اِنَّا لِلّٰہِ مَا أَخَذَ وَلَہٗ مَا أَعْطٰی وَ کُلُّ شَيءٍ عِنْدَہٗ بِأَجَلٍ مُسَمّٰی»

''اللہ تعالیٰ ہی کا تھا، جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے۔''

«فَلْتَصْبِرْ وَالْتَحْتَسِبْ» [1] ''پس صبر کرو اور اللہ سے اجر کی امید رکھو۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی کا ایک چھوٹا لڑکا فوت ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اس کی تعزیت کی اور ایک حدیث سُنائی، اس حدیث کو یاد کرلینا چاہیے:

سنن نسائی (رقم الحدیث: ۲۰۹۰) اور مسند احمد بن حنبل (۳/ ۴۳۶ و ۵/ ۳۴، ۳۵) میں قرہ مزنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیٹھتے تھے تو آپ ﷺ کے حضور میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی بیٹھا کرتی تھی، جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک شخص تھا اور اس کا ایک چھوٹا لڑکا تھا، جب وہ حضورِ نبوی میں آتا تو اپنے ساتھ اپنے اس چھوٹے بچے کو بھی لاتا اور حلقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اس کو اپنے آگے بٹھالیتا، ایک روز رسول اللہ ﷺ نے اس شخص سے کہا:

تم اپنے اس بچے سے بہت محبت کرتے ہو [کہ ہر وقت اس کو اپنے ساتھ رکھتے ہو]؟

اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! جس قدر میں اپنے اس بچے سے محبت رکھتا ہوں اسی قدر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے محبت رکھے۔ اتفاق یہ کہ وہ لڑکا فوت ہوگیا۔ اس شخص نے حضورِ نبوی میں آنا ترک کردیا کہ حلقہ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھوں گا اور اپنے آگے بچے کو نہ دیکھوں گا تو بہت قلق ہوگا، رسول اللہ ﷺ نے جب اس شخص کو حلقہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں نہیں دیکھا تو فرمایا: کیا بات ہے کہ فلاں شخص کو نہیں دیکھتا ہوں؟

لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس کا وہ چھوٹا پیارا بچہ فوت ہوگیا ہے۔ پس

---

[1] صحیح البخاری، رقم الحدیث (۱۲۸۴) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۹۲۳)

رسول اللہ ﷺ نے اس سے ملاقات کی اور اس کی تعزیت کی اور تسلی و تشفی دی اور فرمایا: اے فلاں! کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تم [دنیا میں] اپنی عمر بھر اپنے بچے سے فائدہ اٹھاؤ یا یہ پسند ہے کہ کل [قیامت کے دن] جنت کے جس دروازے پر تم پہنچو تمھارا وہ بچہ تمھارے لیے جنت کا دروازہ کھولنے کے لیے پہلے سے موجود رہے؟ اس شخص نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہی پسند ہے کہ میرا بچہ جنت کے دروازے پر پہلے سے موجود رہے کہ میرے لیے دروازہ کھول دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سو تمھارے لیے ایسا ہی ہوگا۔

کسی نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! یہ بات خاص اسی شخص کے لیے ہے یا سب لوگوں کے کے لیے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم سب لوگوں کے لیے ہے۔

زیارتِ قبور:

قبرستان کی زیارت کرنا مردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں کے لیے بعض حدیثوں سے جائز معلوم ہوتا ہے اور بعض سے ناجائز۔ تاہم کبھی کبھا رہو تو الگ بات ہے، کثرت سے عورتوں کے لیے زیارت کی اجازت نہیں ہے۔

قبر کی زیارت اس غرض سے مشروع ہوئی ہے کہ مُردوں کے لیے استغفار و دعا کی جائے، قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہو اور اپنی موت اور آخرت یاد آئے، دنیا سے دل کا تعلق کم ہو، آخرت کے سامان کا خیال وفکر پیدا ہو، پس اسی غرض کے حصول کے لیے قبروں کی زیارت کرنا چاہیے۔

زیارتِ قبر کے لیے کوئی خاص دن یا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، جب اور جس وقت چاہے دن کو یا رات کو زیارت قبر کے لیے قبرستان میں جائے۔ ہاں جمعہ کے روز قبروں کی زیارت کرنا بہ نسبت اور دونوں سے افضل ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میری ہر باری کی رات کو آخر شب میں جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے اور کہتے تھے:

« اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَ اَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَداً

مُؤَجَّلُوْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَا حِقُوْنَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِأَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ)) [1]

''اے قبروں میں رہنے والی ایمان والی قوم! تم پر سلام اور تمھارے پاس وہ چیز آ گئی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کل تک [یعنی قیامت تک] تم مہلت دیے گئے ہو اور ہم بھی ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں، اے اللہ! بقیع الغرقد میں رہنے والوں کو بخش دے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی قبروں پر گزرے تو اپنے روئے رخِ مبارک کو قبروں کی طرف کیا اور کہا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْأَثَرِ)) [2]

'' قبروں کے رہنے والو! تم پر سلام ہو اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو بخشے، تم ہم سے پہلے گزر گئے اور ہم بھی پیچھے پہنچنے والے ہیں۔''

زیارتِ قبور کے وقت قبر کو سجدہ کرنا، اس کو بوسہ دینا، اس سے معانقہ کرنا، اس کا طواف کرنا، اس کے سامنے جھکنا، اس پر چادر یا غلاف چڑھانا، مُردوں سے مرادیں اور حاجتیں مانگنا؟ یہ سب باتیں حرام و ناجائز ہیں۔ ثواب رسانی کے لیے شریعت سے نہ کوئی خاص دن مقرر ہے اور نہ کوئی خاص وقت، جب اور جس وقت چاہے مُردوں کے لیے صدقہ کرے اور ان کے لیے دعا و استغفار کرے۔ ایصالِ ثواب کے لیے تیسرے دن، ساتویں، دسویں، چالیسویں دن کو یا کسی اور دن کوئی مخصوص کام کرنا ناجائز ہے۔

یہ حدیث جو مشہور ہے کہ مومنین کی روحیں جمعہ کی شب کو اور عیدین اور شبِ برات کو چھوٹتی ہیں اور پہلے اپنی قبروں کو اور پھر اپنے گھروں کو آتی ہیں، پھر نرم آواز سے اپنے اقربا کو

---

[1] صحیح مسلم (۱۰۲/ ۹۷٤)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۰۵۳) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

پکارتی ہیں کہ ہمارے لیے کچھ صدقات خیرات کرو۔ پس اگر وہ کچھ صدقات و خیرات کرتے ہیں تو دعا دے جاتی ہیں، ورنہ ناخوش ہوکر چلی جاتی ہیں۔ یہ حدیث بالکل بے اصل و من گھڑت ہے، ہرگز اعتبار کے لائق نہیں۔

میت کے ساتھ قبر پر کھانا یا غلہ یا نقدی لے جانا اور وہاں فقرا و مساکین کو تقسیم کرنا شریعت سے ثابت نہیں، اس سے بچنا چاہیے۔

کچھ لوگ اجرت دے کر میت کے لیے قرآن پڑھاتے ہیں، سو اس صورت میں میت کو ثواب نہیں پہنچتا ہے۔ بلکہ یہ دونوں پڑھنے والے اور پڑھانے والے گناہگار ہوتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قبر کے اندر میت کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈوب رہا ہو اور فریاد کر رہا ہو، میت منتظر رہتی ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا کسی دوست کی طرف سے کوئی دعا اس کو پہنچے، پس جب کوئی دعا اس کو پہنچتی ہے تو وہ دعا اس کو دنیا ومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں پر پہاڑوں کے مانند [ثواب، رحمت اور مغفرت] داخل کرتا ہے اور زندہ لوگوں کا تحفہ مُردوں کی طرف یہ ہے کہ ان کے لیے استغفار کیا جائے۔''[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہمارے مُردے ہماری دعا اور استغفار کے بہت محتاج ہیں، پس مردوں کے لیے کثرت سے دعا اور استغفار کرنا چاہیے نہ کہ ان سے کچھ مانگنا چاہیے۔

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحشر: ١٠]

﴿ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ ﴾ [نوح: ٢٨] ﴿ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا ﴾ [الإسراء: ٢٤]

---

[1] شعب الإيمان للبيهقي (٦/ ٢٠٣، رقم الحديث: ٧٩٠٥) و (٧/ ١٦، رقم الحديث: ٩٢٩٥) مشكاة المصابيح، رقم الحديث (٢٣٥٥)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَ آلِهٖ وَ أَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، وَ آخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

مراجعِ درس

1. مقالاتِ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ۔
2. نمازِ جنازہ۔ تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ
3. دنیا کے اے مسافر۔ تالیف: محترمہ ام منیب

قیامت کی چھوٹی نشانیاں ①
(۱۔۲۲)

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورۃ الحشر (آیت: ۱۸) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾

''مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ہر شخص کو یہ سوچنا چاہیے کہ اس نے کل قیامت کے لیے کیا (سامان) آگے بھیجا ہے اور خدا کا خوف رکھو، بے شک اللہ تعالیٰ کو تمھارے (سب) کاموں کی خبر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے بعد دارِ آخرت میں اٹھائے جانے کا قضیہ ہی وہ قضیہ ہے جس پر عقیدہ کی بنیاد کھڑی ہے۔ یومِ آخرت میں پیش آنے والی چیزیں اور اس کی علامات پر ایمان رکھنا ایمان بالغیب کا حصہ ہے۔ اس کا ادراک عقل کے ذریعے نہیں کیا جاسکتا، اور نہ وحی کی نصوص کے سوا اس کی معرفت کا کوئی ذریعہ ہے۔ نئ رات ایمان بالغیب کے معنی یہ ہیں کہ ہر اس چیز پر کامل ایمان و یقین رکھا جائے، جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یا اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہو اور وہ خبر صحیح طریق سے آپ ﷺ سے منقول ہو، چاہے اس کا مشاہدہ ہم نے کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ہم اس بات کا یقین رکھیں کہ یہ بات سچ اور حق ہے۔ انھی چیزوں میں سے علاماتِ قیامت بھی ہیں، مثلاً: خروجِ دجال، نزولِ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام، یاجوج و ماجوج کا نکلنا، خروجِ دابہ (ایک عجیب الخلقت جانور کا

نکلنا) مغرب سے طلوعِ آفتاب اور اسی طرح کی دیگر علامات جو صحیح دلائل سے ثابت ہیں۔

علاماتِ قیامت کے بارے میں جاننے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو مسلسل اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے اور روزِ قیامت کے لیے اپنے آپ کو تیار کرتا ہے۔ ان کے ذکر سے غافل لوگ بیدار اور توبہ پر آمادہ ہوتے ہیں، یہ چیز انھیں دنیا کی طرف مائل نہیں ہونے دیتی۔ علاماتِ قیامت کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ ہم جان لیتے ہیں کہ ان واقعات کا سامنا شرعی طریقے سے کیسے کرنا ہے؟ اس طرح معاملے کے خلط ملط ہونے کا امکان نہیں رہتا، مثلاً: ہمیں دجال کے بارے میں تفصیل کے ساتھ خبر دی گئی ہے حتیٰ کہ اس کی آنکھوں، اس کی پیشانی اور ان چیزوں کے بارے میں بھی جو اس کے پاس ہوں گی، آگاہ کر دیا گیا ہے کہ وہ کیسی ہوں گی؟ تاکہ ہم کسی فتنے میں مبتلا نہ ہوں اور اسے پہچان لیں کہ یہ دجال ہے۔ ہم مستقبل میں پیش آمدہ واقعات کا سامنا کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار رہیں گے، کیونکہ اگر کوئی چیز اچانک سامنے آجائے تو آدمی فطری طور پر گھبرا جاتا ہے اور حیرت و استعجاب کا شکار ہو جاتا ہے۔ علاماتِ قیامت پر ایمان رکھنے سے آدمی کا عقیدہ مضبوط ہوتا ہے، ایمان و ایقان میں اضافہ ہوتا ہے اور جب کبھی ان میں سے کوئی علامت ظاہر ہوتی ہے، تو جس دین پر آپ چل رہے ہیں، اس کی صداقت و حقانیت آپ پر مزید روشن اور واضح ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں کچھ دیگر ثمرات وفوائد بھی علاماتِ قیامت کے اس علم میں موجود ہیں، جن کے ہماری عملی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں، ان میں سے کئی نشانیاں اپنے ظہور کے بعد اوراقِ تاریخ پر نقوش ثبت کر گئیں اور کئی نشانیاں سامنے نظر آ رہی ہیں اور کئی مستقبل کے پردے سے جھانک رہی ہیں۔

قیامت کا قرب:

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے قریب آنے اور دنیا کے خالی ہونے اور اس کے ختم ہو جانے کی خبر دی ہے، جیسا کہ سورۃ الانبیاء (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾

''لوگوں کے لیے ان کا (وقتِ) حساب نزدیک آ پہنچا ہے جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کرنے والے ہیں۔''

سورت معارج (آیت: ۶، ۷) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴾

''وہ ان لوگوں کی نگاہ میں دُور ہے اور ہماری نظر میں نزدیک۔''

اس کے بارے میں بہت سی احادیثِ مبارکہ بھی موجود ہیں۔ حافظ ابوبکر بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اور اس وقت سورج غروب ہونے کے قریب تھا، بلکہ صرف تھوڑا ہی سا غروب ہونے سے باقی رہ گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! گزری ہوئی دنیا کے مقابلے میں دنیا صرف اتنی باقی رہ گئی ہے جتنا تمھارے آج کے گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں یہ تھوڑا سا دن باقی رہ گیا ہے۔'' اس وقت ہم سورج کا تھوڑا سا حصہ دیکھ رہے تھے۔[1]

ایک اور حدیث جو سابقہ حدیث کی تائید وتفسیر ہے، اسے امام احمد رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور اس وقت سورج عصر کے بعد قعیقعان پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سابقہ لوگوں کے مقابلے میں تمھاری عمریں اتنی ہیں جتنا گزرے ہوئے دن کے مقابلے میں آج کا باقی دن ہے۔''[2]

قرآنِ کریم کی آیات اور صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ قیامت قریب اور نزدیک ہے، کیونکہ قیامت کی اکثر نشانیوں کا ظہور اس کے قرب کی دلیل ہے اور

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٩١)

[2] مسند أحمد (٢/ ١١٥، ١١٦)

اس بات کی بھی دلیل ہے کہ ہم دنیا کے آخری ایام میں زندگی گزار رہے ہیں۔

علاماتِ قیامت کی دو قسمیں:

① اشراط صغریٰ [چھوٹی علامتیں]: یہی وہ نشانیاں ہیں جو قیامت سے پہلے مختلف زمانوں میں رونما ہوں گی اور عادی و معمولی قسم کی ہوں گی جیسے علم کا اٹھ جانا، جہالت کا دور دورہ ہونا، کثرت سے شراب نوشی، عمارتوں کے سلسلے میں فخر و مباہات، قتل و خونریزی کی کثرت، دیانت داری کا انسانی قلوب سے خاتمہ، خاص خاص لوگوں کو سلام کہنا، سیٹلائٹ چینلز کی بھر مار، جھوٹی گواہی دینا، سچی گواہی کو چھپانا، طاقتور کمزور کو کھا جائے گا، اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہ کرنا، ایسی بارش جس میں مٹی اور پتھر کے گھر بچ نہ سکیں گے، سب سے ذلیل شخص قوم کا سربراہ ہوگا اور اسی طرح کی دیگر بہت سی علامتیں ہیں۔

② اشراط کبریٰ [بڑی علامتیں]: یہ وہ بڑے بڑے امور ہیں جو قربِ قیامت کے وقت ظاہر ہوں گے اور غیر عادی و غیر معمولی قسم کے ہوں گے جن کے ظاہر ہونے کے بعد جلد ہی قیامت قائم ہو جائے گی۔ یہ دس (۱۰) نشانیاں ہیں اور تاحال ان میں سے کوئی ایک نشانی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ آپس میں بات چیت کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ کس بارے میں بات چیت کر رہے ہو؟ ہم نے عرض کی: اللہ کے رسول! ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں، تو رسول اللہ نے فرمایا: سنو! قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی، جب تک اس سے قبل تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علامات کا ذکر فرمایا:

① دخان یعنی دھواں۔ ② دجال کا ظہور۔ ③ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول۔ ④ یاجوج و ماجوج کا خروج۔ ⑤ سورج کا مغرب سے طلوع ہونا۔ ⑥ خروجِ دابہ (عجیب الخلقت جانور کا ظہور)۔

تین جگہ زمین کے دھنسنے کے واقعات رونما ہوں گے:

⑦ مشرق میں زمین کا دھنس جانا۔ ⑧ مغرب میں زمین کا دھنس جانا۔ ⑨ جزیرۃ العرب میں زمین کا دھنس جانا۔ ⑩ سب سے آخر میں جو علامت ظاہر ہوگی وہ یہ ہے کہ یمن سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف ہانک کر لے جائے گی۔[1]

بعض دیگر احادیث میں کچھ اور علامات کا ذکر بھی آیا ہے، ان میں امام مہدی کا ظاہر ہونا، کعبہ کا گرایا جانا، قرآنِ کریم کا زمین سے اٹھا لیا جانا شامل ہیں۔ بعض علما نے ظہور کے اعتبار سے علاماتِ قیامت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

① ایک قسم جو ظاہر ہوئی اور گزر چکی ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی بعثت، چاند کا دو ٹکڑے ہونا اور مدینہ منورہ میں ایک ہولناک آگ کا ظاہر ہونا۔

② جو ظاہر ہوئی اور مستمر ہے اور بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

③ جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔

پہلی دونوں قسمیں تو قیامت کی چھوٹی علامات میں داخل ہیں اور تیسری قسم علاماتِ صغریٰ و کبریٰ اور بعض علاماتِ صغریٰ و کبریٰ کے درمیان مشترک ہیں۔

قیامت کی علاماتِ صغریٰ:

پہلی قسم: وہ علامات جو واقع ہو چکی ہیں اور ان میں سب سے پہلی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی بعثت ہے۔

① بعثتِ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مجھے اور قیامت کو ان دونوں کی طرح بھیجا گیا ہے۔" فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیان والی انگلی کو آپس میں ملا دیا۔[2]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۹۰۱)

[2] صحیح مسلم مع شرح النووي (۱۸/ ۸۹، ۹۰)

لہٰذا قیامت کی پہلی نشانی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بعثت ہے، چنانچہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آنے والا۔ آپ ﷺ کے بعد قیامت ہی آنے والی ہے اور اس پر ترمذی کی روایت دلیل ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: قیامت کی پہلی علامت نبی اکرم ﷺ ہیں، کیونکہ وہ نبی آخر الزماں ہیں اور اس طرح انھیں مبعوث کیا گیا ہے کہ ان کے درمیان اور قیامت کے درمیان کوئی نبی نہیں ہے۔[1]

سورۃ الاحزاب (آیت: ۴۰) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

''لوگو! محمد تمھارے مَردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ اللہ کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر (اس کو ختم کر دینے والے) ہیں اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔''

② نبی اکرم ﷺ کی وفات:

نبی اکرم ﷺ کی وفات بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت سے پہلے چھے نشانیوں کو شمار کرلو: میری موت ....''[2]

نبی اکرم ﷺ کی موت مسلمانوں پر واقع ہونے والی سب سے بڑی مصیبت تھی۔ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہوں میں دنیا تاریک ہوچکی تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جس دن رسول اللہ ﷺ مدینے میں داخل ہوئے اس کی ہر چیز روشن ہوگئی

---

[1] التذكرة في أحوال الموتىٰ و أمور الآخرة (ص: ٦٢٦)

[2] صحيح البخاري مع الفتح (٦/ ٢٧٧)

اور جس دن آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس کی ہر چیز تاریکی کی لپیٹ میں آ گئی، ہم نے رسول اللہ ﷺ کی مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی اور ہم ان کے دفن میں لگے ہوئے تھے کہ ہمارے دل بدل گئے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں جو خلوص و محبت اور نرمی پاتے تھے ان کی کیفیت بدل گئی، کیوں کہ آپ ﷺ کی طرف سے جو تعلیم و تربیت ان کو ملتی تھی وہ ختم ہوگئی۔''[1]

نبی اکرم ﷺ کی موت کی وجہ سے آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ نبی اکرم ﷺ کی وفات بھی اسی طرح ہوئی جس طرح لوگوں کی وفات ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کے لیے اس دنیاوی زندگی میں خلود [دوام] نہیں لکھا ہے، بلکہ یہ دنیا ایک گزرگاہ ہے، جائے قرار نہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ﴿٣٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ﴾ [الأنبياء: ٣٤، ٣٥]

''اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کو بقائے دوام نہیں بخشا، بھلا اگر تم فوت ہو جاؤ تو کیا یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے؟ ہر متنفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمایش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تم ہماری ہی طرف لوٹ کر آؤ گے۔''

یہ آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ موت حق ہے اور ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے، خواہ وہ مخلوقات کے سردار اور متقیوں کے امام حضرت محمد ﷺ ہی کیوں نہ ہوں۔

آپ ﷺ کی موت جیسا کہ امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلا امر تھی جو اسلام پر

[1] فتح الباري (٨/ ١٤٩)

مصیبت بن کر طاری ہوئی ...پھر اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت سے وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور نبوت ختم ہوگئی اور عربوں کے ارتداد سے شر کی ابتدا ہوگئی اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت انقطاعِ خیر کا پہلا زینہ تھی اور وہیں سے خیر کے گھٹنے کی ابتدا ہوگئی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

آپ کے بعد ایسے حوادث وجود میں آئے جو جسم و جان کے لیے ناقابلِ برداشت ہوئے۔

3 چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا:

اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب کی سورۃ القمر (آیت: ۱،۲) میں فرماتے ہیں:

﴿ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴾

’’قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا اور اگر یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: یہ تو پہلے سے چلا آنے والا جادو ہے۔‘‘

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ ان آیات کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انشقاقِ قمر کا یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں پیش آیا تھا، جیسا کہ صحیح سند سے ثابت متواتر احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔ علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیش آیا تھا اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیرت انگیز معجزات میں سے ایک ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

’’اہلِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ انھیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں چاند کا دو ٹکڑوں میں بٹ جانا دکھلایا۔‘‘[1]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٣٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٠٢)

''ایک مرتبہ ہم منیٰ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ اچانک چاند پھٹا اور وہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پیچھے جا گرا اور دوسرا آگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا: ''گواہ رہنا۔''[1]

مشرکینِ مکہ نے پھر بھی آپ ﷺ کی نبوت کو تسلیم نہ کیا۔ لہٰذا یہ مشرکین کی سرکشی اور ہٹ دھرمی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً﴾ ''اور اگر وہ (کافر) کوئی نشانی دیکھتے ہیں۔'' نشانی سے مراد دلیل، حجت اور برہان ہے تو ﴿يُّعْرِضُوْا﴾ ''وہ اعراض کر لیتے ہیں۔'' کہ اسے تسلیم نہیں کرتے، بلکہ اعراض کرتے ہوئے اسے پسِ پشت ڈال دیتے ہیں۔ ﴿وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ ''اور کہتے ہیں: یہ ایک ہمیشہ کا جادو ہے۔'' یعنی کہتے ہیں کہ یہ دلائل و براہین جو ہم نے دیکھے ہیں، یہ تو جادو ہے جو ہم پر کیا گیا ہے۔ انھی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ﴾ [القمر: ۳]

''اور انھوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی۔''

جب حق ان کے پاس آ گیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی اور از راہِ جہالت و حماقت جس کا ان کے ارادوں اور ان کی خواہشوں نے انھیں حکم دیا تھا، اس کی پیروی کی۔ پس ایسے لوگوں کو تنبیہات فائدہ نہیں دیتیں، یعنی جس کے مقدر ہی میں اللہ تعالیٰ نے بدبختی لکھ دی ہو تو اس کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور ڈراوے ان لوگوں کے کچھ کام نہیں آتے جو لوگ ایمان نہیں رکھتے۔

4 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دنیا سے چلے جانا:

نبی کریم ﷺ کی ذاتِ گرامی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس امت کے افضل ترین لوگ ہیں۔ حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''آسمان کے ستارے آسمان کے لیے امن وسلامتی (کی ضمانت) ہیں۔ جب

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٣٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٠٠)

ستارے ختم ہو جائیں گے تو وہ (قیامت) آجائے گی جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور میں اپنے صحابہ کے لیے امن وسلامتی ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو صحابہ پر وہ حالت آجائے گی جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور میرے صحابہ امت کے لیے امن وسلامتی کی ضمانت ہیں۔ جب صحابہ چلے جائیں گے تو امت کو وہ (اختلاف وانتشار) پیش آجائے گا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔'' [1]

5 فتحِ بیت المقدس:

بیت المقدس کا فتح ہونا علاماتِ قیامت سے ہے۔ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو اس وقت بیت المقدس پر سلطنتِ روم کے عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ سلطنتِ روم اس وقت بہت طاقتور اور بااختیار حکومت تھی۔ انہی حالات میں نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس کے فتح ہونے کی خوشخبری سنائی اور اسے قیامت کی نشانیوں میں شمار کیا، جیسا کہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''چھ نشانیاں قیامت سے پہلے شمار کرلو۔'' ان میں سے ایک نشانی آپ ﷺ نے فتحِ بیت المقدس کو قرار دیا۔'' [2]

بیت المقدس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت (۱۶ ہجری = ۶۳۷ء) میں فتح ہوا، آپ نے اسے کفر سے پاک کردیا اور اس میں ایک مسجد بنادی۔ بیت المقدس دوبار فتح ہوا، ایک بار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اور دوسری بار سلطان صلاح الدین ایوبی کے عہدِ حکومت (۵۸۳ہجری / ۱۱۸۷ء) میں اور ایک بار پھر اللہ کے حکم سے یہ ایک مومن جماعت کے ہاتھوں فتح ہوگا، حتیٰ کہ درخت اور پتھر بھی بول کر کہیں گے:

''اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ ایک یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ آؤ اسے جلدی سے قتل کر ڈالو۔'' [3]

---

[1] صحيح مسلم، فضائل الصحابة، رقم الحديث (٢٥٣١)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣١٧٦)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٢١)

⑥ طاعون کا وائرس:

بکریوں کی قُعَاصی جیسی بیماری سے لوگوں کی بکثرت موت واقع ہوگی، یہ بھی علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں طاعونِ عمواس کے وقت یہ نشانی ظاہر ہوچکی ہے اور طاعونِ عمواس فتحِ بیت المقدس کے بعد واقع ہوا ہے۔[1]

اس وبا میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت موت سے ہم کنار ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے مرنے والوں کی تعداد پچیس ہزار تک جا پہنچی تھی اور اس وبا میں مشاہیر میں سے اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ اس جہانِ فانی سے رخصت ہوگئے۔[2]

⑦ مال کی بہتات اور صدقے سے استغنا:

حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس میں آدمی سونے کا صدقہ لے کر گھومے گا مگر کوئی بھی اسے لینے والا نہیں ملے گا۔“[3]

آخری زمانے میں مال اس قدر عام ہوجائے گا کہ آدمی اپنا مال جس شخص کے سامنے بھی پیش کرے گا وہ جواب دے گا مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں ہے اور یہ [واللہ اعلم] اشارہ ہے اس چیز کی جانب جو امام مہدی وحضرت عیسی علیہ السلام کے زمانے میں واقع ہوگی اور مال کی کثرت اس قدر ہوگی کہ زمین اپنے خزانوں اور برکتوں کو نکال دے گی۔

---

① فتح الباري (٦/ ٢٧٨)

② البداية و النهاية (٧/ ٩٤)

③ صحيح مسلم (٧/ ٩٦)

8 فتنوں کا اظہار:

نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ان بڑے فتنوں کا ظاہر ہونا ہے جن میں حق اور باطل خلط ملط ہوجائیں گے، چنانچہ ایمان متزلزل ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ آدمی صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر ہوجائے گا، شام کو مومن گا اور صبح کافر ہوجائے گا، جیسے جیسے فتنے ظاہر ہوتے جائیں گے مومن کہے گا کہ اسی میں میری ہلاکت ہے، پھر جب ایک فتنہ ختم ہوگا اور دوسرا ظاہر ہوگا تو وہ کہے گا یہی ہے یہی ہے۔ مجھے ہلاک کرنے والا فتنوں کی حدیثیں بڑی کثرت کے ساتھ آئی ہیں۔ نبی مکرم ﷺ نے اپنی امت کو فتنوں سے ڈرایا ہے اور فرمایا ہے:

''ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے فتنوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔''[1]

جن فتنوں سے نبی اکرم ﷺ نے پناہ مانگنے کے لیے کہا ہے، ان کی دو قسمیں ہیں: ظاہری اور باطنی۔ ظاہری فتنہ وہ ہے جس کا تعلق ایمان وعمل سے، جبکہ باطنی کا تعلق دل و دماغ سے ہے جس کا ادراک نظریں نہیں کر پاتیں، مثلاً: نفاق، حسد، بغض، کینہ، نفرت، غیظ وغصہ اور اسی طرح کے کئی اور فتنے ہیں جن کا تعلق باطن کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ظاہر اور باطن کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین

9 نبی اکرم ﷺ کی جنگ صفین کے بارے میں پیشین گوئی:

علاماتِ قیامت میں وہ جنگیں اور معرکے بھی شامل ہیں جن کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے خبر دی ہے، خواہ یہ جنگیں مسلمانوں اور کفار کے درمیان ہوں یا خود مسلمانوں ہی کے درمیان ہوں۔ مسلمانوں کے مابین معرکوں میں سے ایک جنگِ صفین بھی ہے، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی فوجوں کے درمیان ۳۶ھ میں ہوئی۔

---

[1] صحیح مسلم (۱۷/ ۲۰۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو عظیم جماعتیں آپس میں لڑائی نہ کرلیں۔ ان کے درمیان قتل وخون ریزی کا ایک عظیم معرکہ برپا ہوگا، حالانکہ دونوں کا دعویٰ ایک ہی ہوگا۔''[1]

تنبیہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان پیدا ہونے والے فتنے کے بارے میں اہلِ سنت کا موقف یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی عام بشر تھے، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں بھی وہ سب کچھ ہوا جو دیگر عام انسانوں کے ہاں ہوتا ہے۔ وہ اجتہاد بھی کرتے تھے، ان سے خطا بھی واقع ہو جاتی تھی، آپس میں چپقلش بھی ہو جاتی تھی، بلکہ کبھی نوبت جنگوں تک بھی پہنچ جاتی تھی۔ تمام اہلِ سنت کا اس امر پر مکمل اور قطعی اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تمام لوگوں سے بڑھ کر نیک، صالح اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وسنت سے قریب ترین تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو اختلافات واقع ہوئے، ان کے بارے میں اہلِ سنت کا متفقہ موقف یہ ہے کہ مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر مکمل خاموشی اختیار کی جائے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں لب کشائی نہ کی جائے۔ ان کے باہمی جھگڑوں کو موضوعِ بحث نہ بنایا جائے، بلکہ ان سے صرفِ نظر کی جائے اور اختلافات کی نشر و اشاعت نہ کی جائے۔ ان جھگڑوں کو عوام الناس کے درمیان اُچھالنا امت کے درمیان فتنوں کے سر اٹھانے کا باعث بنتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں سوءِ ظن پیدا ہوتا ہے۔ نجات یافتہ گروہ اہلِ سنت کا مسلک یہی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں زبانیں بند رکھی جائیں اور سب کا احترام کیا جائے۔

⑩ مشرق سے فتنوں کا ظہور:

امت میں ظاہر ہونے والے اکثر فتنوں کا منبع مشرق رہا ہے، جہاں شیطان کے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧١٢١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٥٧)

سینگ طلوع ہوتے ہیں اور یہ چیز نبیِ رحمت ﷺ کی دی ہوئی خبروں کے مطابق ہے۔

(11) گذشتہ امتوں کے طور طریقوں کی پیروی:

یہود و نصاریٰ کے طور طریقوں کی پیروی اور ان کی تقلید بڑے فتنوں میں سے ہے، جبکہ بعض مسلمانوں نے کفار کی تقلید کی، ان کی مشابہت اختیار کی، ان کے اخلاق کو اپنایا اور انھیں کی روش کو پسند کیا۔ یہ چیز بھی نبی اکرم ﷺ کی دی ہوئی خبر کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک میری امت سابقہ امتوں کے طور طریقوں کو نہ اپنالے۔ کہا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جیسے فارس اور روم؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے علاوہ اور کون لوگ ہیں!''[1]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں واقع ہونے والے مشہور معرکہ یمامہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کا خاتمہ کر دیا تھا، لیکن اب پھر مسلمانوں نے انہی طور طریقوں کو اپنا لیا ہے اور ان کے اخلاق کو پسند بھی کرتے ہیں۔

(12) جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنا:

ان میں سے بنو حنیفہ کا سردار مسیلمہ کذاب تھا اور اسود عنسی نامی پیدا ہوا۔ طلحہ بن خویلد اسدی نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ پھر مختار بن عبید ثقفی کا ظہور ہوا اور اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہنے لگا کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔[2]

انھیں میں سے ایک حارث کذاب ہے جو عبد الملک بن مروان کی خلافت کے زمانے میں تھا اور اس نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسے قتل کر دیا گیا۔ بنو عباس کے عہد خلافت میں اس طرح کی ایک جماعت نکلی تھی۔ عصرِ جدید میں ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ یکے بعد دیگرے ان جھوٹوں کا

---

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري (١٣/ ٣٠٠)

[2] فتح الباري (٦/ ٦١٧)

خروج جاری ہے، یہاں تک کہ ان میں سے آخری دجال ظاہر ہوگا۔ چنانچہ امام احمد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں جھوٹے ستائیس دجال ہوں گے اوران میں سے چار عورتیں ہوں گی اورفرمایا: میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔''[1]

کئی احادیث میں ۳۰ دجالوں کا ذکر آیا ہے۔[2]

13 امانت کا ضیاع:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا ضائع کرنا کس طرح ہوگا؟ فرمایا: جب ذمہ داری (عہدہ) نا اہل لوگوں کے سپرد کی جائے تو قیامت کا انتظار کرو۔''[3]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ امانت کس طرح دلوں سے اٹھائی جائے گی اوراس کی نشانی کے سوا کچھ بھی دل میں باقی نہیں رہ جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر بھی دے رکھی ہے کہ کچھ سال ایسے آنے والے ہیں جو دھوکا دینے والے ہوں گے، جن میں معاملات الٹ پلٹ ہوجائیں گے، ان میں سچے کو جھٹلایا جائے گا اور جھوٹے کو سچا مانا جائے گا، امانت دار کو خائن سمجھا جائے گا اور خائن کو امانت دار۔لیکن ایک مسلمان کی زندگی میں اسلام کے بنیادی اصول وقوانین پر عمل کرنے کی بڑی اہمیت ہے، یہی بندۂ مسلم کا مطلوب ومقصود ہے اور یہ گوہرِ مقصود اسی وقت ہمیں حاصل ہوسکتا ہے جب ہم صفتِ امانت سے متصف ہوں۔ جب ہم یہ صفت کھودیں گے اوراللہ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کا پاس ولحاظ نہیں رکھیں گے تو خیانت کا ارتکاب کریں گے اورامانت ہمارے دلوں سے نکل جائے گی۔

---

1. مسند أحمد (٥/ ٣٩٦) رقم الحديث (٢٤٥٣٧) یہ حدیث صحیح ہے۔
2. مسند أحمد، رقم الحديث (٧٢٨٢، ٨١٩١، ٩٩٧٢، ١٠٩٥٣)
3. صحيح البخاري مع فتح الباري (١١/ ٣٣٣)

(14) علم کا اٹھ جانا اور جہالت کا عام ہونا:

قیامت کی نشانیوں میں سے علم کا اٹھ جانا اور جہالت کا پھیل جانا بھی ہے، چنانچہ صحیحین میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے علم کا اٹھا لیا جانا ہے، یعنی علم کم ہوجائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی۔'' (1)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''زمانہ قریب قریب ہوجائے گا، علم کو قبض کرلیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے، حرص وبخل ڈال دیا جائے گا اور قتل کثرت سے ہوں گے۔'' (2)

حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں قبض کرے گا کہ اسے بندوں سے یک بیک کھینچ لے گا بلکہ علما کو اٹھا کر علم کو قبض فرمائے گا، یہاں تک کہ جب کوئی عالم باقی نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو پیشوا بنالیں گے، پھر ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ علم کے بغیر فتویٰ دیں گے، لہٰذا خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔'' (3)

یہاں علم سے مراد کتاب وسنت کا علم ہے، وہ علم جو انبیا علیہم السلام کی میراث ہے کیونکہ علما ہی انبیا کے وارث ہوتے ہیں۔ ان کے اٹھ جانے سے علم اٹھ جاتا ہے، سنتیں مردہ ہوجاتی ہیں اور بدعتوں کا ظہور ہوتا ہے جس کی وجہ سے جہالت عام ہوجاتی ہے۔ یہاں

---

(1) صحيح البخاری مع فتح الباري (١/ ١٧٨) صحيح مسلم مع شرح النووي (١٦/ ٢٢٢)

(2) صحيح مسلم (٦١/ ٢٢٢، ٢٢٣)

(3) صحيح البخاري (١/ ١٩٤)

تک کہ لوگوں کو اسلام کے فرائض تک کا پتا نہیں ہوتا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اسلام اس طرح مٹ جائے گا جس طرح کپڑے کے نقش و نگار مٹ جاتے ہیں، یہاں تک کہ یہ بھی پتا نہیں ہوگا کہ نماز روزے کیا ہیں؟ حج اور صدقہ کیا ہے؟ راتوں رات کتاب اللہ کو اٹھا لیا جائے گا، یہاں تک کہ اس کی ایک بھی آیت زمین پر باقی نہیں رہ جائے گی۔ لوگوں کے کچھ گروہ بچ رہیں گے، بوڑھے اور بوڑھیاں، وہ لوگ کہیں گے: ہم نے اپنے باپ داداؤں کو اسی کلمہ پر پایا ہے، وہ کہا کرتے تھے: ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ'' لہٰذا ہم بھی اسی کے قائل ہیں۔''[1]

اس سے بھی بڑی بات تو یہ ہے کہ زمین میں اللہ کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا، جیسا کہ ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ [یہ صورتِ حال نہ پیدا ہوجائے کہ] زمین پر اللہ، اللہ [بھی] نہ کہا جائے گا۔''[2]

(15) قیامت سے پہلے حرام اور سود کا غلبہ ہوجائے گا:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی کوئی پروا نہ ہوگی کہ اس نے مال کو کیسے حاصل کیا ہے؟ آیا کہ یہ مال میں نے حلال کے ذریعے حاصل کیا ہے یا حرام کے؟''[3]

جبکہ سورت آل عمران (آیت: ۱۳۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَأْكُلُوا۟ ٱلرِّبَوٰٓا۟ أَضْعَٰفًا مُّضَٰعَفَةً ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ

---

[1] سنن ابن ماجه (٢/ ١٣٤٤، ١٣٤٥)

[2] صحيح مسلم (٢/ ١٧٨)

[3] صحيح البخاري (٤/ ٣١٣)

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾

''اے ایمان والو! دُگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور اللہ سے ڈرو، تاکہ نجات حاصل کرو۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مال و دنیا کے لالچ کے سبب کی گئی نافرمانی، جو سب سے زیادہ بھیانک شکل میں ہے، سے منع فرمایا ہے۔ ''بڑھا چڑھا کر سود نہ کھاؤ'' کا یہ مطلب نہیں کہ بڑھا چڑھا کر نہ ہو تو سود جائز ہے۔ بلکہ سود کم ہو یا زیادہ مفرد ہو یا مرکب، مطلقاً حرام ہے یعنی سود کی اس وقت جو صورت حال تھی، اس کا بیان واظہار ہے۔ زمانہ جاہلیت میں سود کا یہ رواج عام تھا کہ جب ادا کرنے کی مدت آ جاتی اور ادائی ممکن نہ ہوتی تو مدت میں اضافے کے ساتھ سود میں بھی اضافہ ہوتا چلا جاتا جس کی وجہ سے تھوڑی سی رقم بھی بڑھ چڑھ کر کہیں سے کہیں پہنچ جاتی اور ایک عام آدمی کے لیے اس کو ادا کرنا ناممکن ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے جس سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ سود خوری سے باز نہ آئے تو یہ فعلِ حرام تمھیں کفر تک پہنچا سکتا ہے، کیونکہ یہ اللہ و رسول ﷺ سے جنگ ہے۔ مال و دولتِ دنیا کے پیچھے لگ کر آخرت تباہ کرنے کے بجائے اللہ و رسول کی اطاعت اور اللہ کی مغفرت اور اس کی جنت کا راستہ اختیار کریں، جو متقین کے لیے اللہ نے تیار کی ہے۔

⑯ مسخ ⑰ خسف ⑱ اور قذف کا ظاہر ہونا:

① ''مسخ'' کا مطلب ہے کسی چیز کی شکل اور جسمانی ہیئت تبدیل کر کے اسے کوئی دوسری چیز بنا دینا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کے ایک گروہ کو سزا کے طور پر بندر اور خنزیر بنا دیا تھا۔

سورۃ الاعراف (آیت: ١٦٦) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴾

''پھر جب انھوں نے اس معاملے میں سرکشی کی جس سے انھیں روکا گیا تھا تو

ہم نے ان سے کہا: ذلیل بندر بن جاؤ۔''

اسی طرح سورۃ المائدہ (آیت: ٦٠) میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَجَعَلَ مِنۡهُمُ الۡقِرَدَةَ وَالۡخَنَازِيۡرَ ﴾ ''اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا۔''

② ''خسف'' کا مطلب ہے زمین کا پھٹنا اور جو کچھ اس کے اوپر ہو اس کو نگل لینا، حضرت قعقاع بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ کی اہلیہ بقیرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر خطبے میں یہ فرماتے ہوئے سنا:

''جب تم سنو کہ ایک لشکر کو قریب ہی زمین میں دھنسا دیا گیا ہے تو اس وقت سمجھ لینا کہ قیامت بہت قریب آ چکی ہے۔''[1]

قریب ہی دھنسا دیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس لشکر کو سر زمینِ مدینہ کے قریب ہی زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔

③ ''قذف'' کا معنی ہے آسمان سے پتھروں کی بارش ہونا، جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اہل سدوم کے ساتھ ہوا کہ اللہ نے ان کو سزا دی تو آسمان سے ان پر پتھر برسائے گئے، جیسا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخری زمانے میں اس امت کے بعض لوگوں پر پتھروں کی بارش ہوگی اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور بعض کی شکلیں مسخ کر دی جائیں گی۔ مسلمانوں میں سے کسی نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ایسا کب ہوگا؟ جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گانے بجانے کے آلات اور گانے والیوں کا ظہور ہوگا۔''[2]

یعنی جب گانے والیاں اور آلاتِ موسیقی بہت ہو جائیں گے اور لوگ امر بالمعروف

---

[1] مسند أحمد (٦/ ٣٧٨) سلسلة الأحاديث الصحيحة (٣/ ٣٤٠) رقم الحديث (١٣٥٥)

[2] سنن ابن ماجه (٢/ ١٥٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٢١٢)

اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردیں گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ گناہوں کی کثرت ہو جائے گی اور عقوباتِ الٰہیہ قریب آ جائیں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آخری زمانے میں اس امت میں خسف، مسخ اور قذف کے واقعات ہوں گے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا نیک لوگوں کی موجودگی میں بھی انھیں ہلاک کر دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جب فسق و فجور کی کثرت ہو جائے گی۔''[1]

یہ وہ سزائیں ہیں جو آخری زمانے میں بعض لوگوں پر مسلط کی جائیں گی اور یہ علاماتِ قیامت میں سے ہیں۔ اس سلسلے کی آخری بات کہ یہ سزائیں اللہ تعالیٰ کے نا فرمانوں پر نازل ہوں گی اور ان پر بھی جو ان کے گناہ دیکھ کر خاموش رہیں گے۔ لہٰذا ہر مسلمان شخص کو اس امر سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ ان علاماتِ قیامت میں سے کچھ تو سابقہ زمانوں میں ظاہر ہو چکی ہیں، مگر آج تو یہ چیزیں مزید پھیل چکی ہیں۔

⑲ زنا ⑳ ریشم ㉑ اور شراب نوشی کو حلال سمجھنا:

ایسے واضح حرام کام جن کی حرمت سے کوئی بھی مسلمان بے خبر نہیں، وہ زنا، شراب نوشی، بے ہودہ آلاتِ موسیقی اور مردوں کے لیے ریشم کا استعمال ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ میری امت کا ایک گروہ آخری زمانے میں ان حرام چیزوں کو حلال کر لے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قربِ قیامت کی علامات میں شمار کیا ہے۔ ان محرمات کو حلال کر لینے کی دو ممکنہ صورتیں ہیں:

① ان چیزوں کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا کہ یہ حلال ہیں نہ کہ حرام۔

② لوگوں میں حرام اشیا کا استعمال اس قدر زیادہ ہو جانا کہ کوئی بھی زبان یا دل سے انھیں برا نہ کہے۔ لوگ ان اشیا کو بے دھڑک استعمال کریں اور ان کی حرمت کا احساس تک نہ کریں۔

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٨٥)

حضرت ابو عامر یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور آلاتِ موسیقی کو حلال سمجھیں گے۔ کچھ لوگ اپنی بکریوں کو لے کر ستانے کے لیے ایک بلند پہاڑ کے دامن میں ٹھہریں گے۔ اسی دوران میں ان کے پاس ایک حاجت مند شخص آ کر کچھ مانگے گا۔ یہ کہیں گے: ہمارے پاس کل آنا، مگر رات ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب انھیں آ پکڑے گا۔ پہاڑ ان کے اوپر آ گرے گا اور (کچھ تو ہلاک ہو جائیں گے اور جو باقی بچیں گے) انھیں قیامت تک کے لیے بندر اور خنزیر بنا دیا جائے گا۔''[1]

آج کل شراب خانہ خراب کی خرید وفروخت تو دن کے اجالے میں علی الاعلان ہو رہی ہے۔ کئی عربی و اسلامی ممالک نے اپنی منڈیوں میں شراب کی مارکیٹنگ کا اعتراف کیا ہے۔ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کو کسی دوسرے نام سے موسوم کریں گے۔ ان کے سروں پر گانے والی عورتیں آلات موسیقی کے ساتھ گیت گائیں گی۔ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے گا اور بعض کو بندر اور خنزیر بنا دے گا۔''[2]

آج کے زمانے میں خطرناک ترین گناہ، جس نے لوگوں کی ایک عظیم اکثریت کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، موسیقی کے آلات کا بے تحاشا استعمال اور گانے سننا ہے۔ یہ گانا بجانا دل کے امراض پیدا کرنے، اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کرنے اور قرآن مجید کے سننے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے روکنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴾ [لقمان: ٦]

''یہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الأشربة، رقم الحديث (٥٥٩٠)

[2] سنن ابن ماجه، الفتن، رقم الحديث (٤٠٢٠) صححه ابن القيم.

اہلِ علم نے ”لھو الحدیث“ کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد گانا اور آلاتِ موسیقی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے گانا سننے کو زنا اور شراب نوشی کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”میری امت میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو زنا، ریشم، شراب اور موسیقی کو جائز کرلیں گے۔“

عصرِ حاضر میں موسیقی کی بیماری اس قدر عام ہو چکی ہے کہ اس کے لیے سپیشل ٹی وی چینلز بنائے گئے ہیں، جن کا کام صرف انواع واقسام کے گانے پیش کرنا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”گانا اس طرح دل میں نفاق پیدا کرتا ہے جس طرح پانی سے کھیتی اگتی ہے۔“[1]

⑳ مساجد کی آرایش و زیبایش اور اس پر فخر کرنا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ لوگ مساجد کے متعلق فخر و مباہات کریں۔“[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”لوگ ان پر فخر کریں گے اور ان کو آباد نہیں کریں گے مگر تھوڑا“ ان پر فخر کرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کی آرایش و زیبایش کا اہتمام کریں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”تم لوگ ان کی آرایش و زیبایش اسی طرح کرو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے سجایا سنوارا۔“[3]

---

[1] السنن الكبرىٰ للبيهقي (١٠/ ٢٢٣)

[2] مسند أحمد (٣/ ١٣٤)

[3] صحيح البخاري (١/ ٥٣٩)

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. قیامت کی نشانیاں۔ تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمد یوسف بن عبداللہ یوسف الوابل
   ترجمہ: مولانا محمد مقیم بن حامد علی
4. مناظرِ قیامت۔ تالیف: مولانا محمد خورشید سلفی
5. جب دنیا ریزہ ریزہ ہوجائے گی۔ تالیف: ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی
   ترجمہ: قاری محمد اقبال عبدالعزیز
6. سنہرے نقوش۔ تالیف: مولانا عبدالمالک مجاہد

قیامت کی چھوٹی نشانیاں② (۲۳۔ ۴۶)

بڑی نشانیاں① (۴۷۔۵۰) امام مہدی، دجال، جساسہ

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

قیامت کی نشانیوں کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جن میں سے ''عمارتوں پر فخر کرنا'' بھی ہے۔ سورۃ الانبیاء (آیت: ۱) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾

''لوگوں کے لیے ان کا (وقتِ) حساب نزدیک آ پہنچا ہے جبکہ وہ غفلت میں پڑے اعراض کرنے والے ہیں۔''

23- عمارتوں پر فخر کرنا:

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جبریل علیہ السلام سے فرمایا تھا، جب انھوں نے ان سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تھا:

''لیکن میں تم سے اس کی نشانیاں بیان کروں گا، ...(انھیں میں بیان فرمایا:) جب بکریوں کے چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر فخر کریں گے۔''[1]

تو یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔

24- لونڈی کا اپنے آقا کو جننا:

علاماتِ قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ لونڈی اپنے آقا کو جنم دے گی۔ یہ اس طرح

[1] صحيح البخاري (١/ ١١٤)

ہو گا کہ جب کوئی آزاد شخص اپنی لونڈی سے جماع کرے گا تو وہ اس سے حاملہ جائے گی اور ایک بچے کو جنم دے گی جو بڑا ہو کر ایک آزاد نوجوان بنے گا، جس کا والد زندہ ہوگا، مگر اس کی والدہ بدستور لونڈی (ام الولد) ہی ہوگی۔ چنانچہ وہ نوجوان اپنی ماں کے مالک کی حیثیت اختیار کر لے گا۔

حدیثِ جبریل علیہ السلام میں ہے کہ جب انھوں نے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمھیں اس کی نشانیوں کے بارے میں بتلاؤں گا۔ جب لونڈی اپنی مالکہ کو جنم دے گی تو یہ قربِ قیامت کی علامت ہوگی۔''[1]

اس کے معنی یہ بھی بیان کیے گئے ہیں کہ بادشاہ لونڈیوں کے بطن سے پیدا ہوں گے، اس طرح بیٹا بادشاہ ہوگا، جبکہ اس کی ماں اس کی رعایا (بلکہ کنیزوں) میں شامل ہوگی۔

25- امتِ اسلامیہ پر دوسری امتوں کا ہجوم:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''قریب ہے کہ دوسری قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی جس طرح بھوکے لوگ کھانے کے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔''[2]

26- لوگوں کا موت کی تمنا کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی بھی خبر دی ہے کہ ایک ایسا وقت آجائے گا جس میں ظلم، فتنوں اور مصیبتوں کی کثرت ہوگی، حتی کہ ایک شخص اپنے ساتھی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! اس قبر میں اپنے ساتھی کے بجائے وہ مدفون ہوتا، کیونکہ جس قسم کی تکلیف، پریشانیوں اور مصیبتوں میں سے وہ گزر رہا ہوگا اور جس کرب والم کا اسے

---

[1] صحيح البخاري، كتاب التفسير، رقم الحديث (٤٧٧٧)

[2] سنن أبي داود، مسند أحمد، صحيح الجامع، رقم الحديث (٨١٨٣)

سامنا ہوگا، وہ موت سے کہیں زیادہ تکلیف دہ ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک یہ صورتِ حال نہ ہو جائے کہ ایک شخص اپنے بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے گا تو آرزو کرے گا کہ کاش! میں اس کی جگہ [قبر] میں ہوتا۔''[1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''تم پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ اگر تم میں سے کسی کو موت فروخت ہوتی مل جائے تو وہ اسے بھی خریدنے کے لیے تیار ہو جائے گا۔''[2]

یہ حدیث ان احادیث سے معارض نہیں ہے جن میں موت کی تمنا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''تم میں سے کوئی شخص مصیبت کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے۔''[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کی پیش گوئی فرمائی ہے وہ آخری زمانے میں واقع ہوگی۔ وہ موت کی واضح دعا اور تمنا نہیں ہوگی، بلکہ وہ ایک شخص کے نہاں خانہ دل سے اٹھنے والی یہ خواہش ہوگی کہ کاش! وہ ان برائیوں اور فتنوں والے تکلیف دہ اور پریشان کن حالات سے کسی طرح چھٹکارا حاصل کر لے، چاہے یہ موت کے ذریعے ہی کیوں نہ ہو۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ قربِ قیامت موت کی یہ تمنا ہر مسلم کے دل میں پائی جائے، بلکہ یہ مختلف ملکوں کے حالات و واقعات کے مطابق ہوگی۔

---

[1] صحيح مسلم (٤/ ٢٢٣١)

[2] السنن الواردة في الفتن للداني (٣/ ٥٤٢)

[3] صحيح البخاري، الدعوات، رقم الحديث (٦٣٥١) و صحيح مسلم، الذكر والدعا، رقم الحديث (٢٦٨٠)

27- کثرتِ قتل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ''ہرج بڑھ جائے۔'' لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ''ہرج'' کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قتل، قتل۔''[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قسم ہے مجھے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قاتل کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی کہ اس نے کیوں قتل کیا؟ اور مقتول بھی یہ سمجھنے سے قاصر رہے گا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا؟''[2]

اس خون ریزی کی ابتدا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل سے ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی ایسی لڑائیوں کا آغاز ہوگیا جن کے لیے کوئی معقول جواز نہ تھا۔ اور ان جنگوں میں ہزاروں قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا۔ مرورِ ایام کے ساتھ ساتھ جدید تباہ کن اسلحہ کی بھی بھرمار ہوگئی ہے جو آج کل کی ہلاکت خیز جنگوں میں استعمال ہو رہا ہے۔

28- زمانے کا قریب قریب ہوجانا:

اس سے مراد زمانے میں برکت کا کم ہونا ہے اور وہ اس طرح کہ پہلے دور کے لوگ جو کام ایک گھنٹے میں کر لیتے تھے بعد کے دور والے وہ کام کئی گھنٹوں میں بھی نہ کرسکیں گے۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) فرماتے ہیں: یہ صورت حال ہمارے زمانے میں واقع ہوچکی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دن رات ایسی تیزی سے گزر رہے ہیں کہ پہلے زمانے میں اس طرح نہ تھا۔[3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ... زمانے قریب ہوجائیں۔''

---

[1] صحيح مسلم (١٨/ ١٣)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٠٨)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري (١٣/ ٢٢)

چنانچہ سال ماہ کی طرح ہو جائے گا اور ماہ جمعہ کی طرح اور جمعہ دن کی طرح اور دن گھنٹے کی طرح اور گھنٹہ شاخِ خرما (کھجور کی ٹہنی) کے جلنے کی مقدار کی طرح ہو جائے گا، جیسے آگ کا شعلہ لپک کر بجھ جاتا ہے۔[1]

29- فحاشی 30- قطع رحمی 31- پڑوسیوں کے ساتھ برے سلوک کا عام ہونا:

نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

''قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ فحش (بدکلامی) بے حیائی، قطع رحمی (رشتے کاٹنا) اور پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کرنا عام نہ ہو جائے۔''[2]

فحاشی سے مراد عریاں لباس کا استعمال اور ایسے الفاظ بولنا ہے جن میں بے حیائی کا عنصر پایا جائے۔ اسی طرح ایک دوسرے کو گالی دینا اور لعن طعن کرنا بھی فحش میں شامل ہے، رسول اللہ ﷺ فحش گو تھے، گالی گلوچ اور نہ کسی کو لعن طعن کرتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے جس چیز کی خبر دی تھی، وہ واقع ہو چکی ہے۔ ہم بہت سے لوگوں میں جھگڑا اور فساد دیکھ رہے ہیں۔ اسی طرح ان کے درمیان قطع رحمی اور پڑوسی سے برا سلوک ہمارے دیکھنے میں آتا ہے۔ لوگوں کے درمیان محبت، صلہ رحمی اور الفت کی جگہ بغض ونفرت اور عداوت پیدا ہو چکی ہے۔ ایسا وقت آ گیا ہے کہ لوگ اپنے پڑوسی سے ناواقف ہیں۔ آدمی اپنے رشتے داروں کے بارے میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کتنے لوگ زندہ ہیں اور کتنے فوت ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

32- لباس پہننے کے باوجود ننگی عورتوں کا ظہور:

عورتوں کی بے پردگی اور زینت کا بے جا اظہار بھی علاماتِ قیامت میں سے ہے۔ یعنی عورتوں کا ایسے تنگ لباس پہن کر گھروں سے نکلنا جس سے ان کے جسمانی نشیب و فراز

[1] صحيح البخاري (١٣/ ٨١، ٨٢) مسند أحمد (٢/ ٥٣٨)

[2] مسند أحمد (٢/ ١٦٢)

نمایاں ہوتے ہوں اور ایسے شفاف باریک کپڑے پہن کر نکلنا جن کے باعث بیٹھتے اور چلتے وقت ان کے اعضائے جسمانی واضح ہو کر سامنے آتے ہوں۔ ایسی عورتیں بظاہر تو کپڑوں میں ہوتی ہیں، مگر درحقیقت وہ تنگ کپڑوں، اعضائے جسمانی کی نمایش اور جسم کے پرفتن حصوں کو ظاہر کرنے کی وجہ سے ننگی ہی ہوتی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دو ایسے جہنمی گروہ ہیں جنھیں میں نے ابھی تک نہیں دیکھا: ایک تو وہ (ظالم) لوگ جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، ان سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسری وہ عورتیں جو کپڑے پہن کر بھی ننگی ہی نظر آئیں گی، لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود بھی لوگوں کی طرف مائل ہونے والی، ان کے سر (کے بال) بختی اونٹوں کی کوہانوں کی مانند ایک جانب کو ڈھلکے ہوئے ہوں گے۔ یہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو پاسکیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو اتنے اور اتنے فاصلے سے رہی ہوگی۔''[1]

یعنی وہ اپنے سر کے بالوں کو اس طرح باندھیں گی کہ بال اوپر اٹھ جائیں گے جس طرح اونٹ کی کوہان نمایاں ہوتی ہے۔ نیز ان عورتوں کے بال ایک طرف اس طرح جھکے ہوں گے، جس طرح بختی اونٹوں کی کوہانیں ایک جانب کو ڈھلکی ہوئی ہوتی ہیں۔

33- بوڑھوں کا جوان بننا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کچھ لوگ ہوں گے جو آخری زمانے میں اس طرح کالا خضاب لگائیں گے جس سے ان کے سر اور ڈاڑھی کبوتروں کے پوٹوں کی مانند ہو گے، انھیں جنت کی خوشبو تک نہ ملے گی۔''[2]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٢٨)

[2] مسند أحمد (٤/ ١٥٦) رقم الحدیث (٢٤٧)

اس حدیث میں جو بات بیان کی گئی ہے، وہ اس زمانے میں واقع ہوچکی ہے، کیونکہ مردوں کے درمیان داڑھی اور سر کے بالوں کا کالے خضاب سے رنگنا عام ہوچکا ہے۔

34- کثرتِ تجارت:

انھیں نشانیوں میں سے تجارت کی کثرت اور اس کا لوگوں کے درمیان پھیل جانا ہے، یہاں تک کہ مردوں کے ساتھ ساتھ ان کی عورتیں بھی ان کی تجارت میں شریک ہوجائیں گی۔ [1]

35- زلزلوں کی کثرت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ زلزلوں کی کثرت ہوجائے۔'' [2]

اب یہ خبریں آپ اکثر سنتے رہتے ہیں۔

36- نیک لوگوں کا فوت ہو جانا:

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ نیک لوگ گزر جائیں گے، اخیار کی کمی ہوگی اور اشرار کی کثرت ہوگی، یہاں تک کہ صرف برے لوگ ہی باقی رہ جائیں گے اور انھیں پر قیامت قائم ہوگی۔ [3]

37- سلام جان پہچان کی بنیاد پر ہوگا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یقیناً یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو صرف واقفیت کی بنیاد پر سلام کرے گا۔'' [4]

جبکہ سلام عام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

---

[1] مسند أحمد (٥/ ١٣٣)

[2] صحيح البخاري (١٣/ ٨١، ٨٢)

[3] مسند أحمد (١١/ ١٨١، ١٨٢) مستدرك الحاكم (٤/ ٤٣٥)

[4] مسند أحمد (٥/ ٣٢٦)

38- ان سنتوں سے بے پرواہی اور بے رغبتی جن کی اسلام نے ترغیب دی ہے:

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''بیشک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آدمی کا گزر مسجد سے ہوگا (مگر) وہ اس میں دو رکعتیں نہیں پڑھے گا۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مساجد کو راستہ بنالیا جائے گا۔''

یہ جائز نہیں ہے، کیونکہ مساجد کی تعظیم اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کا حصہ ہے اور ایمان وتقویٰ کی علامت ہے، جیسا کہ سورۃ الحج (آیت: ۳۲) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴾

''یہ (ہمارا حکم ہے) اور جو شخص ادب کی چیزوں کی جو اللہ نے مقرر کی ہیں، عظمت رکھے تو یہ (فعل) دلوں کی پرہیزگاری میں سے ہے۔''

39- جھوٹ کی کثرت اور بلاتحقیق خبروں کو نقل کردینا:

حضرت عبد اللہ بن عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں کچھ شیاطین قید ہیں جنھیں حضرت سلیمان علیہ السلام نے باندھ رکھا ہے، قریب ہے کہ وہ نکل آئیں گے اور لوگوں پر قرآن پڑھیں گے۔[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یعنی وہ کوئی چیز پڑھیں گے اور لوگوں کو یہ باور کروائیں گے کہ یہ قرآن ہے، حالانکہ وہ قرآن نہیں ہوگا۔''[2]

---

[1] صحيح مسلم (١/ ٧٩، ٨٠)

[2] شرح صحيح مسلم للنووي (١/ ٨٠)

40- عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو میرے بعد تم سے کوئی بیان نہیں کرے گا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہوجائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہوجائے گا، عورتیں زیادہ ہوجائیں گی اور مرد کم ہوجائیں گے، یہاں تک کہ پچاس عورتوں کا ایک ہی نگراں ہوگا۔''[1]

کہا گیا ہے کہ اس کا سبب فتنوں کی کثرت ہوگی جس کی وجہ سے مردوں میں قتل بڑھ جائے گا، کیونکہ جنگ کرنے والے یہی ہوتے ہیں عورتیں نہیں ہوتی ہیں۔[2]

اگر آج کوئی دنیا میں پیدا ہونے والے بچوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد پر غور کرے اور ان عالمی مصدقہ رپورٹوں کا جائزہ لے جن میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد کا فرق بتلایا گیا ہے تو وہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ علامت ہمارے اس دور میں ظاہر ہو کر روبہ ترقی ہے۔

41- فحاشی وعریانی کا ظہور اور اس کا اعلانیہ ارتکاب:

یہ دراصل دو علامتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ زنا عام ہو جائے گا اور چارسو پھیل جائے گا، دوسری یہ کہ زنا علی الاعلان کیا جائے گا اور اسے دوسروں سے چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک یہ صورتِ حال نہ پیدا ہو جائے کہ زمین پر کوئی بھی ایسا شخص نہ رہے گا جس کی اللہ کو ضرورت ہو، نوبت

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨١) صحيح مسلم (٩/ ٢٦٧١)

[2] شرح صحيح مسلم للنووي (٧/ ٩٦، ٩٧) فتح الباري (١/ ١٧٩)

یہاں تک پہنچ جائے گی کہ دن کی روشنی میں علی الاعلان راستے کے عین بیچ میں ایک عورت سے زنا کیا جائے گا اور کوئی شخص اس پر اعتراض کرے گا اور نہ اسے ہٹانے کی کوشش کرے گا۔ اس دن معاشرے کا بہترین شخص وہ ہوگا جو اس زانی مرد سے کہے گا: تم نے اس راستے سے تھوڑا سا ہٹ ہی لیا ہوتا! یہ بات کہنے والے کی اس دور میں وہی حیثیت ہوگی جو آج تمھارے درمیان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی ہے۔''[1]

اس حدیث کی تائید اس فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا، جہالت پھیل جائے گی، زنا عام ہو جائے گا اور شراب پی جائے گی ....''[2]

اور ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''...زنا عام ہو جائے گا، مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت ہو جائے گی....''[3]

یہ دونوں علامتیں ہمارے زمانے میں ظاہر ہوچکی ہیں۔ بعض ٹی وی چینل جس طریقے سے فحاشی پھیلا رہے ہیں اور حیا باختہ مناظر نشر کر رہے ہیں۔ انٹرنیٹ پر ایسی تصاویر اور ویڈیو نشر کی جارہی ہیں جن کی طرف دیکھنے سے ایک مومن کی آنکھ شرماتی ہے۔ مومن مردوں اور خواتین کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت کریں، نگاہیں نیچی رکھیں، شرم گاہوں کی حفاظت کریں، اہلِ فسق وفجور سے بچ کر رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت عصمت و پاک دامنی کی دعا مانگتے رہیں۔

---

[1] المستدرك للحاكم (٤/ ٥٤١) وصححه، و سلسلة الأحاديث الضعيفة (٣/ ٤١٠، رقم الحديث: ١٢٥٤)

[2] صحيح مسلم، كتاب العلم (٩/ ٢٧١)

[3] صحيح البخاري، كتاب العلم، رقم الحديث (٨١)

42- ناگہانی موت کی کثرت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت ہے:

''بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ اچانک آنے والی موت پھیل جائے گی۔''[1]

یہی وہ چیز ہے جسے موجودہ زمانے میں لوگ (ہارٹ اٹیک) کہتے ہیں، جو اچانک دل کا دورہ پڑنے یا رگوں میں خون جم جانے سے رونما ہوتا ہے، یا اچانک گاڑی کے حادثے یا اسی نوعیت کے دیگر حوادث واقع ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لہٰذا عقل مند انسان کو اپنے متعلق ہوشیار رہنا چاہیے اور اچانک موت کے آ جانے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے توبہ کر لینا چاہیے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''صحت وفراغت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے کی فرصت کو غنیمت جانو۔ عین ممکن ہے تمھاری موت اچانک واقع ہو جائے۔ میں نے کتنے ہی صحت مندوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی بیماری کے بغیر اچانک اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔''[2]

43- بارش کی کثرت اور فصلوں پودوں کی قلت:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگوں پر عام بارش ہوگی اور زمین کچھ نہ اگائے گی۔''[3]

44- لوگوں میں موٹاپے کی کثرت:

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] فتح الباري لابن حجر العسقلاني (ص: ٦٧٤)

[2] هدي الساري مقدمة فتح الباري لابن حجر العسقلاني (ص: ٦٧٤)

[3] مسند أحمد (٣/ ١٤٠)

''میرا زمانہ سب سے بہترین زمانہ ہے، پھران لوگوں کا دورعمدہ ہوگا جو ان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ جوان کے بعد آئیں گے، پھر ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو گواہی طلب کیے جانے کے بغیر ہی گواہی دینے کے لیے تیار ہوں گے، وہ خیانت کریں گے اور ان پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ وہ نذر تو مانیں گے، مگر اس کو پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا ظاہر ہو جائے گا۔''[1]

غالبًا آخری زمانے میں موٹاپے کی وجہ مالی خوشحالی، آرام دہ زندگی، ہوٹلوں، قہوہ خانوں میں مزیدار کھانوں اور مٹھائیوں کی کثرت ہوگی۔ ہمارے اس دور میں لوگوں کی جسمانی حرکت بے حدکم ہوگئی ہے۔ انسان کی ہرنوع کی خدمت کے لیے مشینیں اور آلات موجود ہیں۔ وہ پیدل نہیں چلتے اور بدنی حرکت برائے نام رہ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب موٹاپے کا شکار ہو گئے ہیں۔ صورت حال اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ عالمی اعداد وشمار کے مطابق دنیا کی آبادی کا قریباً چھٹا حصہ وزن میں اضافے کے مسئلے کا شکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ایسی دواؤں کی بہت کثرت ہوگئی ہے جو وزن گھٹانے، موٹاپے کے علاج اور معدے کی کارکردگی میں معاون ہوتی ہیں۔

45- مومن کا خواب سچ ہونا:

حالت خواب میں انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس کے کچھ معانی اور احکام ہوتے ہیں۔ بعض خواب تو بالکل طلوعِ صبح کی مانند سچے ہوتے ہیں، بعض جھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بعض خواب محض پریشان خیالی اور حدیثِ نفس پر مبنی ہوتے ہیں جن کی کوئی خاص تعبیر نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ نے خوابوں کے بارے میں بعض ایسی خبریں دی ہیں جو علاماتِ قیامت اور اس کے آثار سے تعلق رکھتی ہیں۔ مثلاً سچا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٤٢٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٣٥)

''میرے بعد نبوت سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی سوائے ''مبشرات'' کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ''مبشرات'' کیا ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ اچھا خواب جو ایک مومن دیکھتا ہے یا اس کے لیے کسی کو دکھایا جاتا ہے۔''[1]

خواب کا سچا اور اس کا مومن کے لیے بشارت ہونا قربِ قیامت اور کائنات کے خاتمے کی علامت ہے۔ مومن کا خواب قربِ قیامت زیادہ سچا اور امرِ واقع کے مطابق ہوگا اور مومن زیادہ نیک اور لوگوں میں زیادہ اجنبی ہوگا۔ ان حالات میں سچا خواب مومن کی تنہائی اور اجنبیت کو دور کرے گا، اس کا انیس وغم خوار بنے گا اور اس کا خواب کم ہی جھوٹا ہوگا۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

''جب قیامت کا زمانہ قریب آجائے گا تو مسلمان کا خواب کم ہی جھوٹا ہوگا۔ جس کا خواب زیادہ سچا ہوگا وہ بات میں بھی زیادہ سچا ہوگا۔ مومن کا خواب نبوت کا پینتالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ خواب تین قسم کا ہوتا ہے۔ ایک سچا خواب جو اللہ کی طرف سے خوشخبری ہوتا ہے۔ دوسرا غم ناک خواب جو شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور تیسرا خواب جس میں انسان اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی ناپسندیدہ خواب دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ کھڑا ہو جائے، نماز پڑھے اور لوگوں سے یہ خواب بیان نہ کرے۔ میں خواب میں بیڑی کو پسند اور طوق کو ناپسند کرتا ہوں۔ کیونکہ خواب میں بیڑی کی تعبیر دین پر استقامت اور ثابت قدمی ہے۔''[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ امام ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''آخری زمانے میں مومن کا خواب جھوٹا نہیں

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٩٩٠)

[2] مسند أحمد (٢/ ٥٠٧) صحيح مسلم، كتاب الرؤيا، رقم الحديث (٢٢٦٣)

ہوگا۔‘‘اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن کا خواب ایسی واضح شکل میں ہوگا جو کسی حجت کا محتاج نہیں ہوگا، لہٰذا اس میں جھوٹ کے داخل ہونے کی گنجایش نہیں ہوگی۔ یہ خواب سچا ہوگا اور جھوٹ سے خالی ہوگا کیونکہ یہ امرِ واقع کے عین مطابق ہوگا۔ اس کے برعکس دیگر خوابوں کی تعبیر مخفی ہوتی ہے۔تعبیر بتلانے والا اس کی تعبیر بتلا تا ہے، مگر وہ واقع نہیں ہوتی۔ اس لیے ایسا خواب جھوٹا ہوتا ہے، سچا نہیں ہوتا۔

اس بات کو آخری زمانے سے خاص کرنے میں حکمت یہ ہے کہ مومن اس دور میں اجنبی ہوگا، جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ’’اسلام اجنبیت میں شروع ہوا اور آخری زمانے میں بھی یہ غریب و نامانوس ہو جائے گا۔‘‘ ان حالات میں ایک مومن کے مونس اور غم خوار بہت کم ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ اس کو سچے خواب سے عزت عطا فرمائے گا جو اسے حق پر ثابت قدم رکھے گا اور اس کے لیے باعث بشارت ہوگا۔[1]

مومن کے سچے خواب والے زمانے کی تعیین کے بارے میں دو احتمال ہیں:

① یہ وہ زمانہ ہوگا جب علم دنیا سے اٹھا لیا جائے گا۔ فتنوں اور لڑائیوں کی وجہ سے علاماتِ شریعت غائب ہو جائیں گی۔ اس وقت مومن لوگوں کے درمیان بالکل ایک نامانوس اجنبی شخص کی طرح ہوگا۔ اس دشوار صورت حال میں اللہ تعالیٰ سچے خوابوں کے ذریعے مومن کی نصرت فرمائے گا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔[2]

② یہ واقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوں گے، اس لیے کہ ان کے نزول کا زمانہ امت میں عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد بہترین اور اقوال واحوال کے اعتبار سے سب سے سچا زمانہ ہوگا اور اس زمانے میں مومن کا خواب کم ہی جھوٹا ہوگا۔[3]

---

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري (١٢/ ٥٠٧ و ١٩/ ٤٥١)

[2] فتح الباري شرح صحيح البخاري (١٢/ ٥٠٧)

[3] فتح الباري شرح صحيح البخاري (١٢/ ٥٠٧)

46- دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ ظاہر ہونا:

دریائے فرات عراق کا ایک مشہور دریا ہے۔ اس میں پانی کی فراوانی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ علاماتِ قیامت میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اپنا رخ بدلے گا اور اس سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر ہوگا۔ لوگ اس سونے کی خاطر لڑیں گے اور ان کی بڑی تعداد اس میں قتل ہو جائے گی۔ نبی کریم ﷺ نے خبردار کیا ہے کہ جو کوئی اس موقع پر حاضر ہو، وہ اس مال کو لینے سے محتاط رہے۔ کہیں وہ فتنے میں مبتلا نہ ہو جائے یا اس کی وجہ سے کوئی لڑائی نہ شروع ہو جائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک فرات سے سونے کا ایک پہاڑ ظاہر نہ ہو جائے۔ لوگ اس سونے کے لیے جنگ کریں گے۔ اس کے نتیجے میں ننانوے فیصد لوگ قتل ہو جائیں گے۔ ان میں ہر شخص کو یہ توقع ہوگی کہ شاید وہی زندہ بچ جائے۔''[1]

ایک روایت میں یہ بھی ہے:

''جو اس موقع پر موجود ہو، اسے چاہیے کہ وہ اس میں سے کوئی چیز نہ لے تا کہ وہ فتنے اور خون ریزی سے بچ سکے۔''[2]

یہ فتنہ ابھی ظاہر نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ کب واقع ہوگا۔ عہدِ حاضر میں ترکی اور شام کے ممالک دریائے فرات پر بند تعمیر کر رہے ہیں اور اس کے قریب مختلف فیکٹریاں لگا رہے ہیں، اس وجہ سے دریا میں پانی کی قلت واقع ہو رہی ہے۔ عین ممکن ہے کہ یہ سونے کے اس پہاڑ کے ظہور کا پیش خیمہ ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اور ہمارے دین و ایمان کی حفاظت فرمائے اور ہمیں ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور نیک اعمال کی توفیق سے نوازے۔ آمین

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٨٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧١١٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٩٤)

47-قیامت کی بڑی نشانیاں②

امام مہدی کا ظہور:

آخری زمانے میں شر وفساد کی کثرت ہوگی۔ ظلم بہت پھیل جائے گا۔ طاقتور کمزور کا حق کھا جائے گا۔ برے لوگوں کا معاشرے میں غلبہ اور کنٹرول ہوگا، مگر اس کے باوجود مسلمان ایک ایسی صبحِ جدید کے طلوع ہونے کے منتظر رہیں گے جو زمین پر پھیلے ہوئے ظلم وستم کا خاتمہ کر دے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ امام محمد بن عبد اللہ حسنی، علوی، مہدی کے ظہور کا فیصلہ فرمائے گا۔ وہ سات سال تک بادشاہت کریں گے اور زمین جس طرح ظلم و زیادتی سے بھر گئی ہوگی، اسی طرح اسے عدل سے بھر دیں گے۔ امت ان کے عہد حکومت میں ایسی خوشحالی اور آسودگی کی زندگی گزارے گی جیسی کبھی بھی میسر نہ آئی ہوگی۔ آخری زمانے میں ان کا ظہور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔[1]

امام مہدی کے ظہور کا سبب:

آخری زمانے میں جب فساد بڑھ جائے گا، برائیوں کی کثرت ہو جائے گی، ظلم پھیل جائے گا اور عدل مفقود ہو جائے گا تو ان حالات میں ایک نیک شخص ظاہر ہوگا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ اس امت کے حالات کی اصلاح فرما دے گا۔ اس شخص کو اہل سنت ''مہدی'' کے نام سے پہچانتے ہیں۔ اس کے پیروکار جمع ہو جائیں گے اور وہ بہت سے معرکوں میں مسلمانوں کی قیادت کرے گا۔ وہ صرف مذہبی پیشوا ہی نہیں قائد اور حاکم بھی ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں تمھیں مہدی کی بشارت دیتا ہوں، وہ لوگوں کے اختلاف اور زلزلوں کے وقت بھیجے جائیں گے، تب وہ زمین کو ویسے ہی عدل و انصاف سے بھر دیں

---

① تفصیل کے لیے دیکھیں: ظہورِ امام مہدی، از ابو عدنان محمد منیر قمر۔

گے جیسے وہ ظلم و زیادتی سے بھر چکی ہوگی۔ ساکنانِ سما اور ساکنانِ ارض (زمین و آسمان کے رہنے والے) ان سے خوش ہوجائیں گے۔ وہ مال کو مساوات کے ساتھ تقسیم کریں گے۔''[1]

نام اور صفات:

ان کا نام نبی اکرم ﷺ کے نام پر اور ان کے والد کا نام نبی اکرم ﷺ کے والد کے نام پر ہوگا۔ چنانچہ ان کا نام محمد یا احمد بن عبد اللہ ہوگا وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ رسول اللہ ﷺ کی ذریت میں سے ہوں گے اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں سے ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مہدی ہم اہل بیت میں سے ہے، اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی رات میں تیار کر دے گا۔''[2]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مطلب یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول کرلے گا، اسے توفیق دے گا اور اسے الہام کرے گا اور اسے رشد عطا فرمائے گا، جبکہ اس سے پہلے اس کی یہ حالت نہ رہی ہوگی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مہدی مجھ ہی (میری ہی نسل) سے ہوگا۔''

یہ تو ان کا نسب ہوا۔ پھر آپ ﷺ نے ان کی جسمانی صفات بیان کیں اور فرمایا:

''روشن اور خوبصورت چہرے والا ہوگا جس کی پیشانی کے اگلے حصے کے بال کم ہوں گے ان کی ناک لمبی اور پتلی ہوگی اور درمیان سے اونچی ہوگی۔ وہ زمین کو ویسے ہی عدل و انصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم و زیادتی سے بھر گئی تھی، پھر وہ سات سال تک بادشاہت کرے گا۔''[3]

---

[1] مسند أحمد (٣/ ٣٧)

[2] مسند أحمد (٢/ ٥٨) سنن ابن ماجه (٢/ ١٣٦٧)

[3] سنن أبي داود مع العون، كتاب المهدي (١١/ ٣٧٥) رقم الحديث (٤٢٦٥)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''مہدی میری نسل سے فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا۔''[1]

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام مہدی کی تائید کے لیے مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے جو اس کی مدد کریں گے، اس کی سلطنت قائم کریں گے اور اس کے ہاتھ مضبوط کریں گے۔ ان کے جھنڈوں کا رنگ کالا ہوگا، کیونکہ اس رنگ میں رعب و وقار پایا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا بھی میدان جنگ میں سیاہ ہوتا تھا، جسے ''عقاب'' کہا جاتا تھا۔[2]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے آخری زمانے میں مہدی کا ظہور ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دور میں خوب بارشیں برسائے گا۔ زمین خوب اپنی پیداوار نکالے گی۔ وہ لوگوں میں برابری کی بنیاد پر مال تقسیم کرے گا۔ مال مویشی کی کثرت ہو جائے گی اور امت اسلام عظیم امت بن جائے گی۔ وہ سات یا آٹھ برس زندہ رہے گا۔''[3]

ایک اور روایت میں ہے:

''پھر اس کے چلے جانے کے بعد زندگی میں کوئی خیر و بھلائی نہ رہے گی۔''[4]

یہ اور دیگر علامات اس لیے بیان کی گئی ہیں تاکہ مسلمانوں کو فرحت اور صبر وثبات حاصل ہو اور انھیں یہ خوش خبری بھی سنائی جائے کہ اللہ تعالیٰ کا دین محفوظ رہے گا اور اس کی مدد کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم وہ عمل کریں گے جس کا شرع نے عمومی حکم دیا ہے

---

1. سنن أبي داود، مع العون (١١/ ٣٧٣) سنن ابن ماجه (٢/ ١٣٦٨)
2. النهاية في الفتن والملاحم (ص: ٢٧)
3. المستدرك للحاكم (٤/ ٥٥٨) بسند صحيح.
4. مسند أحمد (٣/ ٧٣)

کہ دین کی مدد کی جائے، مسلمان ملکوں کا دفاع کیا جائے، جہاد فی سبیل اللہ کو قائم کیا جائے اور پرچمِ اسلام کی سربلندی کے لیے قتال کیا جائے۔

ہم اس انتظار میں بیٹھے نہیں رہیں گے کہ آسمان سے مدد نازل ہوگی، ہماری کسی کوشش اور محنت کے بغیر ہی زمین سب کچھ اگانا شروع کردے گی۔ آج بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ یہودیوں سے قتال کے لیے اور قابض عیسائیوں کو مسلمانوں کے ممالک سے نکالنے کے لیے بھرپور تیاری کریں اور قیامت کے لیے خروجِ مہدی کے انتظار میں ذلیل ورسوار ہو کر نہ بیٹھے رہیں، بلکہ ہم سب کو متفق ومتحد ہو کر اپنے دین اور اگر امام مہدی تشریف لے آئیں، تو ان کی مدد کرنی چاہیے۔

48- خروجِ دجال سے قبل پیش آنے والے چند دیگر واقعات:

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ’’خروجِ دجال سے قبل تین برس بہت سختی اور شدت کے ہوں گے، لوگ ان سالوں میں خوراک کی شدید قلت کا شکار ہوں گے۔ پہلے برس اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا وہ اپنی ایک تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم دے گا کہ وہ اپنی ایک تہائی پیداوار روک لے، پھر اگلے برس آسمان کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی دو تہائی بارش روک لے اور زمین کو حکم ہوگا کہ وہ اپنی دو تہائی پیداوار روک لے۔
>
> ’’تیسرے سال اللہ تعالیٰ آسمان کو حکم دے گا کہ وہ اپنی تمام بارش روک لے اور زمین کو حکم دے گا کہ وہ اپنی ساری پیداوار روک لے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آسمان سے پانی کا ایک قطرہ تک نہ گرے گا اور زمین سے کوئی نبات پیدا نہ ہوگی۔ روے زمین پر جتنے سایہ دار درخت ہوں گے، وہ تباہ و برباد ہو جائیں گے، مگر جس کو اللہ چاہے گا وہ بچ جائے گا۔‘‘ (یعنی ایک قلیل تعداد کے سوا سب درخت مرجھا کر سوکھ جائیں گے)۔‘‘

''لوگوں نے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! اس صورت حال میں لوگوں کا ذریعہ معاش کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ ''لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' کثرت سے پڑھیں گے اور یہی ذکر ان کے لیے خوراک کا کام دے گا۔''[1]

49- دجال کی جسمانی علامات:

دجال کی نشانی بیان کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''اس کا قد چھوٹا ہوگا اور پنڈلیوں کے درمیان دوری ہونے کے باعث اس کی چال عیب دار ہوگی، اس کی جلد کا رنگ سفید اور پیشانی چوڑی ہوگی، دجال ممسوح العین [خراب مٹی ہوئی آنکھ والا] ہوگا۔''[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار ہوں گی، دائیں آنکھ پھولے ہوئے انگور کی مانند ہوگی اور بائیں آنکھ کانی ہوگی، بہت گھنے بالوں والا ہوگا، اس کے بال نرم اور سیدھے نہ ہوں گے۔'' (بلکہ گھنگریالے ہوں گے)۔[3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا۔'' ''ک، ا، ف، ر'' اسے ہر پڑھا لکھا اور ان پڑھ مومن اچھی طرح پڑھ لے گا اور وہ لاولد ہوگا، اس کی کوئی اولاد نہ ہوگی۔''[4]

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٧٧) وفي سنده مقال.
[2] صحيح البخاري مع فتح الباري (١٣/ ٩٠) صحيح مسلم (١٨/ ٦١)
[3] صحيح مسلم مع شرح النووي (١٨ / ٦٠، ٦١)
[4] صحيح البخاري مع فتح الباري (١٣/ ٩١)

دجال کا معنی:

دجال کو دجال اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ حق کو باطل کے ذریعے ڈھانپ دے گا یا اس وجہ سے کہ وہ اپنے جھوٹ اور شاطرانہ چالوں کی وجہ سے اپنے کفر کو لوگوں سے چھپالے گا۔ واللہ اعلم

دجال کی صفت اور اس سلسلے میں وارد احادیث:

دجال اولادِ آدم میں سے ہے، اس کی بہت سی صفات اور نشانیاں ہیں جو احادیث میں مذکور ہیں، تاکہ لوگ اسے پہچان لیں اور اس کے فتنے کا شکار نہ ہوں، بلکہ ان صفات سے آگاہ رہیں جن کی نبی اکرم ﷺ نے خبر دے رکھی ہے۔ انھیں صفات میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کچھ ایسی طاقتیں دے گا جو اس کے سوا نوعِ بشر میں کسی کو حاصل نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی آزمایش وامتحان کے لیے اسے یہ طاقتیں عطا فرمائے گا۔ نیز آپ ﷺ نے ہمیں اس کی جسمانی اور اخلاقی علامات سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ اس کی صفات میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بہت جھوٹ بولنے والا اور بہت بڑا متکبر ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”میں سوتے ہوئے کعبۃ اللہ کا طواف کر رہا ہوں [پھر فرمایا کہ انھوں نے عیسی بن مریم علیہما السلام کو دیکھا، پھر دجال کو دیکھا، پھر اس کا وصف بیان فرمایا]، وہ ایک بھاری بھرکم جسامت والا ہوگا، سرخ ہے، گھونگریالے بالوں والا ہے، کانا ہے، گویا اس کی آنکھ پچکا ہوا خراب انگور ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس دجال کے سب سے زیادہ مشابہ تو خزاعہ کا ایک شخص ابن قطن ہے۔“[1]

50- جساسہ کا قصہ اور دجال:

امام عامر بن شراحیل شعبی کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے کہا:

---

[1] صحيح البخاري مع فتح الباري (١٣/ ٩٠)

’’مجھے کوئی ایسی حدیث سنایئے جو آپ نے براہِ راست رسول اللہ ﷺ سے سنی ہو، اسے اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کی طرف منسوب نہ کیجیے گا۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو تو میں ایسا ہی کروں گی۔ عامر نے کہا: تو ٹھیک ہے، سنایئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گویا ہوئیں: ایک روز میں نے رسول اللہ ﷺ کے منادی کی آواز سنی، وہ اعلان کر رہا تھا: لوگو! نماز کھڑی ہونے والی ہے۔ یہ سن کر میں سوئے مسجد چل پڑی اور اللہ کے رسول ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی۔ میں عورتوں کی اس صف میں تھی جو مردوں کے بالکل پیچھے تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو منبر پر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہے، پھر دریافت فرمایا: جانتے ہو میں نے تمھیں بیٹھے رہنے کے لیے کیوں کہا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا:

’’میں نے تمھیں شوق دلانے یا ڈرانے کے لیے جمع نہیں کیا۔ تمھیں جمع کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تمیم داری رضی اللہ عنہ جو پہلے نصرانی تھا، اب اس نے آ کر اسلام قبول کر لیا ہے اور اس نے مجھ سے ایک ایسی بات بیان کی ہے جو میرے اس بیان کے مطابق ہے جو میں تم سے مسیح دجال کے بارے میں کیا کرتا تھا۔

پھر اللہ کے رسول ﷺ نے تمیم داری رضی اللہ عنہ کی زبانی بیان کردہ بات سنانا شروع کر دی۔ کہتے ہیں: میں لخم اور جذام قبائل کے تیس آدمیوں کے ساتھ سمندر میں [چوبی جہاز] پر سوار تھا، ایک بڑی موج آئی اور جہاز کو بہا کر لے گئی، سمندری طوفان میں ہمارا جہاز ایک مہینے تک ادھر ادھر لڑھکتا اور بھٹکتا رہا، پھر اس کا رخ ایک جزیرے کی طرف ہو گیا، یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا، جزیرے کے قریب پہنچ کر ہم ایک چھوٹی سی کشتی میں سوار ہو گئے۔ پھر جزیرے میں داخل ہوئے، ہم نے وہاں ایک گھنے اور کھدرے بالوں والا

چوپایہ دیکھا، بالوں کی بہتات کی وجہ سے اس کی اگلی اور پچھلی جانب کا کوئی پتا ہی نہ چلتا تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا: تمھارے لیے بربادی ہو! تم کون ہو؟ وہ کہنے لگا: میں جساسہ ہوں۔ پوچھا: جساسہ کیا بلا ہے؟ وہ بولا: اے قوم! ایسا کرو، اس [سامنے والے] گرجا گھر میں ایک شخص رہتا ہے، اس کے پاس چلے جاؤ، وہ تمھیں بڑے شوق سے ساری بات بتائے گا اور [تمھاری بات بھی] سنے گا، وہ تمھارے بارے میں جاننے کا بہت مشتاق ہے۔ جب اس نے ہمیں متذکرہ آدمی کے بارے میں بتلایا تو ہمیں اس چوپائے کے بارے میں شیطان ہونے کا خوف ہوا۔ ہم لوگ جلدی سے اس آدمی کی طرف چل دیے اور گرجے میں داخل ہوئے۔ وہاں ایک آدمی تھا، وہ بہت لمبا تڑنگا تھا، اس کے دونوں ہاتھ گردن کے ساتھ اور دونوں زانو دونوں ٹخنوں تک لوہے [کی زنجیر] سے جکڑے ہوئے تھے۔

ہم نے اتنی سختی سے جکڑا ہوا آدمی کبھی نہ دیکھا تھا۔ ہم نے پوچھا: ارے کم بخت! تم کیا چیز ہو؟ وہ بولا: تم لوگ اب میری خبر پر قابو پا ہی لو گے [اب تمھیں میرا حال معلوم ہو ہی جائے گا] پہلے تم بتاؤ کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: ہم عرب ہیں، ہم ایک سمندری جہاز میں سوار ہوئے، سمندر کی موجیں ہم سے ایک مہینے تک کھیلتی رہیں اور ہم کسی نہ کسی طرح تیرے اس ٹاپو سے آ لگے، پھر ہم ایک چھوٹی سی کشتی میں بیٹھ کر ٹاپو میں داخل ہوئے۔

یہاں ہمیں ایک بھاری دم کا بہت گھنے بالوں والا جانور ملا، بالوں کی کثرت سے اس کے اگلے پچھلے حصے کی شناخت ہی نہیں ہو پا رہی تھی، ہم نے پوچھا: ارے کم بخت! تم کیا چیز ہو؟ وہ بولا: میں جساسہ ہوں۔ ہم نے پوچھا: یہ جساسہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: تم لوگ اس آدمی کے پاس چلے جاؤ جو گرجے کے اندر ہے، وہ تمھاری خبر کا بے حد مشتاق ہے۔ چنانچہ ہم لوگ تیزی سے

دوڑتے ہوئے تیرے پاس آ پہنچے اور ڈرے کہ مبادا تو کوئی بھوت پریت ہے۔
زنجیروں میں جکڑے ہوئے آدمی نے پوچھا: اچھا تم لوگ مجھے بیسان [فلسطین کی ایک بستی] کے نخلستان کے بارے میں تو بتاؤ؟ ہم نے کہا: تو اس نخلستان کے بارے میں کیا پوچھنا چاہتا ہے؟ وہ بولا: میں اس نخلستان کے بارے میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ پھلتا پھولتا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں پھلتا پھولتا ہے۔ اس نے کہا: اب عنقریب وہ نہیں پھلے پھولے گا۔ پھر اس نے کہا: مجھے طبرستان کے سمندر [یہ سمندر فلسطین میں ہے جو فلسطین اور اردن کے درمیان حدِ فاصل ہے] کے بارے میں بتاؤ؟ ہم نے کہا: اس کے بارے میں تو کیا پوچھنا چاہتا ہے؟
اس نے سوال کیا: کیا اس میں پانی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں، اس میں تو بہت زیادہ پانی ہے۔ وہ بولا: عنقریب اس کا پانی سوکھ جائے گا۔ پھر اس نے کہا: مجھے زغر [ملک شام کا ایک شہر] کے چشمے کے متعلق معلومات دو؟ ہم نے کہا: تو اس چشمے کے بارے میں کیا جاننا چاہتا ہے؟
کہنے لگا: کیا اس میں پانی ہے اور کیا وہاں کے لوگ اس کے پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں؟ ہم نے بتایا: اس میں بہت پانی ہے۔ وہاں کے لوگ اس پانی سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھیتی باڑی کرتے ہیں۔
وہ پوچھنے لگا: مجھے نبی امّی ﷺ کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے کہا وہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لا چکے ہیں۔
اُس نے دریافت کیا: کیا ان سے عربوں نے لڑائی کی ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ پوچھا: اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ ہم نے کہا: انھوں نے قرب وجوار کے تمام عربوں پر قبضہ پالیا ہے اور عربوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی ہے۔ کہنے لگا: کیا ایسا ہوگیا ہے؟ ہم نے کہا: ہاں۔ وہ کہنے لگا: یہ عربوں کے حق میں بہت اچھا ہے کہ اس کی اطاعت کریں۔ لو اب میں تمھیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں:

میں مسیح دجال ہوں، اب وقت آیا ہی چاہتا ہے کہ مجھے یہاں سے نکلنے کی اجازت مل جائے گی۔ جب میں نکلوں گا تو ساری دنیا میں گھوموں گا۔ تمام چھوٹی بڑی بستیوں کا چالیس دنوں میں دورہ کرلوں گا۔ ہاں! میں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو پاؤں گا، کیونکہ ان دونوں شہروں میں میرے لیے داخل ہونا حرام ہے۔

جب بھی میں ان دونوں شہروں یا ان میں سے کسی ایک میں داخل ہونے کی کوشش کروں گا ایک فرشتہ ننگی تلوار سونتے ہوئے میرا استقبال کرے گا اور مجھے شہر میں داخل ہونے سے روک دے گا، ان شہروں کے ہر راستے پر فرشتے ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں۔

اس حدیث کی راویہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ اس موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر کھڑے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصا سے منبر پر ٹیک لگائی اور فرمایا:

((هٰذِهِ طَيْبَةُ، هٰذِهِ طَيْبَةُ، هٰذِهِ طَيْبَةُ، يَعْنِي الْمَدِيْنَةَ))

''یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے، یہ طیبہ ہے۔یعنی مدینہ۔''

پھر فرمایا: ''کیا میں نے تمھیں یہ باتیں نہیں بتائی تھیں؟''

لوگوں نے جواب دیا: بے شک بتائی تھیں۔ ارشاد ہوا: جب مجھ سے تمیم نے یہ اوپر والی باتیں بیان کیں تو یہ وہی باتیں تھیں جن کا میں تم سے ذکر کر چکا ہوں اور مکہ اور مدینے کے بارے میں بتا چکا ہوں۔

((أَلَا! اِنَّهٗ فِيْ بَحْرِ الشَّامِ أَوْ بَحْرِ الْيَمَنِ، لَا بَلْ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ))

''آگاہ رہو! دجال بحرِ شام [بحیرۂ روم] یا بحرِ یمن [بحیرۂ عرب] میں نہیں بلکہ وہ مشرق [بحرِ ہند] کی جانب سے آئے گا۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا

کہتی ہیں: میں نے یہ حدیث اللہ کے رسول ﷺ سے براہِ راست سنی اور یاد رکھی ہے۔''[1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''آدم کی پیدائش سے لے کر قیامِ قیامت تک دجال سے بڑی (بصورتِ فتنہ) کوئی مخلوق نہیں ہے۔''[2]

دجال کے نکلنے کا مقام:

دجال مشرق کی جہت سے اصبہان کے یہودیوں کے درمیان سے سے خراسان کے مقام سے نکلے گا، پھر زمین کی سیر کرے گا، کوئی بھی بستی باقی نہیں چھوڑے گا، ہر جگہ داخل ہوگا، صرف مکہ اور مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا، کیونکہ فرشتے ان دونوں مقامات کی نگہبانی کر رہے ہوں گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دجال اصبہان (ایران) کے یہودیوں کے درمیا ن سے نکلے گا، اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے۔''[3]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''رہی یہ بات کہ وہ کہاں سے نکلے گا؟ تو یہ بات یقینی ہے کہ وہ مشرق کی جانب سے نکلے گا۔[4]

دجال کے پیروکار:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٩٤١)

[2] صحيح مسلم مع شرح النووي، كتاب الفتن (١٨/ ٨٦، ٨٧)

[3] فتح الباري (١٣/ ٣٢٨)

[4] فتح الباري (١٣/ ٩١)

''اصبہان کے یہودیوں میں سے ستر ہزار لوگ دجال کے ساتھی ہوں گے، ان پر سبز رنگ کی چادریں ہوں گی۔''[1]

رہی یہ بات کہ اس کے اکثر ساتھی دیہاتیوں اور گنواروں میں سے ہوں گے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں پر جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی ایک وجہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی لمبی حدیث میں بیان کی گئی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''دجال کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ وہ اعرابی [دیہاتی] سے کہے گا کہ اگر میں تمھارے ماں باپ کو زندہ کردوں تو کیا تم اس بات کی گواہی دو گے کہ میں تمھارا رب ہوں؟ وہ کہے گا: ہاں؟ پھر دو شیطان اس کے ماں باپ کی شکل دھار کر ظاہر ہوں گے اور کہیں گے: اے میرے بیٹے! تو اس کی پیروی کر، کیونکہ یہی تیرا رب ہے۔''[3]

جبکہ عورتوں کا حال تو دیہاتیوں سے بھی بدتر ہوتا ہے، کیونکہ وہ بہت جلد متاثر ہوجاتی ہیں اور ان پر جہالت کا غلبہ بھی ہوتا ہے۔

دجال کے فتنے...آگ اور پانی:

امام نووی رحمہ اللہ اپنی شرح میں لکھتے ہیں:

''قاضی عیاض کہتے ہیں کہ دجال کے قصے سے متعلق امام مسلم اور دوسرے اہلِ حق کا یہ کہنا ہے کہ دجال ایک شخص ہے جس کے ذریعے اللہ اپنے بندوں کو آزمائے گا اور اسے ایسی چیزوں پر قدرت عطا کی گئی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں، جیسے مردے کو زندہ کرنا اور اس کے ساتھ دنیا کی رنگینی اور باغ و بہار ہوگی۔ اس کے ساتھ جنت اور جہنم ہوں گے اور اس کی جنت [درحقیقت] جہنم ہوگی اور اس کی جہنم [اصل میں] جنت ہوگی

---

[1] صحیح مسلم (۱۸/ ۸۵، ۸٦)

[2] سنن ابن ماجه، کتاب المناقب (۲/ ۱۳۵۹۔ ۱۳٦۳) یہ حدیث صحیح ہے۔

اور اس کے ساتھ پانی کی ندیاں ہوں گی، روئی کے پہاڑ ہوں گے۔ وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو آسمان بارش برسائے گا اور زمین کو سبزہ اگانے کا حکم دے گا تو وہ سبزہ اگائے گی، زمین کے خزانے اس کے پیچھے پیچھے چلیں گے، وہ بڑی ہی سرعت اور تیزی کے ساتھ زمین طے کر ڈالے گا۔[1]

اس کی تیزی اس بارش کی مانند ہوگی جس کے پیچھے ہوا لگی ہوئی ہو، اس کے علاوہ بھی بہت سے خوارق [کرشموں] کا حامل ہوگا۔ یہ تمام باتیں صحیح احادیث میں موجود ہیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو چیزیں دجال کے ساتھ ہوں گی میں انھیں اس سے زیادہ جانتا ہوں، اس کے ساتھ بہتی ہوئی دو نہریں ہوں گی۔ ایک دیکھنے میں سفید معلوم ہوگی اور دوسری دیکھنے میں بھڑکتی ہوئی آگ معلوم ہوگی، اگر تم میں سے کوئی انھیں پائے تو اس ندی پر آئے جو آگ معلوم ہوتی ہو اور آنکھیں بند کر لے، پھر اپنے سر کو جھکائے اور اس سے پی لے، کیونکہ وہ ٹھنڈا میٹھا اور عمدہ پانی ہوگا۔''[2]

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ زمین میں کتنے دنوں تک رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چالیس دن، ایک دن سال کے برابر ہوگا اور باقی ایام عام دنوں کی مانند ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: زمین میں اس کی تیزی کتنی ہوگی؟ فرمایا: اس بارش جیسی جس کے پیچھے ہوا لگی ہوئی ہو، پھر وہ لوگوں کے پاس آئے گا اور دعوت دے گا، لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور دعوت قبول کر لیں گے، پھر وہ آسمان کو بارش برسانے کا حکم دے گا تو وہ بارش برسائے گا اور زمین کو حکم دے گا اور وہ سبزہ اگائے گی، ان کے جانور جب ان کے پاس

---

[1] فتح الباري (٦/ ١٠٣)

[2] صحيح مسلم (١٨/ ٦١)

لوٹیں گے تو ان کے کوہان بڑھ چکے ہوں گے اور تھن خوب بھرے ہوئے ہوں گے۔

پھر وہ ایک ایسے شخص کو بلائے گا جو بھری جوانی میں ہوگا اور اسے تلوار سے مارے گا تو اس کے دو ٹکڑے ایک نشانے کے فاصلے پر الگ الگ جا گریں گے۔ پھر وہ اسے بلائے گا تو وہ ہنستے ہوئے اس کی جانب اس طرح آئے گا کہ اس کا چہرہ کھلا ہوگا۔[1]

صحیح بخاری کی روایت میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ یہ شخص جسے دجال قتل کرے گا، بہترین لوگوں میں سے ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی جانب سے دجال کی طرف نکلے گا۔ پھر وہ دجال سے کہے گا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ تو وہی دجال ہے جس کی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کی ہیں، تب دجال کہے گا: لوگو، بتاؤ! اگر میں اسے قتل کردوں، پھر اسے زندہ کردوں تو کیا تمھیں (میرے) معاملے میں کوئی شک رہ جائے گا؟ تو وہ کہیں گے: نہیں، چنانچہ قتل کردے گا، پھر وہ اسے زندہ کردے گا، تب وہ (وہی شخص) کہے گا: اللہ کی قسم! مجھے آج سے زیادہ کبھی تیرے بارے میں بصیرت حاصل نہیں تھی، چنانچہ دجال پھر اسے قتل کرنا چاہے گا تو اس پر قابو نہیں پائے گا۔[2]

ہم اللہ سے عافیت کے طلب گار اور فتنوں سے اس کی پناہ مانگتے ہیں۔

دجال کے فتنے سے حفاظت:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی راہنمائی ان امور کی جانب فرما دی ہے جو اسے مسیح دجال کے فتنے سے محفوظ رکھیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ جن امور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا ہے، انھیں میں سے مسیح دجال کا فتنہ بھی ہے کیونکہ قیامت کے آنے تک امت کو جن فتنوں کا سامنا ہوگا، یہ ان میں سے سب سے بڑا فتنہ ہوگا اور ہر نبی اپنی امت کو کانے دجال سے ڈراتا رہا ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ اہتمام کے ساتھ اس سے ڈرایا۔ آگاہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر دجال کی بہت سی صفات کو واضح کر دیا

---

[1] صحيح مسلم (١٨/ ٦٥، ٦٦)

[2] صحيح البخاري مع فتح الباري (١٣/ ١٠١)

تھا تاکہ وہ اپنی امت کو آگاہ فرما دیں، کیونکہ وہ یقینی طور پر اسی امت میں نکلنے والا ہے کیونکہ یہی آخری امت ہے اور حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دجال کے جو اوصاف بتائے ہیں اور اس کی جو علامتیں بیان کی ہیں، ان سے فتنۂ دجال کی خطرناکی و بلاخیزی کی صحیح تصویر ابھر کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ ایک مومن کا دل احادیثِ فتنۂ دجال پڑھتے وقت دہل اٹھتا ہے اور اس کا جگر شق ہو جاتا ہے، پھر ذرا اس گھڑی کا تصور کیجیے کہ کیا حال ہوگا جب اس کذاب و دجال کا سامنا ہوگا؟ اس وقت قلب و جگر کی کیا کیفیت ہوگی جب آنکھیں اس کے فتنوں کا مشاہدہ کریں گی؟ حدیث میں آیا ہے:

''میری موجودگی میں اگر نکل آیا تو میں تمھاری طرف سے نمٹ لوں گا اور اگر میری عدم موجودگی میں پہنچا تو ہر شخص اپنی ذات کے لیے اس سے برسرِ پیکار ہو جائے اور اللہ میرے پیچھے ہر مسلمان کا محافظ ہے۔''

البتہ وہ شخص جو اس سے ملاقات سے خائف ہو اور اس کی آزمایشوں اور فتنوں کو برداشت کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ جلد راہِ فرار اختیار کر لے۔ صحیح مسلم میں حضرت امّ شریک رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا:

''البتہ ضرور لوگ دجال کے ڈر سے بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ جائیں گے۔''[1]

علاوہ ازیں دجال اگر نکل آئے تو اس کے فتنے سے محفوظ و مامون رہنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے متعدد ہدایات فرمائی ہیں:

① دجال کے فتنے سے پناہ مانگنا:

حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب في بقية أحاديث الدجال (٤/ ٢٢٦٦) رقم الحديث (٢٩٤٤)

''دجال اس وقت تک نہیں نکلے گا جب تک لوگ اس کے ذکر سے غافل نہ ہو جائیں۔''[1]

یعنی کوئی بھی شخص دجال کا ذکر کرے گا اور نہ اس کے بارے میں سوچے گا۔ جب لوگ اس کو بھول جائیں گے اس کی صفات ذہنوں سے نکل جائیں گی اور کثرتِ فتن کے باوجود لوگ اس کے بارے میں احتیاط ترک کر دیں گے تو اس وقت دجال ظاہر ہوگا۔ اس کا حکم صحیح حدیثوں میں آیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے:

﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ﴾[2]

''اے اللہ! میں عذابِ قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور مسیحِ دجال کے فتنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

② سورت کہف کی آیات حفظ کرنا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال پر سورت کہف کی ابتدائی آیات پڑھنے کا حکم دے رکھا ہے اور بعض روایات میں اس کی آخری آیتوں کے پڑھنے کا حکم ہے۔ امام مسلم نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص سورت کہف کی ابتدا سے دس آیتیں یاد کر لے گا، وہ دجال سے محفوظ رہے گا یعنی اس کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔''[3]

دجال کی ہلاکت:

دجال کی ہلاکت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ہاتھوں ہوگی، جیسا کہ صحیح احادیث سے

[1] مسند أحمد (٤/ ٧١)

[2] صحيح البخاري (٢/ ٣١٧) صحيح مسلم (٥/ ٨٧)

[3] صحيح مسلم (٦/ ٩٢، ٩٣)

ثابت ہوتا ہے اور اس کی مقبولیت کی صورت یہ ہوچکی ہوگی کہ دجال مکہ اور مدینے کے سوا دنیا کی ہر سرزمین پر ظاہر ہوگا، اس کے پیروکاروں کی کثرت ہوگی اور اس کا فتنہ عام ہوگا، تھوڑے سے مومنوں کے سوا اور کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فتنہ دجال سے محفوظ رکھے اور ہمارے ایمان کی حفاظت فرمائے۔ آمین

مراجع درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. قیامت کی نشانیاں۔ تالیف: علامہ یوسف بن عبداللہ یوسف الوابل
ترجمہ: مولانا محمد مقیم بن حامد علی
4. مناظرِ قیامت۔ تالیف: مولانا محمد خورشید سلفی
5. جب دنیا ریزہ ریزہ ہوجائے گی۔ تالیف: ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی
ترجمہ: قاری محمد اقبال عبدالعزیز
6. سنہرے نقوش۔ تالیف: مولانا عبدالمالک مجاہد

قیامت کی بڑی نشانیاں (۵۱۔۶۳)

حمد و ثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴾ [المعارج: ٦، ٧]

''یہ لوگ قیامت کو دور از قیاس سمجھتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ وہ نزدیک ہے۔''

قیامت کی نشانیوں کا ذکر چل رہا ہے جن میں سے نزولِ ایک عیسیٰ علیہ السلام بھی ہے۔

51- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے اور کہاں نازل ہوں گے؟:

جب دجال نکل چکے آئے اور وہ زمین میں فساد برپا کردے گا، تب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا اور وہ زمین پر نازل ہوں گے۔ ان کا نزول ملکِ شام کے شہر دمشق کے مشرقی حصے میں ایک سفید مینار کے قریب ہوگا۔ وہ ورس و زعفران سے رنگے ہوئے دو کپڑے زیب تن کیے ہوئے ہوں گے اور دو فرشتوں کے پروں پر اپنی ہتھیلیاں رکھے ہوئے تشریف لائیں گے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی صفات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مکمل صفات امت کے سامنے پیش کردی ہیں اور ان حالات کا تعین بھی کردیا ہے جن میں وہ تشریف لائیں گے، تاکہ ایک مسلمان کی معلومات میں ان کے متعلق کوئی شک وشبہہ نہ رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ایک ایسے شخص ہوں گے جو:

- درمیانے قد کے ہوں گے، یعنی بہت زیادہ لمبے نہ چھوٹے۔

- ان کے چہرے کا رنگ سفید سرخی مائل ہوگا۔
- وہ چوڑے سینے والے ہوں گے۔
- ان کے بال سیدھے ہوں گے، یعنی گھنگھر یالے نہ ہوں گے۔ جب وہ اپنے سر کو جھکائیں گے تو ان کے سر سے پانی کے قطرات ٹپکیں گے، گویا وہ موتی ہوں، مگر بال گیلے نہیں ہوں گے۔
- لوگوں میں عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کی شکل کے ساتھ سب سے زیادہ ان کے ساتھ ملتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس رات مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی، میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات ہوئی ......، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حلیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ درمیانے قد اور سرخ رنگ کے تھے، گویا کہ وہ حمام سے نکل کر آرہے ہوں۔''[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے عیسیٰ، موسیٰ اور ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ عیسیٰ سرخی مائل، گھنگر یالے بالوں والے اور چوڑے سینے والے تھے......''[2]

کسی کافر کے لیے جو ان کی سانس کی خوشبو پائے گا مرنے کے سوا کوئی راستہ نہ ہوگا اور ان کی سانس منتہائے بصر تک پہنچے گی۔

عیسیٰ علیہ السلام کن حالات میں نازل ہوں گے؟

مسلمان اس وقت بہت بڑے معرکے سے لوٹ رہے ہوں گے۔ انھوں نے شہر قسطنطنیہ کو فتح کر کے عیسائیوں کے قبضے سے آزاد کرا لیا ہوگا اور مسلمان قسطنطنیہ کو کسی ہتھیار

[1] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء (٣٤٣٧) صحيح مسلم، كتاب الإيمان (١٦٨)

[2] صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، رقم الحديث (٣٤٣٨)

کے ذریعے نہیں بلکہ تہلیل ''لَا إِلٰه إِلَّا اللّٰه'' اور تکبیر (اللہ اکبر) کے ذریعے سے فتح لیں گے۔ اچانک شیطان ان کے درمیان اعلان کر دے گا کہ دجال نکل آیا ہے۔ یہ سنتے ہی مسلمان قسطنطنیہ سے واپس دمشق کا رخ کریں گے، کیوں کہ مسلمانوں کا مرکز اس اس وقت دمشق ہی میں ہوگا اور اس کے بعد واقعی مسیح دجال نکل آئے گا۔ وہ پوری زمین میں گھومے گا اور ایک عظیم فتنہ برپا کرے گا۔

ایک دوسری مفصل روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کے بارے میں بات کرتے ہوئے فرمایا:

''دجال مدینے کی بنجر زمین میں وارد ہوگا۔ مدینے کے اندر داخل ہونا اس کے لیے ممنوع ہوگا۔ مدینہ اپنے رہنے والوں کو زلزلے کے ایک یا دو جھٹکے دے گا۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ تمام منافق مرد اور عورتیں مدینے سے نکل کر دجال کی طرف چلے جائیں گے، پھر دجال شام کی طرف رخ کرلے گا اور اس کے بعض پہاڑوں کے پاس ٹھہر کر ان کا محاصرہ کرلے گا، کچھ مسلمان جو شام کے ایک پہاڑ کی چوٹی پر موجود ہوں گے، دجال اس پہاڑ کے نیچے جاکر ان کا بھی محاصرہ کرلے گا۔ جب یہ محاصرہ طویل ہو جائے گا تو ایک مسلمان پکار کر ساتھیوں سے کہے گا: اے مسلمانو کی جماعت! تم کب تک اس حالت میں رہوگے؟ اللہ کا دشمن دجال تمھاری سرزمین پر ڈیرا جما چکا ہے۔ اٹھو باہر نکلو، تم دو بھلائیوں میں سے ایک ضرور پا لوگے: اللہ تعالیٰ تمھیں شہادت نصیب فرمائے گا یا پھر تم اس پر غلبہ پا لوگے۔ وہ سب خلوصِ دل سے موت پر بیعت کرلیں گے، پھر ان پر ایسا اندھیرا چھا جائے گا کہ ایک انسان اپنی ہتھیلی تک کو نہیں دیکھ سکے گا۔ اسی دوران میں اچانک ابن مریم علیہما السلام تشریف لے آئیں گے۔ مومنوں کی آنکھوں سے ظلمت کے پردے ہٹ جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے درمیان موجود ہوں گے۔ انھوں نے زرہ پہن رکھی ہوگی۔''

(مطلب یہ ہے کہ جب مومن اس بات پر متفق ہو جائیں گے کہ وہ فجر کی نماز کے بعد دجال سے جہاد کے لیے نکل پڑیں گے تو نماز کے لیے اقامت کہی جائے گی۔ امام نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھ چکا ہوگا کہ اچانک تکبیرِ تحریمہ سے قبل ان پر اندھیر اچھا جائے گا، اندھیرا چھٹے گا تو وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو زرہ پہنے اپنے درمیان موجود پائیں گے)

لوگ کہیں گے: اللہ کے بندے آپ کون ہیں؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے: میں اللہ کا بندہ، اس کا رسول، اس کی طرف سے روح اور اس کا کلمہ عیسیٰ بن مریم ہوں۔ اس موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مومنوں سے فرمائیں گے: تم لوگ دجال سے نجات پانے کی تین صورتوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو جو تمھیں زیادہ پسند ہو:

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ دجال پر اور اس کے لشکروں پر آسمان سے کوئی عذاب نازل کر دے۔

① دوسری صورت یہ ہے کہ اللہ انھیں زمین میں دھنسا دے۔

② تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تمھارے ہتھیاروں کو ان پر مسلط کر دے اور ان کے ہتھیار تم سے روک لے۔

③ وہ کہیں گے: اے اللہ کے نبی! یہ تیسری صورت ہمارے لیے سب سے بڑھ کر اطمینان بخش ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے فرمایا:

”اس دن آپ دیکھیں گے کہ ایک عظیم الجثہ، لمبا تڑنگا، بہت زیادہ کھانے پینے والا یہودی اس حالت سے دو چار ہو جائے گا کہ کپکپاہٹ کی وجہ اس کا ہاتھ تلوار کو تھامنے سے قاصر رہے گا۔ اہلِ ایمان دجال کی طرف اٹھ کھڑے ہوں گے اور اس پر فتح پالیں گے۔“

پھر حضرت عیسیٰ اسے بابِ لد پر جا پکڑیں گے، جب دجال اسے دیکھے گا تو

ایسے پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک پگھلتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے کہیں گے: مجھ کو تجھے ایک ہی ایسی مار مارنی ہے جس سے تو میرے ہاتھوں بچ نہیں سکے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے دبوچ لیں گے اور اپنے نیزے سے اسے قتل کر ڈالیں گئے اور اس کے پیرکاروں کو شکست سے دوچار ہونا پڑے گا، پھر مومن لوگ ان کا پیچھا کر کے انھیں قتل کر دیں گے، یہاں تک کہ شجر وحجر بھی کہنے لگیں گے: اے مسلم! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے، آ اور اسے قتل کر دے، صرف جھاؤ (الغرقد) کا درخت ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ وہ یہودیوں کا دوست ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قریب ہے کہ تم میں ابن مریم (علیہ السلام) حاکم عادل بن کر نازل ہوں گے، پھر وہ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کر دیں گے اور جنگ کو ختم کر دیں گے۔''[1]

اس ملعون کے قتل سے اس کا عظیم فتنہ ختم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس کے اور اس کے پیروکاروں کے شر سے روح اللہ اور کلمۃ اللہ عیسی بن مریم علیہما السلام اور ان کے مومن پیروکاروں کے ہاتھوں نجات دے گا۔

52- یاجوج و ماجوج پر بنائی جانے والی دیوار اور اس کے گرنے کا قصہ:

یاجوج و ماجوج بنو آدم کے دو بڑے شریر قبیلے یا قومیں ہیں، جیسا کہ حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ وہ اولادِ آدم میں سے ہیں اور انسان ہیں۔ یہ لوگ ذوالقرنین کے زمانے میں ایک فسادی قوم کی صورت میں سامنے آئے، ان کے پڑوسیوں نے ذو القرنین سے مطالبہ کیا کہ وہ ان کے اور یاجوج و ماجوج کے درمیان

[1] صحيح البخاري (٦/ ٤٩٠، ٤٩١) صحيح مسلم (٢/ ١٨٩ تا ١٩١)

ایک مضبوط دیوار بنا دیں، تاکہ وہ ان کے ضرر اور شر سے محفوظ رہ سکیں اور وہ لوگ زمین میں فساد نہ کر سکیں تو ذو القرنین نے دیوار بنادی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب قرآنِ مجید میں ایک نیک بادشاہ ذو القرنین کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

''اور ہم کو خوب معلوم ہے جو سامان اس کے پاس تھا۔ پھر اس نے ایک سامان کیا۔ پھر (چلتے چلتے) دونوں پہاڑوں کے بیچ میں پہنچا۔ وہاں اس طرف پہاڑوں کے (ادھر) ایسے لوگوں کو دیکھا جو (دوسرے ملک والوں کی) بات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ کہنے لگے: اے ذوالقرنین (اس گھاٹی کے پرے) یاجوج و ماجوج (دو قوموں کے لوگ) ملک میں فساد مچاتے ہیں (ہم کو آ کر لوٹتے اور ستاتے ہیں) تو کیا ہم تیرے لیے کچھ چندہ جمع کریں، اس شرط پر کہ ہمارے اور ان کے مابین تو ایک روک کر دے؟ ذوالقرنین نے کہا: مجھ کو جو میرے مالک نے مقدور دیا ہے وہ (تمھارے چندے سے) بڑھ کر ہے بہتر ہے (البتہ اگر تم میری مدد کرنا چاہتے ہو) تو محنت مزدوری سے میری مدد کرو۔ مَیں تم میں اور ان میں ایک مضبوط آڑ کر دوں گا۔ لوہے کے تختے مجھ کو لا دو جب دونوں کناروں تک دیوار کو برابر کر دیا تو (مزدروں کو) حکم دیا: اب دھونکو (آگ پھونکو) جب وہ (دھونکتے دھونکتے لال) انگار ہوگئی تو یہ حکم دیا کہ اب تانبا لاؤ، پگھلا کر اس پر انڈیل دوں گا۔'' [الکھف: ۹۲، ۹۷]

53- ذو القرنین کون تھا؟

اہل علم کے راجح قول کے مطابق وہ ایک نیک مومن بادشاہ تھا، نبی نہیں تھا۔ اسے ذو القرنین اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ مشرق و مغرب کا سفر کر کے ایسی جگہوں پر پہنچا جہاں سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ ذو القرنین ''سکندر مقدونی'' نہیں بلکہ اس کے علاوہ اور شخصیت ہے، کیونکہ سکندر کافر تھا اور اس کا زمانہ ذو القرنین سے دو ہزار سے کچھ زیادہ برس بعد کا ہے۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ نے اس کا قصہ سورت کہف میں بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے پوری زمین کا سفر کیا۔ ہم یہاں صرف ان آیات کا مطلب بیان کریں گے جو ذوالقرنین اور یاجوج وماجوج کے قصے سے متعلق ہیں:

﴿ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴾ [الکهف: ٩٢] ''پھر وہ کچھ اور سامان ساتھ لے کر چلا۔'' یعنی وہ مشرق ومغرب کے درمیان ایک اور راستے پر چلا جو اسے بلند پہاڑوں والے شمالی علاقے میں لے گیا۔

﴿ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ ﴾ [الکهف: ٩٣] ''یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔'' یہاں تک کہ وہ ایک ایسے علاقے میں پہنچا جو ترکوں کی سرزمین میں آرمینیا اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب واقع تھا۔

''السدان'' کے معنی ہیں: دو پہاڑ، ان کے درمیان خالی جگہ تھی، جہاں سے یاجوج وماجوج نکل کر آتے تھے، وہ ترکوں کے علاقے میں فساد انگیزی کرتے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کر دیتے تھے۔[1]

جب ان ترکوں نے ذوالقرنین کے پاس قوت دیکھی تو انھوں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ بادشاہ صاحبِ اختیار اور باصلاحیت ہے۔ انھوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ان کے اور یاجوج وماجوج کے درمیان اس راستے کو بند کرنے کے لیے ایک دیوار کھڑی کر دے، تاکہ وہ ان پر حملہ نہ کر سکیں۔ اس کام کے عوض ترکوں نے بادشاہ کو مال کی پیشکش بھی کی، لیکن اس نیک بادشاہ نے کسی معاوضے کے بغیر محض بھلائی کے طور پر اور اللہ سے اجر وثواب لینے کے لیے دیوار بنانے کا فیصلہ کیا اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ اس مسئلے کا آسان ترین حل یہ ہے کہ دونوں پہاڑوں کے درمیان کی گزرگاہ کو ایک مضبوط دیوار سے بند کر دیا جائے، چنانچہ اس نے ترکوں سے کہا کہ وہ افرادی قوت سے اس کی مدد کریں:

[1] تفسير ابن كثير، سورة الكهف (٣/ ١٤٢)

﴿ فَاَعِيْنُوْنِيْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴾ [الكهف: ٩٥]

''اس لیے تم قوت کے ساتھ میری مدد کرو کہ میں تمھارے درمیان اور ان کے درمیان ایک موٹی دیوار بنا دوں۔''

بادشاہ نے لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے دونوں کے درمیان ترتیب سے کھڑے کر دیے اور پھر ان سے کہا:

﴿ اُنْفُخُوْا ﴾ ''یعنی دھونکنیوں سے ان پر آگ جلاؤ۔''

﴿ حَتّٰۤى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ﴾ ''یعنی جب لوہے کی وہ چادریں شدت حرارت سے آگ کی طرح سرخ ہوگئیں۔''

﴿ قَالَ اٰتُوْنِيْۤ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴾ [الكهف: ٩٦]

''تو کہا: لاؤ میرے پاس کہ میں اس پر پگھلا ہوا تانبا انڈیل دوں۔''

تو اس نے کہا کہ اب مجھے پگھلا ہوا تانبا فراہم کرو، تاکہ میں اسے ان چادروں پر ڈال دوں۔ اس سے لوہے کہ ٹکڑے آپس میں مضبوطی سے ایک دوسرے سے جڑ گئے اور ایک سخت پہاڑ کی طرح ناقابلِ تسخیر بن گئے۔ اس دیوار کی بلندی کے باعث یاجوج وماجوج کے لیے اس پر چڑھنا یا اس کے اوپر سے جھانکنا ناممکن ہوگیا۔ دیوار کی مضبوطی اور موٹائی کے سبب اسے نیچے سے کھودنا یا اس میں سوارخ کرنا بھی ان کے لیے ممکن نہ رہا۔ اس مضبوط و مستحکم دیوار کے ذریعے سے ذوالقرنین نے یاجوج و ماجوج کے راستے کو بند کردیا۔

54- یاجوج و ماجوج کون ہیں؟

یاجوج و ماجوج طالوت اور جالوت کی طرح عجمی نام ہیں۔ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور نوع بشر سے تعلق رکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ وہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے دو قبیلے ہیں۔[1]

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ انھوں نے

[1] فتح الباري شرح صحيح البخاري (١٣/ ١٠٦)

روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

''یاجوج و ماجوج حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں یعنی یہ دونوں قبیلے نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں اور اگر یہ لوگ آدمیوں کے درمیان بھیج دیے جائیں تو ان کی معیشت کو تباہ کر ڈالیں گے اور ان میں سے کوئی بھی اپنی ذریت میں سے ایک ہزار یا اس سے زیادہ چھوڑے بغیر نہیں مرے گا۔''

اللہ تعالیٰ نے شاہِ خوش اطوار جناب ذوالقرنین کو اس عظیم دیوار کی تعمیر کی خاطر مسخر فرما دیا تھا۔ تاکہ وہ عام لوگوں اور مفسد قوم یاجوج و ماجوج کے درمیان حائل ہوجائے، پھر جب وقتِ مقرر آ پہنچے گا اور قیامت قریب آ جائے گی تو یہ بند ریزہ ریزہ ہوجائے گا اور یاجوج و ماجوج بہت بڑی تعداد میں اس قدر عظیم سرعت کے ساتھ نکل پڑیں گے کہ کوئی بھی فردِ بشر ان کے سامنے ٹک نہیں سکے گا اور وہ لوگوں کے درمیان موجیں مار رہے ہوں گے اور زمین کو فساد سے بھر دیں گے۔

ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بڑی تعداد والی جماعت ہے۔ جب وہ نکلے گی تو پوری زمین بھر جائے گی اور جس راہ سے وہ گزرے گی وہاں کی زمین چٹیل میدان بن جائے گی۔

خروجِ یاجوج و ماجوج کے دلائل:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ حَتّٰۤى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِىَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴾ [الأنبياء: ٩٦، ٩٧]

''یہاں تک کہ یاجوج اور ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں اور (قیامت کا) سچا وعدہ قریب آ جائے تو ناگہاں کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں (اور کہنے لگیں کہ) ہائے شامت! ہم اس (حال) سے غفلت میں رہے، بلکہ ہم (اپنے حق میں) ظالم تھے۔''

صحیحین میں حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ان کے پاس گھبرائے ہوئے آئے اور کہنے لگے: ''لا الٰہ الا اللہ'' بربادی ہے عرب کی اس شر کی وجہ سے جو قریب آچکا ہے، آج یاجوج و ماجوج کی دیوار سے اتنا کھل چکا ہے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انگوٹھے اور اس سے متصل انگشت کا حلقہ بنایا)۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس صورت میں بھی ہلاک ہوجائیں گے جبکہ ہمارے درمیان نیکوکار لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! جب برائی بڑھ جائے گی۔''[1]

اشارتاً یہ بات گزر چکی ہے کہ یاجوج و ماجوج کا ظہور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول اور دجال کے قتل کر دینے کے بعد ان کی موجودگی میں ہوگا، حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ عنہما کی لمبی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) اس قوم کے پاس آئیں گے جس کو اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا ہے، وہ ان کے چہروں پر ہاتھ پھیریں گے اور جنت میں ان کے مقام و مراتب کی بشارت سنائیں گے، اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دے گا کہ میں نے اپنے ایسے بندوں کو نکالا ہے کہ کسی میں اُن سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے، لہٰذا تم میرے مومن بندوں کو طور پر لے جا کر محفوظ کردو۔ اللہ یاجوج و ماجوج کو بھیج دے گا اور وہ ہر چہار جانب سے ابل پڑیں گے [ان کی کثرت کا یہ حال ہوگا] کہ جب اگلا گروہ طبریہ کے تالاب پر گزرے گا تو سب پانی پی جائیں گے اور آخری جماعت جب اس تالاب پر گزرے گی تو کہے گی کہ ضرور اس میں کبھی پانی تھا اور اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ اللہ کے نبی حضرت

[1] صحيح البخاري (٦/ ٣٨١) صحيح مسلم (١٨/ ٢۔ ٤)

عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ کے سامنے گڑگڑائیں گے؛ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کریں گے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ان سے نجات عطا فرما، اللہ تعالیٰ ان کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا۔

''چنانچہ اللہ یاجوج و ماجوج کو نغف (ایسا کیڑا جو بکریوں اور اونٹوں کی ناک میں ہوتا ہے) یعنی گلٹیوں کے مرض میں مبتلا کر دے گا جو ان کی گردنوں میں نکل آئیں گی اور وہ سب کے سب ایک ہی وقت میں مرجائیں گے، جیسے ایک ہی شخص کو موت آئی ہو، اس کے بعد اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی [طورِ سینا سے] زمین پر تشریف لائیں گے، یہاں ایک بالشت جگہ ایسی نہ ہوگی جو ان کی چربی اور بدبو سے خالی ہو، اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی اللہ کی جناب میں گڑگڑائیں گے اور دعا کریں گے، پھر اللہ بڑے بڑے پرندوں کو جو لمبے لمبے اونٹوں کے مانند ہوں گے بھیج دے گا جو ان سڑی ہوئی لاشوں کو اٹھا کر اللہ جہاں چاہے گا پھینک دیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیج دے گا جس سے کوئی مکان کوئی خیمہ نہ بچے گا اور بارش ساری زمین کو دھو کر آئینہ بنا دے گی۔''[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی حکمت:

بعض علماء نے اس کی حکمت کا پتا لگانے کی کوشش کی ہے کہ دیگر انبیا بجائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کیوں نازل ہوں گے؟ اس سلسلے میں ان کے مختلف اقوال ہیں: یہودیوں کے اس خیال کی تردید کرنا کہ انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے جھوٹ کو واضح کر دے گا اور وہی انھیں اور ان کے سردار دجال کو قتل کریں گے۔

حدیث میں ہے کہ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں اپنے

[1] شرح صحیح مسلم للنووي، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال (١٨/ ٢٨۔ ٦٩)

بارے میں بتائیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور اپنے بھائی حضرت عیسی علیہ السلام کی بشارت ہوں۔"[1]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ امن و سلامتی اور خوشحالی کا زمانہ ہوگا، اللہ تعالیٰ اس میں موسلا دھار بارش نازل فرمائے گا، زمین اپنے پھلوں اور برکتوں کو باہر نکال دے گی، مال کی بہتات ہوگی، کینہ اور باہمی بغض و حسد اور نفرت کا خاتمہ ہوجائے گا۔

نزول کے بعد بقا کی مدت اور وفات:

نزول کے بعد روے زمین پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بقا کی مدت کیا ہوگی؟ اس سلسلے میں بعض روایات میں سات سال کا تذکرہ آیا ہے اور بعض روایات میں چالیس سال مذکور ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم کی روایت میں آیا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو مبعوث فرمائے گا، پھر وہ سات سال تک لوگوں کے درمیان ایسے قیام فرمائیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان کینہ نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ ملکِ شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا اور کوئی بھی ایسا شخص زمین پر باقی نہ بچے گا جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر بھی خیر یا ایمان ہو، مگر وہ ہوا اسے قبض کرلے گی۔"[2]

امام احمد و ابو داود کی ایک روایت میں ہے کہ وہ زمین میں چالیس سال تک قیام کریں گے، پھر وفات پائیں گے اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لیے اشکال پیدا ہوجاتا ہے، جس کے دفع کرنے کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ سات سال کی مدت کو ان کے نزول کے بعد کی مدت قرار دیتے ہوئے آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے قبل کے روئے زمین پر قیام سے ملا دیا جائے اور آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت مشہور روایت کے مطابق آپ کی عمر تینتیس سال تھی۔ (اس طرح پوری مدت ماقبل و مابعد کی ملا کر چالیس سال بنتی ہے)۔

[1] تاریخ دمشق لابن عساکر، الصحیحة، رقم الحدیث (١٤٦٣)

[2] شرح صحیح مسلم (١٨/ ٧٥ـ ٧٦)

55- فساد کا ظہور اور صلحا کی موت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد حالات میں یکسر تبدیلی آ جائے گی، مسلمانوں کی کمزوری اور دین سے جہالت کے لیے نئے دور کا آغاز ہوگا، شریر طاقتیں سر اٹھائیں گی، علم کا انحطاط ہوگا، اسلام کا صرف نام لوگوں کی زبانوں پر رہ جائے گا، برائیوں کی کثرت اور شرک کی طرف بڑھتے رجحانات ان بڑی علامتوں کے ظہور کا پیش خیمہ ثابت ہوں گے جس کے بعد جلد ہی قیامت آ جائے گی۔

مسلم شریف میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بُرے لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔''[1]

یعنی قیامت سے پہلے متقی اور صالح لوگ مرجائیں گے۔

56- مدینے کا برے لوگوں کو نکال باہر کرنا پھر آخری زمانے میں اس کا ویران ہو جانا:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں سکونت اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور یہ خبر دی ہے کہ جو کوئی اس سے بے اعتنائی برتتے ہوئے نکل جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو اس کی جگہ پر اس میں لا بسائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے متعلق ایک اعرابی کا قصہ دلیل ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اسلام پر آپ سے بیعت کی، پھر دوسرے دن بخار کی حالت میں آیا اور کہنے لگا: آپ مجھے چھوڑ دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ انکار فرمایا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مدینہ بھٹی کی مانند ہے جو خراب و فاسد کو نکال پھینکتی ہے اور خالص کو رکھ لیتی ہے۔''[2]

[1] صحيح مسلم، كتاب الفتن، باب قرب الساعة (٤/ ٢٢٦٨) رقم الحديث (٢٩٤٩)

[2] صحيح مسلم (٤/ ٩٦)

دوسرا زمانہ دجال کا زمانہ ہے، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے دجال کا ذکر کیا، پھر فرمایا:

''مدینہ اپنے باشندوں پر تین مرتبہ لرزے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر و منافق کو نکال دے گا۔''[1]

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

''تم مدینے کو اس کی بہتر سے بہتر حالت پر چھوڑ دو گے، اس میں صرف منڈلانے والے ہی آئیں گے، مراد منڈلانے والے درندے اور پرندے ہیں اور آخر میں جن کا حشر ہوگا وہ مزینہ کے دو چرواہے ہوں گے جو مدینے کا رخ کیے ہوں گے۔ اپنی بکریوں کو آواز لگا رہے ہوں گے، تو وہ اسے ویران پائیں گے، یہاں تک کہ جب وہ دونوں ثنیہ الوداع کے مقام پر پہنچیں گے تو اوندھے منہ گر پڑیں گے۔''[2]

57- بیت اللہ الحرام کا حلال کرلیا جانا اور کعبہ کا ڈھا دیا جانا:

قیامت سے قبل ظاہر ہونے والی بڑی نشانیوں میں سے ایک انہدامِ کعبہ بھی ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مقامِ ابراہیم علیہ السلام رکنِ یمانی کے درمیان ایک شخص سے بیعت کی جائے گا اور کعبہ کے اندر اہلِ مکہ ہی خون خرابہ کریں گے۔ جب وہ حرمتِ کعبہ کو پامال کر دیں گے تو اس وقت عرب کی تباہی و ہلاکت کے متعلق نہ پوچھیے، پھر حبشی لوگ آئیں گے جو کعبہ کو اس طرح برباد کریں گے کہ اس کے بعد اسے کبھی آباد نہیں کیا جائے گا اور یہی لوگ کعبہ کے [نیچے مدفون] خزانے کو نکالیں گے۔''[3]

[1] صحيح البخاري (٤/ ٩٥)

[2] صحيح البخاري (٥/ ٨٩۔ ٩٠)

[3] سلسلة الأحاديث الصحيحة للألباني (٢/ ١١٩)

مسند احمد ہی کی روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا: ''کعبہ کو دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والا حبشی ویران کرے گا، خانہ کعبہ کا زیور اتارے گا اور اس کا غلاف نوچ لے گا، گویا میں اس گنجے اور کج دست کو دیکھ رہا ہوں، جو کعبہ پر اپنی کدال اور پھاوڑے سے حملہ کرے گا۔''[1]

صحیح بخاری اور مسند احمد میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں اس کالے اور دونوں پاؤں کے ما بین معمول سے زیادہ فاصلے والے (کمبخت) کو دیکھ رہا ہوں جو کعبہ کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑ پھینکے گا۔''

یہ چیز آخری زمانے میں ہوگی جب زمین میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں بچ رہے گا جو اللہ اللہ کہتا ہو، اسی لیے یہ گھر ڈھا دیے جانے کے بعد دوبارہ کبھی آباد نہیں ہوگا جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی خبر دی گئی ہے۔

58- خروجِ دابہ [چوپایہ]:

خروجِ دابہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ [النمل: ٨٢]

''اور جب ان کے بارے میں (عذاب کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم اُن کے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے باتیں کرے گا، اس لیے کہ لوگ ہماری آیتوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔''

اس آیتِ کریمہ میں خروجِ دابہ کا تذکرہ آیا ہے جو اس وقت واقع ہوگا جب لوگوں کے اندر فساد پیدا ہوجائے گا وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کر دیں گے اور دینِ حق کو تبدیل کر ڈالیں گے، اس موقع پر اللہ تعالیٰ ان کے لیے زمین سے ایک چوپایہ نکالے گا جو ان

[1] نهاية البداية (١/ ١٨٧) مسند أحمد (٥/ ٣٧١)

لوگوں سے گفتگو کرے گا۔[1]

یعنی یہ ایسا چوپایہ ہوگا جو عقل اور قوتِ گویائی رکھتا ہوگا جب کہ عادتاً چوپائے نہ تو گفتگو کر سکتے ہیں اور نہ ان کے پاس عقل ہوتی ہے، ایسا کر کے اللہ تعالیٰ لوگوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک نشانی ہے۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(وَقَعَ الْقَوْلُ) یعنی وعید کے واجب ہونے کی حالت اس وقت پیدا ہوگی جب علما گزر جائیں گے، علم جاتا رہے گا اور قرآن اٹھا لیا جائے گا۔

پھر فرماتے ہیں: ''قبل اس کے کہ اسے اٹھا لیا جائے قرآن کی تلاوت کثرت سے کیا کرو۔'' لوگوں نے کہا: مان لیا کہ یہ مصاحف اٹھا لیے جائیں گے، مگر لوگوں کے سینوں میں جو قرآن محفوظ ہے، اس کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا:

''اسے راتوں رات لے جایا جائے گا پھر صبح کو لوگ خالی ہو جائیں گے، لا الٰہ الا اللہ تک بھول جائیں گے اور جاہلیت کی گفتگو اور رسم و رواج میں جا پڑیں گے اور یہی وہ موقع ہوگا کہ وعید ان کے اوپر واجب ہو جائے گی۔''[3]

امام احمد اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دابہ (چوپایہ) نکلے گا اور اس کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہوگا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، چنانچہ وہ کافر کو نشان زد کر دے گا۔''

عفان [حدیث کے ایک راوی] فرماتے ہیں:

''کافر کی ناک پر انگوٹھی سے نشان لگائے گا اور مومن کے چہرے کو عصا سے

---

[1] تفسیر ابن کثیر (٦/ ٢٢٠)
[2] التذكرة (ص: ٦٩٧)
[3] تفسير القرطبي (١٣/ ٢٣٤)

چمکا دے گا یہاں تک کہ جب اپنے دستر خوان کے گرد جمع ہوں گے تو یہ کہے گا: اے مومن! اور یہ کہے گا: اے کافر!‘‘

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’پہلا قول تو یہ ہے کہ وہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ ہوگا اور تمام اقوال میں سے سب سے صحیح یہی قول ہے، واللہ اعلم۔‘‘[1]

جب اونٹنی کو قتل کر دیا گیا تو بچہ بھاگ پڑا تھا اور اس کے لیے پتھر کا دہانہ کھل گیا تھا جس کے اندر وہ داخل ہوگیا تھا، پھر وہ دہانہ بند ہوگیا تھا اور وہ ابھی تک اسی میں موجود ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کے نکلنے کا وقت آ جائے۔[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

’’خروج کے اعتبار سے پہلی نشانی آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا اور چوپائے کا چاشت کے وقت لوگوں پر نکلنا ہے۔ ان میں سے جو بھی دوسرے سے پہلے ظاہر ہو جائے تو دوسرا اس کے پیچھے ہی عنقریب ظاہر ہو جائے گا۔‘‘[3]

59- مومنوں کی روحیں قبض کرنے کے لیے پاکیزہ ہوا کا بھیجا جانا:

قیامت کی نشانیوں میں سے مومنوں کی روحیں قبض کرنے کے لیے پاکیزہ ہوا کا چلنا بھی ہے، چنانچہ زمین پر کوئی بھی ایسا شخص باقی نہیں رہ جائے گا جو اللہ اللہ کہتا ہو اور جو باقی رہ جائیں گے وہ بدترین لوگ ہوں گے اور انھیں پر قیامت قائم ہوگی۔ امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عَمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’دجال نکلے گا ....(پھر پوری حدیث ذکر فرمائی اور اس میں ہے:) پھر اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجے گا، گویا وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، تو وہ دجال کو

[1] تفسیر القرطبي (١٣/ ٢٣٥)

[2] منحة المعبود۔ الطیالسي، باب خروج الدابة (٢/ ٢٢٠۔ ٢٢١)

[3] صحیح مسلم (١٨/ ٧٧۔ ٧٨)

تلاش کریں گے اور اسے ہلاک کردیں گے، پھر سات سال تک لوگ ایسے رہیں گے کہ دو آدمیوں کے درمیان بھی دشمنی نہ ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ شام کی جانب سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا، تو کوئی ایسا آدمی روئے زمین پر نہیں بچے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھلائی یا ایمان ہوگا یہ ہوا اس کی روح قبض کرلے گی، یہاں تک کہ اگر تم میں سے کوئی پہاڑ کی کھوہ میں بھی داخل ہوجائے گا تو وہ وہاں داخل ہوکر اسے قبض کرلے گی۔''[1]

60- علامات کا یکے بعد دیگرے ظاہر ہونا:

امام طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نشانیوں کا خروج یکے بعد دیگرے ہوگا، وہ اس طرح پے درپے آئیں گی جس طرح لڑی میں پروئے ہوئے دانے آتے ہیں۔''

61- دخان [دھواں]:

آخری زمانے میں دخان کا ظہور قیامت کی بڑی نشانیوں میں سے ہے۔ سورۃ الدخان (آیت: ۱۰، ۱۱) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ۝١٠ يَغْشَى النَّاسَ ۖ هَٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾

''تو اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دھواں نکلے گا، جو لوگوں پر چھا جائے گا، یہ درد دینے والا عذاب ہے۔''

یہ دخان ان منتظر نشانیوں میں سے ہے جو ابھی تک واقع نہیں ہوئیں اور قربِ قیامت کے وقت رونما ہوں گی۔ لوگوں کے درمیان مومن کو زکام جیسی کیفیت لاحق ہو جائے گی اور کافر اس دخان (دھواں) کی وجہ سے پھول جائے گا، پھر سورج مغرب سے

[1] صحیح مسلم (۱۸/ ۷۵۔ ۷۶)

طلوع ہوگا اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، پھر کسی کافر کو اس کے ایمان کا کوئی فائدہ ہوگا اور نہ توبہ کرنے والے کو اس کی توبہ کا کوئی فائدہ حاصل ہوگا، اس کے بعد جانور (دابہ) کا ظہور ہوگا تو وہ لوگوں کے درمیان تمیز کرے گا جس کے نتیجے میں مومن اور کافر الگ الگ پہچانے جائیں گے۔ کیونکہ وہ مومن کو نشان لگائے گا اور کافر کو نکیل دے دے گا۔

امام ابن جریر اور طبرانی نے حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک تمھارے رب نے تمھیں تین چیزوں سے ڈرایا ہے، دخان [دھواں] جو مومن کو زکام کی طرح پکڑے گا اور کافر کو پکڑے گا تو وہ یہاں تک پھول جائے گا کہ اس کے ہر سراخ سے نکلے گا۔''[1]

62- سورج کا مغرب سے طلوع ہونا:

سورج کا مغرب سے نکلنا قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے ہے اور یہ کتاب و سنت سے ثابت ہے۔ سورۃ الانعام (آیت: ۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ﴾

''(مگر) جس روز تمھارے رب کی کچھ نشانیاں آ جائیں گی تو جو شخص پہلے ایمان نہیں لایا ہوگا اس وقت اسے ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا یا اپنے ایمان (کی حالت) میں نیک عمل نہیں کیے ہوں گے (تو گناہوں سے توبہ کرنا مفید نہ ہوگا)۔''

جب آفتاب مغرب سے طلوع ہو جائے گا تو کسی بھی ایسے شخص کا ایمان قابلِ قبول نہ ہوگا۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[1] تفسير الطبري (٢٠/ ١١٤) تفسير ابن كثير (٧/ ٢٣٥)

''جب اس دن کافر ایمان کی ابتدا کرے گا تو وہ قبول نہیں کیا جائے گا، لیکن جو شخص اس سے قبل مومن رہا ہوگا اور عملِ صالح سے بہرہ ور ہوگا تو وہ بڑی خیر پر ہوگا اور اگر اس کے عمل میں نیکی و بدی دونوں شامل رہی ہوں گی اور وہ توبہ کرے گا تو اس وقت اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔''[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب پہلی نشانی ظاہر ہوجائے تو قلم ایک طرف ڈال دیے جائیں گے اور نگران کار فرشتوں کو روک لیا جائے گا اور لوگوں کے جسم ان کے اعمال کی گواہی دیں گے۔''[2]

پہلی نشانی سے مراد وہاں آفتاب کا مغرب سے طلوع ہونا ہے اور جو نشانیاں اس کے طلوع ہونے سے قبل ظاہر ہوں گی، احادیث سے پتا چلتا ہے کہ ان اوقات میں توبہ اور ایمان قبول ہوتے رہیں گے۔

63- وہ آگ جو لوگوں کو جمع کرے گی:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی بہت بڑی آگ کا نکلنا بھی ہے، یہ قیامت کی علاماتِ کبریٰ میں سے آخری اور قیامِ قیامت کا اعلان کرنے والی پہلی نشانی ہے۔ قیامت کی علاماتِ کبریٰ کے بیان میں حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول وارد ہوا ہے:

''ان میں سب سے آخری نشانی ایک آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی اور لوگوں کو ان کے محشر کی طرف ہانکے گی۔''[3]

جب یہ آگ پھیل جائے گی تو اس کے ہانکنے کی ابتدا اہلِ مشرق سے ہوگی۔ اس کی

---

[1] تفسیر ابن کثیر (۳/ ۳۷۱)

[2] تفسیر الطبري (۸/ ۱۰۳)

[3] صحیح مسلم، کتاب الفتن و أشراط الساعة (۱۸/ ۲۷۔ ۲۹)

تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ فتنوں کی ابتدا ہمیشہ مشرق سے ہوتی ہے اور مغرب کو اس لیے انتہا مقرر کیا گیا ہے کیونکہ شام کا علاقہ مشرق کی نسبت سے مغرب ہوتا ہے۔

جمع کرنے کی کیفیت:

جب یہ عظیم آگ یمن سے ظاہر ہوگی تو روئے زمین پر پھیل جائے گی اور لوگوں کو ارضِ محشر کی جانب ہانکے گی۔ آگ انھیں اس طرح جمع کرے گی کہ پیچھے سے انھیں گھیر لے گی اور ہر جانب سے انھیں ارضِ محشر کی جانب ہانکے گی۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو میدانِ حشر میں تین طریقوں سے لایا جائے گا۔ کچھ رغبت اور خوف سے آئیں گے۔ کچھ ایک اونٹ پر دو دو تین تین، چار چار یا دس دس افراد ہوں گے۔ باقی لوگوں کو آگ اکٹھا کرے گی۔ جہاں وہ قیلولہ کریں گے، آگ بھی ان کے ساتھ ٹھہرا کرے گی اور جہاں وہ رات گزاریں گے، آگ بھی وہاں رات گزارے گی۔ جہاں وہ صبح کریں گے، آگ بھی وہاں صبح کرے گی اور جہاں شام کریں گے، آگ بھی وہاں شام کرے گی۔[2]

مطلب یہ ہے کہ اس آگ کا مقصد لوگوں کو جلانا نہیں ہوگا، بلکہ انھیں محض شام میں واقع ارضِ محشر کی طرف چلانا ہوگا۔ جب لوگ تھک جائیں گے اور قیلولہ یا نیند کے لیے رکیں گے، اس وقت آگ بھی رک جائے گی، لیکن جب قیلولے سے بیدار ہوں گے تو آگ بھی انھیں لے کر چل پڑے گی، حتی کہ انھیں شام میں پہنچا دے گی۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ”لوگ روزِ قیامت تین گروہوں کی شکل میں اٹھائے جائیں گے۔ ایک گروہ تو پر امید، کپڑے پہنے ہوئے سواریوں پر سوار ہوگا۔ دوسرا گروہ ایسا ہوگا جو کبھی چلے گا، کبھی دوڑے گا اور تیسرا گروہ ایسا ہوگا جسے فرشتے ان کے چہروں کے

---

[1] النهاية، في الفتن و الملاحم (١/ ٢٣٠ـ ٢٣١)

[2] صحيح مسلم، كتاب الجنة و نعيمها، رقم الحديث (٢٨٦١)

بل گھسیٹ کر لائیں گے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا: ان دو گروہوں کو تو ہم نے معلوم کر لیا، مگر یہ کون ہوں گے جو کبھی چلیں گے اور کبھی دوڑیں گے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سواریوں پر ایسی آفت بھیجے گا کہ کوئی سواری باقی نہیں بچے گی حتی کہ ایک شخص جس کا ایک خوش نما باغ ہوگا، اسے چھوٹے کجاوے والی عمر رسیدہ کمزور اونٹنی دی جائے گی، مگر وہ اس پر سوار نہ ہو سکے گا۔"[1]

ارضِ محشر:

آخری زمانے میں لوگ شام کی طرف جمع کیے جائیں گے اور یہی زمینِ محشر ہوگی، جیسا کہ صحیح احادیث سے پتا چلتا ہے۔ ملکِ شام کے ارضِ محشر ہونے کا سبب یہ ہے کہ جب آخری زمانے میں فتنے واقع ہوں گے تو ملکِ شام ہی امن اور ایمان کا مرکز ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے شام کے لیے برکت کی دعا فرمائی ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا، اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا))[2]

"اے اللہ! تو ہمارے شام میں برکت عطا فرما۔ اے اللہ! تو ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔"

قیامت کی نشانیاں تو بہت ہیں لیکن ہماری کوشش یہ تھی کہ جن کا ذکر کتبِ حدیث میں ہے، وہ آپ کے سامنے رکھی جائیں۔ اللہ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین

علاماتِ قیامت کے متعلق بتانے کا مقصد یہ ہے کہ ہماری زندگی میں ان سے کچھ ثمرات وفوائد بھی حاصل ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ محض انسان اپنے علمی ذخیرے میں اضافہ کے لیے جمع کرتا رہے اور روزمرہ کی عملی زندگی میں ان کی کوئی خاص تاثیر ہی نہ ہو، اگر ایسا

---

[1] مسند أحمد (٥/ ١٦٤) سنن النسائي، رقم الحديث (٢٠٨٨)

[2] صحيح البخاري، كتاب الفتن (١٣/ ٤٥)

ہےتو پھرکوئی فائدہ نہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری زندگی کو باعمل بنا دے اورہمیں ہر قسم کےفتنوں سے محفوظ رکھے۔ آمین

مراجعِ درس

1. تفسیرابن کثیر۔
2. تفسیراحسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. ظہورِامامِ مہدی۔ تالیف: فضیلۃ الشیخ مولانا محمدمنیرقمر حفظہ اللہ
4. قیامت کی نشانیاں۔ تالیف: علامہ یوسف بن عبداللہ یوسف الوابل
ترجمہ: محمدمقیم بن حامدعلی فیضی
5. مناظرِقیامت۔ تالیف: مولانا محمدخورشیدسلفی
6. جب دنیا ریزہ ریزہ ہوجائے گی۔ تالیف: ڈاکٹرمحمدبن عبدالرحمٰن العریفی
ترجمہ: قاری محمداقبال عبدالعزیز
7. سنہرےنقوش۔ تالیف: مولانا عبدالمالک مجاہد

یوم الحساب اور احوالِ محشر

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورۃ الحج (آیت: ۱،۲) کی ابتدا اس عام ندائے ربانی سے ہوتی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُمْ بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ ﴾

''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو کہ قیامت کا زلزلہ ایک عظیم حادثہ ہوگا۔ (اے مخاطب!) جس دن تو اس کو دیکھے گا (اس دن یہ حال ہوگا کہ) تمام دُودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور تمام حمل والیوں کے حمل گر پڑیں گے اور لوگ تجھ کو متوالے نظر آئیں گے، مگر وہ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ (عذاب دیکھ کر) مدہوش ہو رہے ہوں گے، بیشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔''

قرآنِ کریم نے یومِ قیامت اور اس کی ہولناکی، وقائع اور حوادث سے متعلق سیر حاصل گفتگو کی ہے اور اس دن کے مناظر اور مواقف کو متعدد سورتوں میں کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ خبروں کے تکرار، تصویروں کی تبدیلی اور مواقف کا تغیر، یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ قیامت کا ہر منظر بدلتا رہے گا۔ اس خوفناک دن کی تصویر کشی [مکمل نقشہ] قرآنِ کریم میں موجود ہے۔

قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے والا ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ قرآنِ کریم نے یومِ آخرت کا کتنا عظیم اہتمام کیا ہے۔ وہ قرآنی آیات میں ایسی مثالیں پیش کرتا ہے جن سے

آنکھوں کے سامنے یومِ آخرت کے حقائق کی صحیح تصویر اُبھر کر آ جاتی ہے، ان قرآنی تعبیرات کو پڑھیے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسان اس حقیقت کا مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کر رہا ہے، بلکہ کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ یہ حقیقت اس کی نگاہوں سے گزر رہی ہے اور یہ شخص اسے اِس انداز سے دیکھ رہا ہے کہ دیکھتے وقت کبھی اس پر گھبراہٹ طاری ہے تو کبھی وہ خوف و دہشت اور تعجب میں مبتلا ہے اور کبھی قرآنِ کریم کی بشارتیں اور مسرت آمیز اعلان سن کر اس کے ایمان و یقین کی دنیا ہی بدل جاتی ہے۔

جو مسلمان ہوں گے وہ اس دنیا میں مکمل سکھ اور آرام کے ساتھ زندگی گزاریں گے، ہر لحاظ سے ان کی زندگی مکمل زندگی ہوگی، وہ آخرت کے مناظر دیکھیں گے اور ان کے اثرات بھی محسوس کریں گے۔ کبھی تو ان کے دل دھڑکیں گے اور کبھی ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے۔ کسی وقت دلوں میں گھبراہٹ و بے چینی کے آثار نمایاں ہوں گے تو کبھی انھیں طمانیت قلبی اور سکونِ دل حاصل ہوگا، کبھی جنت کی ٹھنڈی ہواؤں سے مشامِ جان معطر ہوں گے، گویا قیامت سے قبل ہی ان کو اس دنیا سے مکمل واقفیت ہو چکی ہوگی۔[1]

قرآنِ کریم کی اصطلاح میں آخرت سے مراد آخری زندگی ہے۔ یہ آخرت موت کے بعد کی زندگی کا نام ہے اور یہ زندگی بعث کے بعد حاصل ہوگی، تاکہ اس زندگی میں اعمال پر جزا و سزا مرتب کیے جائیں۔[2]

قرآن میں یومِ قیامت کا ذکر متعدد بار آیا ہے۔ صرف لفظ ''آخرۃ'' ایک سو پندرہ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ قیامت امرِ عظیم ہے اور اس کی ہولناکی بڑھی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے بہت سارے نام رکھے اور اسے بہت سارے اوصاف سے موصوف کیا ہے۔[3]

---

[1] مشاهد القيامة في القرآن (ص: ٣٨)

[2] تفسير التحرير و التنوير (١/ ٢٤٠)

[3] التذكرة في أحوال الموتىٰ و أمور الآخرة (ص: ٢١٤)

صور پھونکنا:

سورۃ الزمر (آیت: ۶۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴾

''اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر جس کو اللہ چاہے، پھر دوسری دفعہ صور پھونکا جائے گا تو فوراً سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔''

قرآن کریم کی دس آیتوں میں صور پھونکنے کا ذکر ہے۔[1] اسی طرح حدیث میں بھی اس کا کثرت سے ذکر آیا ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''کیسے میں آرام کی زندگی گزاروں جبکہ اسرافیل علیہ السلام صور (نرسنگا) پر منہ رکھے ہوئے، اپنی پیشانی جھکائے اور اپنے کان لگائے [عرش پر نظر جمائے] منتظر ہیں کہ کب ان کو صور پھونکنے کا حکم دیا جائے۔'' مسلمانوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس وقت ہم کیا کہیں گے؟ تو فرمایا:

((قُوْلُوْا: حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، تَوَكَّلْنَا عَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا))[2]

''ہمیں اللہ کافی ہے، وہ اچھا کارساز ہے، ہم نے اللہ ہی پر بھروسا کیا ہے۔''

صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''پھر صور پھونکا جائے گا، جو کوئی اس کی آواز سنے گا وہ اپنی گردن ایک طرف

---

[1] "المعجم المفهرس لألفاظ القرآن الكريم" کے مطابق اس کی ترتیب یوں ہے: الأنعام: ۷۳، الكهف: ۹۹، طه: ۱۰۲، المؤمنون: ۱۰۱، النمل: ۸۷، يٰس: ۵۱، الزمر: ۶۸، قٓ: ۲۰، الحاقة: ۱۳، النبأ: ۱۸.

[2] سنن الترمذي (٤/ ٦٢٠)

جھکا دے گا اور دوسری طرف اٹھادے گا اور سب سے پہلے جو شخص اس کی آواز سنے گا، وہ ہوگا جو اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کا حوض لیپ رہا ہوگا، یہ شخص سن کر بے ہوش ہوجائے گا اور جب سارے لوگ بے ہوش ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ بارش نازل کرے گا جو شبنم کی طرح ہوگی، اس کی وجہ سے آدمی اُگ جائے گا [یعنی قبروں میں مٹی کے جسم بن جائیں گے] پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا تو اچانک سب کھڑے دیکھتے ہوں گے۔‘‘[1]

پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد زمین و آسمان کی تمام جاندار مخلوقات شدتِ خوف سے ہلاک ہوجائیں گی، زندگی کا شور وغل ٹھنڈا ہوجائے گا، انسان کی پیاس ختم ہوجائے گی اور پوری کائنات خوفناک سکوت کی چادر میں لپٹ جائے گی، روے زمین پر زندگی کا چراغ گل ہوجائے گا اور ہر جاندار کو موت آجائے گی، مگر جسے اللہ چاہے [اس کو موت نہیں آئے گی]۔

جس طرح زمین کو جب بارش سیراب کردیتی ہے تو اس سے کھیتی غلہ اُگاتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ انسان کے فنا ہوجانے کے بعد اسے زمین سے نکالے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں سورۃ الاعراف (آیت: ۵۷) میں مثال دے کر فرماتا ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ۗ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۚ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾

’’اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری (بنا کر) بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہے تو ہم اس کو ایک مری ہوئی بستی کی طرف ہانک دیتے ہیں، پھر بادل سے بارش برساتے ہیں، پھر بارش سے ہر طرح کے پھل پیدا کرتے ہیں، اسی طرح ہم

[1] صحیح مسلم (٤/ ٢٢٥٨) رقم الحدیث (٢٩٤٠)

مُردوں کو (زمین سے) زندہ کر کے باہر نکالیں گے (یہ آیات اس لیے بیان کی جاتی ہیں) تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

بعث بعد الموت کے واقعات:

جس وقت حضرت اسرافیل علیہ السلام دوسری مرتبہ صور پھونکیں گے تو ساری مخلوقات قبروں سے نکل کر محشر کی طرف دوڑ پڑیں گی اور خالقِ ارض و سما کی بارگاہ میں کھڑی ہو جائیں گی، اس دن ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے ہوگا، اگر خیر ہے تو خیر ملے گی اور اگر شر ہے تو شر ملے گی۔ اس وقت کافرین و معاندین حیران و ششدر رہ جائیں گے، جب وہ قیامت اور بعث بعد الموت کو اپنے سامنے پائیں گے۔ اس ہولناک دن میں کوئی ہرگز پیچھے نہیں رہ سکتا، پوری نوعِ انسانی کائناتِ ارضی کے ہر گوشے سے، نشیب سے فراز سے جمع ہو جائے گی، کوئی ایک مخلوق بھی رب العالمین کے علم سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الکہف (آیت: ۴۷) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴾

''اور ان (لوگوں کو) ہم جمع کر لیں گے تو ان میں سے کسی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق کو قیامت کے دن جمع کرے گا، جانور، چڑیا، چوپایہ اور دوسری تمام چیزیں؛ سب کو اکٹھا کرے گا اور اس کے عدل و انصاف کا یہ عالم ہوگا کہ بلا سینگ جانور کے لیے سینگ والے جانور سے قصاص لے گا، اس کے بعد اعلان کر دے گا: تم سب مٹی بن جاؤ، اس وقت کافر بھی مٹی ہو جانے کی تمنا کرے گا، جیسا کہ قرآن نے سورۃ النبا (آیت: ۴۰) میں کفار کے متعلق کہا ہے:

﴿ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾

''اور کافر کہے گا کہ اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔''[1]

---

[1] تفصیل کے لیے دیکھیں: التذكرة للقرطبي (ص: ۲۷۳)

قرآنِ کریم ہمارے سامنے قیامت کے واقعات اس انداز سے بیان کرتا ہے گویا قیامت ایک کھلی کتاب ہے۔ اس کے بعض حقائق کا تو ہم تصور نہیں کر سکتے، اس وقت حدیثِ پاک سوال و جواب کے انداز میں حقائق سے پردہ اٹھا دیتی ہے اور حقیقت نکھر کر واضح انداز میں سامنے آ جاتی ہے۔ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی پیاری پیاری باتیں ایسی روشن علامت بن جاتی ہیں جن سے زندگی کی شبِ تاریک کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

ہماری یہ ذمے داری ہے کہ ہم قرآنِ کریم کا مطالعہ بنظرِ غائر کریں، تاکہ ہمارے سامنے قیامت کے ایسے خوف ناک مناظر آئیں جو دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دیں، جن کی ہولناکی سے بدن کانپ اٹھیں اور جن کے ادراک سے عقلیں حیران ہو جائیں۔ سورۃ الانفطار (آیت: ۱ تا ۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝١ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝٢ وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝٣ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝٤ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ اَخَّرَتْ ﴾

”جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے جھڑ پڑیں گے اور جب دریا بہہ (کر ایک دوسرے میں مل) جائیں گے اور جب قبریں اکھیڑ دی جائیں گی۔ تب ہر شخص معلوم کر لے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا اور پیچھے کیا چھوڑا تھا۔“

سورت طٰہٰ (آیت: ۱۰۵ تا ۱۰۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝١٠٥ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝١٠٦ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَآ اَمْتًا ﴾ [طٰهٰ: ١٠٥، ١٠٧]

”اور تم سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، کہہ دو کہ اللہ ان کو اڑا کر بکھیر دے گا اور زمین کو ہموار کر دے گا۔ جس میں نہ تم کجی (اور پستی) دیکھو گے نہ ٹیلا (اور بلندی)۔“

اس سخت دن کی ہولناکیاں ہمیشہ رہیں گی، کافروں کے کلیجے منہ کو آ جائیں گے، اس

وقت جب اپنے اعضا و جوارح سے محسوس کریں گے اور سر کی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ اللہ کے جس حکم کا پوری زندگی انکار کرتے رہے، آج وہ سارے احکامات حرف بہ حرف پورے ہو رہے ہیں، ان کا کوئی معاون و مددگار نہ ہوگا، کوئی جائے پناہ نہ ہوگی جہاں ان کو ٹھکانا مل سکے۔ سورۃ النور (آیت: ۳۷) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴾

''اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی۔''

بے شک ان کی آنکھیں مرعوبیت اور شدتِ خوف کی بنا پر پلک نہیں جھپکا سکیں گی، بلکہ وہ دائیں اور بائیں التفات کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھیں گے، ان کے قلوب حیران ہوں گے، انھیں کچھ یاد نہیں اور کچھ سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہوگی ؛ چونکہ ان لوگوں نے پروردگار کی وارننگ کو جھٹلایا تھا، اس لیے عذابِ الٰہی ان پر اور ان جیسے لوگوں پر مسلط ہوگا۔ سورت ابراہیم (آیت: ۴۲،۴۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْئِدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴾

''اور (مومنو!) مت خیال کرنا کہ یہ ظالم جو عمل کر رہے ہیں اللہ اُن سے بے خبر ہے۔ وہ اُن کو اُس دن تک مہلت دے رہا ہے جب کہ (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ (اور لوگ) سر اٹھائے ہوئے (میدانِ قیامت کی طرف) دوڑ رہے ہوں گے۔ اُن کی نگاہیں اُن کی طرف لوٹ نہ سکیں گی اور اُن کے دل (مارے خوف کے) ہوا ہو رہے ہوں گے۔''

قرآن اس طرح بھی اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ زمین کو پکڑ لے گا اور آسمان کو لپیٹے گا، جیسا کہ سورۃ الزمر (آیت: ٦٧) میں فرمایا ہے:

﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾

''اور انھوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی اور قیامت کے دن تمام زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے اور وہ ان لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''اللہ زمین کو پکڑ لے گا اور اپنے دائیں ہاتھ سے آسمانوں کو لپیٹ لے گا، اس کے بعد کہے گا:

((أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟)) [1]

''بادشاہ تو میں ہوں، زمین کے بادشاہ کہاں گئے؟''

ایک اور روایت میں ہے:

''زمینوں کو اپنے دوسرے ہاتھ سے پکڑ لے گا، پھر کہے گا:

((أَنَا الْمَلِكُ، أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟)) [2]

''بادشاہ تو میں ہوں، آج وہ جابر ومتکبر کہاں ہیں؟''

محشر کی زمین:

اللہ تعالیٰ سورت ابراہیم (آیت: ۴۸) میں فرماتا ہے:

﴿ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴾

''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی (بدل دیے جائیں گے) اور سب لوگ اللہ یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔''

---

1. فتح الباري (٨/ ٥٥١)
2. صحيح مسلم (٤/ ٢١٤٨) مشكاة المصابيح للتبريزي (٣/ ٥٣)

یہ زمین ہماری اس زمین کے علاوہ ہوگی جس پر ہم آج زندہ ہیں، یہ بالکل نئی زمین ہوگی جس پر بندوں کا حشر ہوگا، تاکہ ان کے مابین فیصلے کی تیاری کی جاسکے، جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

''قیامت کے دن لوگ سفید خاکستری رنگ زمین پر جمع کیے جائیں گے، یہ زمین صاف ٹکیا کے مانند ہوگی۔'' سہل یا ان کے علاوہ کسی نے کہا: ''اس زمین پر کسی کے لیے کوئی نشانی نہیں ہوگی۔''[1]

ایک دوسری حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے، جس میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک یہودی عالم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ جس دن زمین اِس زمین کے علاوہ ہوگی اور آسمان تبدیل ہوجائیں گے تو لوگ کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ لوگ پل کے نیچے اندھیروں میں ہوں گے۔''[2]

کیفیتِ حشر:

لوگوں پر قیامت کے حوادث پے در پے ظاہر ہوں گے جن سے وہ عجیب غفلت ویاس اور غم کی حالت میں محشر کی طرف ہنکائے جائیں گے۔ مخلوق کے پیچھے مخلوق کا سلسلہ جاری ہوگا اور وہ چہروں کے بل چلیں گے۔ صحیح مسلم میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے کافر اپنے چہرے کے بل اٹھائے جائیں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا وہ ذات جس نے اس دنیا میں دو پاؤں پر چلایا، اس پر قادر نہیں کہ اسے قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلائے؟''

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ''بے شک ہمارے رب کی عزت وجلال کی قسم!''[3]

---

[1] فتح الباري (١١/ ٣٧٢) صحيح مسلم (٤/ ٢١٥)

[2] صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب بيان صفة مني الرجل و المرأة (١/ ٢٥٢)

[3] فتح الباري (١١/ ٣٧٧)

یقیناً چہروں کے بل چلنا حشر میں ذلت وحقارت اور توہین کا باعث ہے، جن سے ایسے لوگوں کو سابقہ پڑے گا جو کبر ونخوت میں مبتلا تھے، حق سے منہ موڑتے تھے بلکہ حق سننا بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتے تھے، حالانکہ یہ حق ان کے پاس رسولِ امین ﷺ لے کر آئے تھے۔ یہ کیسا عجیب منظر ہوگا جو پورے مجمع کے سامنے ان کا تکبر خاک میں ملا دے گا، ان کی عداوت و دشمنی کے پرخچے اڑا دے گا اور ان کے وجود کو ہلا کر رکھ دے گا۔ آج وہ تہی دامن کسی چیز کے مالک نہیں ہوں گے؛ چونکہ کل انھوں نے اللہ کی تحذیر کا انکار کیا تھا۔ سورۃ الفرقان (آیت: ۳۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾

''جو لوگ اپنے مونہوں کے بل دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے، اُن کا ٹھکانا بھی بُرا ہے اور وہ راستے سے بھی بہکے ہوئے ہیں۔''

لوگ گونگے بہرے اور اندھے اٹھائیں جائیں گے:

ایسا نہیں ہوگا کہ صرف اللہ ان کو چہروں کے بل چلائے گا اور وہ تنگی وتکلیف کو اس حال میں محسوس کریں گے، بلکہ وہ کافرین دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیت سے محروم ہوجائیں گے اور وہ اندھے، گونگے اور بہرے بن جائیں گے۔ سورت بنی اسرائیل (آیت: ۹۷) میں رب ذوالجلال کا فرمان ہے:

﴿ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾

''اور ہم ان کو قیامت کے دن اوندھے منہ، اندھے، گونگے اور بہرے (بنا کر) اٹھائیں گے اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب (اس کی آگ) مٹنے کو ہوگی تو ہم اُن کو (عذاب دینے) کے لیے اور بھڑکا دیں گے۔''

محشر کی ہولناکیاں:

اس دن کی ہولناکی کی شارحین چاہے جتنی تشریح کرلیں اور مفسرین جتنی تفسیر کر جائیں، لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ الفاظ اور جملے اس کی حقیقت کی تعبیر اور صحیح تصویر کشی سے قاصر ہیں۔ لیکن عقل یہ چاہتی ہے اور قیاس کا یہ تقاضا ہے کہ اس دنیوی زندگی میں احوالِ آخرت کی تصویریں جس قدر ممکن ہوں، پیش کی جائیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احوالِ قیامت کو زندگی میں پیش آنے والے حادثات وواقعات کی روشنی میں بیان فرمایا ہے، تاکہ اس طرح آخرت کی دھندلی سی تصویر ہی ذہن و دماغ کے پردے پر ظاہر ہوجائے اور انسان اس دھندلی تصویر ہی میں حشر کی سختی، اذیت ناک منظر اور آخرت کی وحشت و دہشت کا مشاہدہ کرلے۔

یومِ آخرت پر مبنی قرآن واحادیث کے نصوص پر جو بھی غور کرے گا، اسے یہ اندازہ ہوجائے گا کہ یومِ آخرت کی عظیم ہولناکیاں اور سخت وکٹھن گھڑیاں ایسی ہوں گی کہ عام عقلِ انسانی ان کی متحمل ہونے سے قاصر رہ جائے گی، ایسا شخص جو اپنے صبر وتحمل میں ضرب المثل ہوگا، اس کی قوتِ صبر وتحمل بھی جواب دے دے گی اور کیا مجال کہ کوئی انسانی طاقت اس ہولناک منظر کی تاب لاسکے۔ محشر میں بھیڑ بہت زیادہ ہوگی اور زمین تنگ ہوجائے گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس دن انسانی مخلوق تنگ جگہوں میں ہوگی، جیسے تیر اپنی کمان میں تنگ ہوتا ہے، وہ نیک بخت ہوگا جسے پاؤں رکھنے کی جگہ مل جائے گی، اس لیے کہ اکثر پاؤں ایک دوسرے پر ہوں گے۔[1]

لوگ اس سخت بھیڑ میں مبتلا ہوں گے کہ اچانک سورج ان کے سروں کے اتنا قریب ہوجائے گا کہ سورج اور سروں کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ رہ جائے گا، اس قربتِ آفتاب کی وجہ یہ ہے کہ میدانِ حشر میں ان کا وقوف تو عذاب کا مزہ چکھنے کے لیے

[1] لوامع الأنوار البهية للسفاريني (٢/ ١٦٨)

ہے، اس لیے ان کو اس کی حرارت وگرمی ملے گی جس سے وہ سخت بے چینی اور سخت رسوائی سے دوچار ہوں گے، ایسا بھی نہ ہوگا کہ وہ عذاب کی تاب نہ لاتے ہوئے موت کو گلے لگالیں، بلکہ ان کی دوبارہ تخلیق اور نئی پیدایش ان کو مرنے نہیں دے گی اور جب وہ قبر کی نیند سے بیدار ہوکر کھڑے ہوں گے تو اب موت کہاں؟ اسی کو تو قرآن نے ''الموتة الأولیٰ'' سے تعبیر کیا ہے۔

وہ میدانِ محشر میں لمبے عرصے تک ٹھہریں گے اور وہ ایک دن پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا۔ اس دن مومن رحمتِ الٰہی کے سائے میں ہوں گے، ان کو وہ پریشانی لاحق نہیں ہوگی جس مشقت وتنگی اور سختی وپریشانی میں کفار مبتلا ہوں گے، اس دن کی سخت گرمی اور لوگوں کے اژدحام کی وجہ سے ان کے بدن سے بہنے والا پسینہ زمین میں جمع ہوکر اتنی بلندی پر پہنچ جائے گا کہ کچھ لوگ اس میں ڈوب جائیں گے اور ہر شخص اپنے عمل کے اعتبار سے پسینے میں شرابور ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''اس دن لوگ اپنے اعمال کے مطابق پسینے میں ہوں گے، کچھ لوگ اپنے ٹخنوں تک اور کچھ اپنی رانوں تک اور کچھ اپنی کمر تک اور کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو پسینہ لگام دے رہا ہوگا۔''

راوی کا بیان ہے کہ یہ کہتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کیا۔[1]

امام احمد، ابو یعلی اور ابن حبان کی روایت میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ یہ دن کتنا لمبا ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ دن مومن کے لیے آسان وخفیف بنادیا جائے گا اور وہ ایک فرض نماز سے زیادہ ہی ہلکا ہوگا۔''

---

[1] صحیح مسلم (٤/ ٢١٩٦)

جب یہ کفار اللہ کے وعدے پورے ہوتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کو یقین ہوجائے گا کہ انھوں نے جو عمل کیے ہیں وہ ضرور ان کے منہ پر مار دیے جائیں گے، یہ سوچ کر ان پر یاس وقنوط اور مایوسی کے بادل چھاجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:

﴿ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ [الروم: ۱۲]

''اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو گناہگار حیرت زدہ رہ جائیں گے۔''

قرآن ان کی ندامت وحسرت یوں بیان کرتا ہے:

﴿ وَ يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝۲۷ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝۲۸ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴾ [الفرقان: ۲۷ تا ۲۹]

''اور جس دن (عاقبت نا اندیش) ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا (اور کہے گا) کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔ ہائے شامت کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھ کو (کتابِ) نصیحت کے میرے پاس آجانے کے بعد بہکا دیا اور شیطان انسان کو وقت پر دغا دینے والا ہے۔''

اس دن کفر کرنے والے اور رسول ﷺ کی نافرمانی کرنے والے تمنا کریں گے کہ کاش! انھیں دفن کرکے زمین برابر کردی جاتی:

﴿ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾ [النبا: ٤٠]

''اور کافر کہے گا: کاش! میں مٹی ہوجاتا۔''

آج اللہ کے سامنے حاضری کا دن ہے، آج نیک عملوں کا بدلہ پانے کا دن ہے، یہی وہ دن ہے جس کا انکار کافر لوگ کرتے تھے، اس لیے آج وہ اپنے اُس انکار کی سزا پائیں گے جو دنیا میں رسولوں اور مومنوں کے ساتھ کرتے تھے۔ جو اللہ پر ایمان لانے والے

ہوں گے، وہ اللہ کی رضا و خوشنودی کے طلبگار ہوں گے اور ان کو ہمارے پروردگار نے یہ خوشخبری سنائی ہوئی ہے کہ وہ ان کو میدانِ حشر کی اس گھبراہٹ و بے چینی سے محفوظ رکھے گا، جس گھبراہٹ میں تمام لوگ مبتلا ہوں گے اور ان کو یہ بشارت بھی مل گئی ہے کہ فرشتے ان کا گرم جوشی سے استقبال کریں گے:

﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَ تَتَلَقّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ [الأنبياء: ١٠٣]

''ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ) یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے لوگوں کا ساتھ نصیب فرمائے۔ آمین

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. مناظرِ قیامت۔ تالیف: مولانا محمد خورشید سلفی
4. قیامت کی نشانیاں۔ تالیف: الشیخ عبداللہ بن جاراللہ بن ابراہیم الجاراللہ۔ ترجمہ: مولانا تنویر احمد
5. قیامت کی ہولناکیاں۔ تالیف: عبدالملک الکلیب۔ ترجمہ: مولانا شبیر بن نور

قیامت کے ہولناک مناظر

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورۃ الانشقاق (آیت: ۷ تا ۱۲) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ ۞ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ۞ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰۤی اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۞ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۞ فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۞ وَّیَصْلٰی سَعِیْرًا﴾

''جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس سے حساب آسان لیا جائے گا۔ اور وہ اپنے گھر والوں میں خوش خوش آئے گا۔ اور جس کا نامہ اعمال اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔ وہ موت کو پکارے گا۔ اور دوزخ میں داخل ہوگا۔''

قیامت کے دن انسانوں کی کئی قسمیں ہوں گی:

- کچھ تو ایسے ہوں گے جن کے سامنے ان کے اعمال پیش کیے جائیں گے، اس کے بعد چپکے سے اللہ ان کی سیآت سے ان کو باخبر کردے گا اور انھیں معاف کرکے جنت میں داخل ہونے کا حکم صادر فرمائے گا۔
- کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ ان کا رب ہر چھوٹے بڑے گناہ میں ان کا مناقشہ کرے گا، ان کے خلاف گواہیاں گزارے گا، پھر ان کو جہنم میں جانے کا حکم دے گا۔
- کچھ ایسے بھی ہوں گے جو اپنے گناہوں اور غلطیوں کے ساتھ حاضر ہوں گے اور اپنے جرم کا اقرار واعتراف بھی کریں گے، اللہ سے اپنی کوتاہیوں کو درگزر کرنے اور

بخش دینے کے لیے اپنے بعض اعمال کو بطورِ وسیلہ بھی پیش کریں گے۔

❁ یہ حساب کسی سے سخت ہوگا اور کسی سے آسان، کچھ لوگوں کی تکریم کی جائے گی اور کچھ زجر و توبیخ کے مستحق ہوں گے، بعض لوگ اللہ کے پورے فضل و کرم اور عفو و درگزر کے حقدار ہوں گے اور بعض ایسے بھی ہوں گے جن کی طرف رب العباد رحمت کی نگاہ سے نہ دیکھے گا اور نہ ان سے شیریں کلام کرے گا۔

❁ انبیا و رسل بھی فیصلے کے وقت لائے جائیں گے، ان سے اس امانت کے متعلق پوچھا جائے گا، جس کو پہنچانے کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی تھی اور ان کی امتوں کے متعلق بھی ان سے سوال کیا جائے گا، اسی طرح امتِ محمد ﷺ سے بھی تمام امتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ ان امتوں نے اپنے نبی کی بات مانی یا نہیں؟ یہ امتِ محمدیہ ۔علی صاحبها الصلاة و السلام۔ حق کی گواہی دے گی، جو ایمان لے آئے ان کے ایمان کی اور جس نے کفر کیا اس کے کفر کی گواہی دے گی۔ قیامت کے دن یہ فرشتے بھی گواہ بنیں گے جو انبیائے کرام، علما اور عام بندوں کے اعمال گنا کرتے تھے۔ یہ زمین و آسمان، یہ رات و دن سب گواہی دیں گے، ساتھ ہی ساتھ انسانی اعضا و جوارح بھی ان کے خلاف گواہی دیں گے۔

امام بخاری، امام احمد اور ان کے علاوہ دوسرے محدثین حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

> ''قیامت کے دن حضرت نوح علیہ السلام بلائے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا: کیا آپ نے تبلیغ کر دی؟ وہ کہیں گے: ہاں، اس کے بعد ان کی قوم بلائی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: کیا نوح نے تمھارے رب کے احکامات تم تک پہنچائے تھے؟ تو اس وقت قومِ نوح کہے گی: ہمارے پاس کوئی نہیں آیا، کوئی بھی عذابِ الٰہی سے باخبر کرنے والا (نذیر) نہیں آیا؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس وقت نوح سے کہا جائے گا: تیرا گواہ کون ہے؟ وہ جواب دیں گے:

محمد ﷺ اور ان کی امت، اسی کے بارے میں قرآن نے کہا:

﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا ﴾ [البقرۃ: ۱۴۳]

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا۔''

''وسط'' معتدل کے معنی میں ہے۔ فرمایا: وہ بلائے جائیں گے اور نوح علیہ السلام کی تبلیغ کی گواہی دیں گے، پھر میں تمھارے بارے میں گواہی دوں گا۔''[1]

سورت ابراہیم (آیت: ۴۹، ۵۰) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّ تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴾

''اور اس دن تم گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ اُن کے کرتے گندھک کے ہوں گے اور اُن کے چہروں کو آگ لپٹ رہی ہوگی۔''

کچھ قومیں اور امتیں گھٹنوں کے بل گھسٹتی ہوئی لائی جائیں گی جن میں اس بڑے دن کی ہولنا کیوں کو دیکھنے کی وجہ سے بیٹھنے کی طاقت نہیں ہوگی، سورۃ الجاثیہ (آیت: ۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾

''اورتم ہر ایک فرقے کو دیکھو گے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوگا اور ہر ایک جماعت اپنی کتاب (اعمال) کی طرف بلائی جائے گی جو کچھ کرتے رہے ہو آج تم کو اس کا بدلا دیا جائے گا۔''

اس دن سے غافل رہنے والوں کے لیے بڑی ہلاکت و بربادی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

---

[1] صحیح البخاري مع فتح الباري (٨/ ١٧١، ١٧٢) مسند أحمد (٤/ ٣٢)

''ابنِ آدم قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے پانچ سوالوں کے جواب کی تکمیل تک کھڑا رہے گا: عمر کہاں فنا کی؟ جوانی کہاں برباد کی؟ مال کہاں سے کمایا؟ کیسے خرچ کیا؟ جو علم حاصل کیا تھا، اس کے مطابق کیا عمل کیا؟''[1]

سورۃ الحجر (آیت: ۹۲، ۹۳) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٢﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾

''تمھارے رب کی قسم! ہم ضرور ان سے پُرسش کریں گے۔ ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔''

میزان کی ہولناکی سے نجات اور حساب کتاب میں سہولت صرف اسی شخص کو نصیب ہوگی جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کر کے ہر لمحہ شریعتِ الٰہیہ کے دائرے میں بسر کیا ہوگا۔ نفس کے محاسبے کا مطلب یہ ہے کہ مرنے سے پہلے اس نے ہر معصیت سے صدقِ دل سے توبہ کی، فرائض میں ہونے والی کوتاہیوں کا تدارک کر دیا اور لوگوں پر اپنی طرف سے ڈھائے گئے تمام مظالم کا ایک ایک کر کے بدلہ چکا دیا، یہاں تک کہ مرنے سے پہلے اس کے ذمے کسی کا ادائے فرض باقی رہا ہو نہ کسی کا حق۔ اگر کچھ لوگوں کے ادائے حقوق سے قبل ان میں سے کسی کی موت واقع ہوجائے تو یہ بڑے خطرے کی بات ہوگی، قیامت کے دن اس کے ظلم سے متاثر ہونے والے تمام لوگ اس کا محاصرہ کرلیں گے، کوئی اس کا ہاتھ پکڑے گا اور کوئی پیشانی، کوئی کہے گا: تم نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ کوئی بولے گا: تو نے مجھے گالیاں دی تھیں۔ کوئی چلاّئے گا کہ تو نے میرا مذاق اڑایا تھا۔ کوئی فریاد کرے گا: تو نے پڑوسی ہونے کے ناتے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ کوئی آواز اٹھائے گا: میرے ساتھ معاملہ کرتے وقت تو نے مجھے دھوکا دیا تھا۔ کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کا عیب چھپا کر مجھ سے فریب کیا تھا۔ کوئی کہے گا: تو نے اپنے سامان کی قیمت بتاتے ہوئے مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔ کوئی کہے گا: میرا فقر و فاقہ تیرے علم میں تھا اور تو نے غنی ہونے کے باوجود میری کوئی مدد نہ کی تھی۔ الغرض مختلف قسم

[1] سنن الترمذي، صفة القيامة، رقم الحديث (٢٤١٦)

کے دعوے اس پر کیے جائیں گے، اس دوران میں ایک پکارنے والا بلند آواز سے کہے گا:

﴿ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ﴾ [المؤمن: ١٧]

''آج کے دن ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلا دیا جائے گا آج (کسی کے حق میں) بے انصافی نہیں ہوگی۔''

قیامت کے ہولناک مناظر:

سورت مریم (آیت: ٣٩) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَ هُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّ هُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾

''اور ان کو حسرت (وافسوس) کے دن سے ڈراؤ، جب بات فیصل کر دی جائے گی اور وہ غفلت میں (پڑے ہوئے) ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔''

سورۃ النبا (آیت: ٤٠) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۖۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴾

''ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے آگاہ کر دیا ہے، جس دن ہر شخص ان (اعمال) کو جو اس نے آگے بھیجے ہوں گے دیکھ لے گا اور کافر کہے گا کہ اے کاش! میں مٹی ہو جاتا۔''

سورۃ القمر (آیت: ٤٦) میں قیامت کی ہولناکی یوں واضح فرمائی:

﴿ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰى وَ اَمَرُّ ﴾

''ان کے وعدے کا وقت تو قیامت ہے اور قیامت بڑی سخت اور بڑی تلخ ہے۔''

واقعہ یہ ہے کہ قیامت کا معاملہ بڑا ہی ہولناک ہے۔ جب اس کائنات کی مقررہ مدت ختم ہوگی تو صور پھونکا جائے گا، جس کی آواز سن کر زمین و آسمان میں رہنے والی تمام مخلوق بے ہوش ہو جائے گی، صرف وہ زندہ رہے گا جسے اللہ چاہے گا، پھر دوبارہ صور پھونکا

جائے گا تو لوگ یکا یک کھڑے ہوکر دیکھنے لگیں گے، پھر برہنہ جسم، ننگے پاؤں رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوجائیں گے، اس وقت ان کے پاس اپنے اچھے یا برے اعمال کے علاوہ کچھ بھی نہ ہوگا۔ سورج قریب آ جائے گا، گرمی شدید ہوجائے گی، موجودہ ہولنا کی میں شدت آ جائے گی، زمین و آسمان کو دوسرے زمین و آسمان سے بدل دیا جائے گا اور سب لوگ قادرِ مطلق وحدہٗ لا شریک کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہوگی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرادے گی۔

پچاس ہزار سال پر محیط اس دن کی طوالت اور دہشت سے بچے بوڑھے ہوجائیں گے، مختصر یہ کہ اس دن تمام لوگ ایسی مصیبت اور غم میں مبتلا ہوں گے جسے برداشت کرنے کی ان میں طاقت نہ ہوگی، لہٰذا وہ میدانِ حشر کی تکالیف سے نجات اور حساب کتاب کا مرحلہ شروع کرانے کے لیے کسی ایسی ہستی کی تلاش میں ہوں گے جو ان کے پروردگار سے اس بارے میں ان کی سفارش کرسکے، اس مقصد کے لیے پہلے وہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے، پھر حضرت نوح، پھر حضرت ابراہیم خلیل، پھر حضرت موسیٰ اور پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے، ان میں سے ہر ایک یہ کہہ کر معذرت کرے گا کہ ہمارا پروردگار جتنا غضب ناک آج ہے، اتنا پہلے کبھی ہوا نہ آیندہ ہوگا۔ پھر لوگ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوجائیں گے۔

دورانِ سجدہ اللہ عز وجل انھیں اپنے تمام محامد القا کردیں گے، پھر کہا جائے گا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھایئے، جو کہنا ہے کہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنی جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو سوال کریں گے، وہ پورا کیا جائے گا۔ آپ شفاعت صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے تو قبول کی جائے گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھا کر عرض کریں گے کہ اہلِ محشر کا حساب شروع کردیا جائے تو اس وقت تمام پہلے اور بعد والے صرف بیان کریں گے، یہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعتِ عظمیٰ کا محل اور مقامِ محمود ہے، اللہ تعالیٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست اور شفاعت کو شرفِ قبولیت

بخشتے ہوئے مخلوق کے درمیان فیصلہ کرنے اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلے دینے کے لیے تجلی فرمائیں گے اور جہنم کو ستر ہزار لگامیں ڈال کر گھسیٹ کر لایا جائے گا اور ہر لگام کو ۷۰ ہزار فرشتے تھامے ہوئے ہوں گے اور وہ انتہائی غصے میں چنگھاڑ رہی ہوگی، جیسا کہ سورۃ الفجر (آیت: ۲۱ تا ۲۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾
وَ جِایْٓءَ یَوْمَىِٕذٍۭ بِجَهَنَّمَ یَوْمَىِٕذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾
یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴾

”جب زمین کی بلندی کوٹ کوٹ کر پست کر دی جائے گی اور تمھارا پروردگار (جلوہ فرما ہوگا) اور فرشتے قطار باندھ کر آموجود ہوں گے اور دوزخ اس دن حاضر کی جائے گی تو انسان اس دن متنبہ ہوگا مگر تنبہ (سے) اسے (فائدہ) کہاں (مل سکے گا)؟ کہے گا: کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی کے لیے) کچھ آگے بھیجا ہوتا۔“

سورۃ الزمر (آیت: ۶۹، ۷۰) میں فرمایا ہے:

﴿ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ
وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَ وُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ
وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا یَفْعَلُوْنَ ﴾

”اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب (کھول کر) رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائے گی اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا، اس کو اس کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اس کو سب کی خبر ہے۔“

سورۃ الزلزال (آیت: ۷، ۸) میں فرمایا ہے:

﴿ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۞ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴾

’’جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھی بُرائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔‘‘

اعمال کے رجسٹر کھول کر رکھ دئے جائیں گے، پھر ہر ایک اپنا اپنا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہوگا، میزان قائم کر کے بندوں کے تمام اچھے برے اعمال کا وزن کرلیا جائے گا۔ سورۃ المومنون (آیت: ۱۰۲ تا ۱۰۴) میں اسی طرف اشارہ ہے:

﴿ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۞ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾

’’جن کے (اعمالِ حسنہ کے) بوجھ بھاری ہوں گے وہ فلاح پانے والے ہیں۔ اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے خود کو خسارے میں ڈالا، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ آگ ان کے چہروں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھائے ہوں گے۔‘‘

پھر جہنم کی پشت پر پل صراط رکھ دیا جائے گا جس پر ہر شخص اپنے اعمال کی مناسبت سے تیزی یا سست روی سے گزرے گا، اس کیفیت کے بارے میں سورۃ الزمر (آیت: ۷۳) میں فرمایا:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ﴾

’’اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے۔‘‘

سورۃ التوبہ (آیت: ۷۲) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

''اور اللہ کی رضامندی تو سب سے بڑھ کر نعمت ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔''

اس کے ساتھ یہ اعلان کر دیا جائے گا:

''بلاشبہہ اب تم ہمیشہ زندہ رہو گے، تمھیں کبھی موت نہیں آئے گی، ہمیشہ تندرست رہو گے، کبھی بیمار نہیں پڑو گے، اب بلاشبہہ تم ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بوڑھے نہیں ہو گے، ہمیشہ آسودہ رہو گے، کبھی بدحال نہیں ہو گے۔''[1]

سورۃ الزمر (آیت: ۷۴) میں ہے کہ ان نعمتوں کے ملنے کے بعد مومن بے ساختہ پکار اٹھیں گے:

﴿ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاۗءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴾

''وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا اور ہم کو اس زمین کا وارث بنا دیا، ہم بہشت میں جس مکان میں چاہیں، رہیں تو (اچھے) عمل کرنے والوں کا بدلا بھی کیسا خوب ہے۔''

لوگوں کو چاہیے کہ کمرِ ہمت کس لیں اور متذکرہ بالا خوبیوں اور راحتوں والی جنت تک پہنچانے والے اعمال ہی کو اپنا مقصد وحید بنالیں۔

جہاں تک کفار، مشرکین، ملحدین اور مجرمین کا معاملہ ہے تو وہ خوف زدہ، سہمے ہوئے اور گھبراہٹ و پریشانی کی حالت میں یہ کہتے ہوئے قبروں سے اٹھیں گے:

﴿ يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ﴾ [يٰسٓ: ٥٢]

''اے ہے! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے (جگا) اٹھایا؟''

اسی طرح ایک اور مقام پر مجرموں کی صورتِ حال اس طرح بیان فرمائی گئی ہے:

[1] سنن الترمذي، تفسير القرآن، باب و من سورة الزمر.

﴿ يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ﴾

[الأنعام: ٣١]

''ہائے! اس تقصیر پر افسوس ہے جو ہم نے قیامت کے بارے میں کی اور وہ اپنے (اعمال کے) بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔''

سورۃ الزمر (آیت: ۷۱،۷۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ﴾

''کیا تمھارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم کو تمھارے پروردگار کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور اس دن کے پیش آنے سے ڈراتے؟''

وہ جواب دیں گے:

﴿ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴾

''کہیں گے: کیوں نہیں، لیکن کافروں کے حق میں عذاب کا حکم متحقق ہو چکا تھا۔''

اللہ تعالیٰ ان سے ان کے جرائم کا حساب لے کر انھیں مخلوق کے سامنے رسوا کریں گے، ان کے چہرے سیاہ اور ان کی نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوں گے، انھیں بائیں ہاتھ میں اعمال نامے پکڑا کر بھوکا، پیاسا گروہ درگروہ جہنم کی طرف ہانک دیا جائے گا، ان میں سے ہر گروہ ان جیسے شر کے حامل دوسرے گروہ کے ساتھ ہوگا۔ جب وہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے، ان کے کھلتے ہی شدید گرمی کا زبردست جھونکا ان کا استقبال کرے گا جس سے انھیں ایسی پریشانی اور خوف لاحق ہوجائے گا کہ اس سے پہلے انھیں ایسی ہولناک پریشانی سے کبھی واسطہ نہیں پڑا ہوگا۔

اب وہ کہیں گے:

﴿ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴾ [الملك: ١٠، ١١]

''اگر ہم سنتے یا سمجھتے ہوتے تو دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ پس وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے، سو دوزخیوں کے لیے (رحمتِ الٰہی سے) دُوری ہے۔''

وہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے جہنم کے داروغے ''مالک'' کو پکارتے ہوئے فریاد کریں گے:

﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ [الزخرف: ٧٧]

''اے مالک! تمھارا پروردگار ہمیں موت دے دے۔''

وہ فرشتہ جواب دے گا:

﴿ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ [الزخرف: ٧٧] ''تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔''

ادھر سے مایوس ہوکر وہ اللہ عز وجل کو پکار کر کہیں گے:

﴿ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ۝ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴾ [المومنون: ١٠٧، ١٠٨]

''اے پروردگار! ہم کو اس میں سے نکال دے، اگر ہم پھر (ایسے کام) کریں تو ظالم ہوں گے۔ (اللہ) فرمائے گا کہ اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔''

جب وہ ہر قسم کی بھلائی اور راحت سے مایوس ہوجائیں گے اور جہنم میں ہمیشہ کے لیے رہنے کا یقین ہوجائے گا تو وہ چلاّ چلاّ کر التجا کریں گے:

﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴾ [المؤمن: ٤٩]

''اور جو لوگ آگ میں (جل رہے) ہوں گے وہ دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔''

ادھر سے جواب ملے گا:

﴿ قَالُوْۤا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ؕ

﴿وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ﴾ [المؤمن: ٥٠]

''وہ کہیں گے کہ کیا تمھارے پاس تمھارے پیغمبر نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں، تو وہ کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا (اس روز) بیکار ہوگی۔''

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

''قیامت کے دن مومن کا عمل بھی اس کے لیے سفارش کرے گا۔''[1]

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عملِ صالح کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ مومن کے لیے اس کی زندگی میں عملِ صالح سے زیادہ کوئی چیز نفع بخش نہیں ہوگی جس عملِ صالح کو لے کر اپنے رب کے حضور حاضر ہوگا، اسی عمل سے اس کا میزان بھی وزنی ہوگا اور یہ عمل اس کے لیے شفاعت اور دخولِ جنت کا باعث ہوگا اور اسی عمل سے اس کا مولیٰ بھی اس سے راضی ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سے راضی ہوجائے اور وہ ذاتِ کریم ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے۔ ہمیں قبر اور جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔

اے اللہ! قیامت کے دن ہم پر اپنی نظرِ رحمت فرمانا اور اپنے حبیب حضرت محمد ﷺ کا ساتھ نصیب فرمانا۔ آمین ثم آمین۔

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. مناظرِ قیامت۔ تالیف: مولانا محمد خورشید سلفی
4. قیامت کی نشانیاں۔ تالیف: الشیخ عبد اللہ بن جاراللہ بن ابراہیم الجاراللہ۔ ترجمہ: مولانا تنویر احمد
5. قیامت کی ہولناکیاں۔ تالیف: عبدالملک الکلیب۔ ترجمہ: مولانا شبیر بن نور

[1] مسند أحمد (٥/ ٢٥٧)

جنت اور اہلِ جنت

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورۃ البقرہ (آیت: ۸۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

''اور جو ایمان لائیں اور نیک کام کریں وہ جنت کے مالک ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں (عیش کرتے) رہیں گے۔''

سورۃ البقرہ (آیت: ۲۵۷) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ﴾

''جولوگ ایمان لائے ہیں اُن کا دوست اللہ تعالیٰ ہے کہ اُن کو اندھیرے سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے۔''

سورت آل عمران (آیت: ۱۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴾

''یہ (اہلِ جنت بندے) وہ لوگ ہیں جو (مشکلات میں) صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عبادت میں لگے رہتے ہیں اور (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے اور اوقاتِ سحر میں گناہوں کی معافی مانگا کرتے ہیں۔''

سورت آل عمران (آیت: ۱۳۴) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ

﴿ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

''جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

سورت آل عمران (آیت: ۱۹۸) میں فرمایا ہے:

﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّھُمْ لَھُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْھَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴾

''لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے اُن کے لیے باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں (اور وہ) اُن میں ہمیشہ رہیں گے (یہ) اللہ کے ہاں سے (اُن کی) مہمانی ہے اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔''

اہلِ جنت اور متقین کی صفات:

یہ جنت کا گھر صرف اُن عالی مقام انعام یافتہ لوگوں کے لیے مخصوص ہے جو انبیائے کرام، صدیقین، شہدا اور نیک سیرت حضراتِ گرامی کی صف میں شامل ہیں۔ ایسا پُر کیف باغات والا گھر جس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ایسے بے نظیر محلات کہ اگر ایک اینٹ سونے کی ہے تو دوسری اینٹ چاندی کی، دونوں اینٹوں کو جوڑنے کے لیے مسالا کستوری کا، اس کی کنکریاں ہیرے اور موتی، اس کی مٹی زعفران اور خیمے ہیرے جواہرات تراش کر بنائے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! وہاں تو چمک دمک اور روشنی ہی روشنی، بگولے اٹھاتی ہوئی خوشبوئیں، رواں دواں نہریں، پھل، سبزہ اور خوبصورت ساتھی، وہاں کی بیریاں بھی بے کانٹا، تہہ در تہہ چڑھے ہوئے کیلوں کے گُچھے، دور دور تک پھیلی ہوئی گھنی چھاؤں اور ہر دم رواں دواں پانی...!

اہلِ جنت تو بس کھاتے ہی رہیں گے، ان کو ناک کا نزلہ آئے گا نہ پیشاب کی حاجت ہوگی، بلکہ صرف خوشبو دار پسینہ آئے گا۔ جنت والے ہنستے رہیں گے اور رونے کا کوئی سوال ہی نہیں۔ قیام ہی قیام ہے، سفر کا کوئی امکان نہیں۔ مستقل جینا ہی جینا ہے، مرنے کی کوئی بات نہیں۔ اہلِ جنت کے چہرے دمکتے ہوئے خوش وخرم اور ہشاش بشاش ہوں گے۔ بے انتہا خوبصورت اور غزال نما، ہرن جیسی آنکھوں والی حوریں ہوں گی، جنھیں اس سے پہلے کسی نے چھوا تک نہیں ہوگا، وہاں کی ہر نعمت لازوال اور ہر چیز بے مثال ہوگی۔

اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے۔ نیک اور متقی لوگوں کے لیے جو انعام اللہ تعالٰی نے تیار فرمایا ہے وہ کسی انسان کے تصور میں بھی نہیں آ سکتا۔

جنتیوں کے اعمال:

یہ سلامتی والا گھر اپنانے والے کون لوگ ہیں؟ ان کے اوصاف کیا ہیں جو ان نعمتوں کے وارث ہوں گے؟ ان کا عمل کیا ہے؟

اہلِ جنت کا عمل ایمان، تقویٰ اور عملِ صالح ہے۔ اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، روزِ آخرت اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان رکھنا، "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کی شہادت دینا، نماز قائم کرنا، زکات ادا کرنا، ماہِ رمضان کے روزے رکھنا اور اس طرز پر اللہ کی عبادت کرنا جیسے بندہ اللہ کو سامنے دیکھ رہا ہو، سچ بولنا، امانت میں خیانت نہ کرنا، عہد و پیمان پورا کرنا، والدین سے نیک سلوک کرنا، صلہ رحمی کرنا، پڑوسیوں، یتیموں، مسکینوں، غلاموں اور جانوروں پر احسان کرنا، نیز ہر نیک عمل خالص اللہ کی رضا کے لیے کرنا، اللہ ہی پر توکل کرنا، اس سے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنا، اسی سے ڈرنا، رحمت کی امید رکھنا، مشکلات میں اسی کی طرف رجوع کرنا، تکالیف پر صبر کرنا، اس کی گوناگوں نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرنا، قرآنِ مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت کرنا، اللہ کا ذکر کرنا، اپنے تمام مسائل و مشکلات کے بارے میں اُسی سے سوال اور دعا کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائیوں سے روکنا، کفار و منافقین کے خلاف جہاد فی

سبیل اللہ کرنا، قطع تعلق کرنے والے کو اپنے ساتھ ملانا، محروم کرنے والے کو دینا، ظالم کو معاف کرنا اور تمام معاملات میں عدل کو پیشِ نظر رکھنا وغیرہ۔

سورۃ النساء (آیت: ۱۳) میں اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾

''یہ (تمام احکام) اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی فرماں برداری کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو جنتوں میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

جنت کا افتتاح ... ہمارے نبی ﷺ کے ہاتھوں ہوگا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴾ [مریم: ۸۵]

''جس روز ہم پرہیزگاروں کو اللہ کے سامنے (بطور) مہمان جمع کریں گے۔''

دوسری جگہ پر یوں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴾

[الزخرف: ٦٨ تا ٧٠]

''میرے بندو! آج تمھیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ تم غمزدہ ہو گے۔ جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور تھے بھی وہ مسلمان۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) تم اور تمھاری بیویاں عزت (واحترام) کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز سب سے زیادہ امتی میرے ہوں گے اور میں (سب سے پہلے) جنت کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھلواؤں گا۔ (رضوان) جنت

کا خازن (دروازہ کھٹکھٹانے پر) دریافت کرے گا: ''آپ کون صاحب ہیں؟'' میں کہوں گا: ''میں محمد ہوں (ﷺ)۔'' دربانِ جنت (رضوان) کہے گا: ''مجھے بھی یہی حکم دیا گیا تھا کہ سب سے پہلے جنت کا دروازہ آپ ﷺ ہی کے لیے کھولوں۔''[1]

جنت کا پہلا گروپ:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری امت میں سے ستر ہزار آدمی ضرور جنت میں داخل ہوں گے، آپس میں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے اور سارے کے سارے بیک وقت، ان کے چہرے اس طرح چمک رہے ہوں گے جیسے چودھویں کا چاند۔''[2]

جنت کے دروازے:

جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور کچھ خوش نصیبوں کو ہر دروازے سے داخلے کی دعوت دی جائے گی۔ شاید یہی لوگ ''السابقون'' مقام پر فائز ہیں۔ (نیکی کے معاملے میں دوسروں سے بازی لے جانے والے)۔ سورۃ الزمر (آیت: ۷۳) میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴾

''اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام تم بہت اچھے رہے اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔''

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الإيمان، رقم الحديث (١٩٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٧٧)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس کسی نے اللہ کی رضا کی خاطر دو قسم کے نیک کاموں کی پابندی کی اسے جنت کے ہر دروازے سے دعوت ملے گی (ہر دروازے کا منتظم کہے گا:) اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہتر ہے، نماز کی پابندی کرنے والے کو ''باب الصلوٰۃ'' سے دعوت ملے گی، مجاہدین کو ''باب الجہاد'' سے پکار آئے گی۔ روزے داروں کو ''باب الریان'' سے آوازہ آئے گا اور صدقہ کرنے والوں کو ''باب الصدقہ'' سے بلایا جائے گا۔''[1]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، جسے ان تمام دروازوں میں سے کسی سے بھی داخلہ ملے، پھر اسے تو کوئی ڈر یا خوف نہیں ہوگا اور کیا کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہے جسے ان تمام دروازوں سے دعوتِ داخلہ ملے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہاں! مجھے یقین ہے کہ تمھارا شمار ایسے ہی خوش نصیبوں میں سے ہے۔''

جنت کے درجات:

جنت کے مختلف درجے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان اس قدر مرتبے کا فرق ہے جیسے زمین اور آسمان۔ ان درجات میں سے سو درجے تو صرف مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے مخصوص ہیں، دوسرے درجات دیگر اہلِ ایمان اور اہلِ علم کے لیے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَّأْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴾

[طٰہٰ: ۷۵]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٢٧)

''اور جو اُس کے رُوبرو ایماندار ہو کر آئے گا اور عمل بھی نیک کیے ہوں گے تو ایسے لوگوں کے اونچے اونچے درجے ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب تم اللہ سے جنت کی دعا کرو تو جنت الفردوس ہی مانگا کرو، جنت کا درمیانی حصہ اور اعلیٰ حصہ فردوس پر مشتمل ہے۔''[1]

جنت کی عمارتوں کی بلندی:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۬ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴾ [الزمر: ۲۰]

''لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لیے اونچے اونچے محل ہیں جن کے اوپر بالاخانے بنے ہوئے ہیں (اور) ان کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (یہ) اللہ کا وعدہ ہے، اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔''

جنت کے خیمے، باغات اور مٹی کی خوبیاں:

حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کے لیے جنت میں ایک خیمہ ایسا ہوگا جو ہیرے کو اندر سے کھرچ کر بنایا ہوگا۔ اس کی لمبائی ساٹھ میل ہوگی، اس خیمے میں مومن کی متعدد بیویاں ہوں گی، وہ ہر ایک کے پاس جائے گا، لیکن آپس میں ایک دوسرے کو کوئی نہ دیکھ سکے گا۔''[2]

جنت کے بازار:

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٦٣٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٧١)

’’جنت میں ایک بازار ہے، اہلِ جنت ہر جمعہ وہاں تشریف لے جائیں گے۔ وہاں شمالی ہوا چلے گی جس میں ان کے چہرے اور کپڑے بظاہر گرد آلود ہوجائیں گے، لیکن بازار میں آنے والوں کا حسن و جمال بڑھ جائے گا، اس اضافی خوبصورتی کے بعد جب وہ لوگ اپنے اہلِ خانہ کے پاس پہنچیں گے تو گھر والے کہیں گے: یہاں سے جانے کے بعد تو تمھاری خوبصورتی میں اضافہ ہوگیا ہے اور یہ لوگ اپنے اہلِ خانہ سے مخاطب ہوکر کہیں گے: اللہ کی قسم! ہماری عدم موجودگی میں تمھارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہوا ہے۔‘‘ [1]

جنت کے محلات:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جنت میں داخل ہوتے ہی میری نظر ایک محل پر پڑی جو سونے کا بنا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا: ’’یہ محل کس کا ہے؟‘‘، فرشتوں نے کہا: ’’یہ ایک قریشی جوان (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) کا ہے۔‘‘ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’اے عمر! مجھے تیری غیرت اور غصے کا احساس تھا، ورنہ میں اس میں داخل ہوجاتا۔‘‘ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ’’یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مجھے آپ پر بھی غصہ آسکتا ہے؟ (ایسا ناممکن ہے)۔‘‘ [2]

جنت کی نہریں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جونہی میں جنت میں داخل ہوا میری نظر ایک نہر پر پڑی جس کے دونوں کناروں پر خیمے نصب تھے جو ہیروں اور موتیوں سے بنے ہوئے تھے۔ نہر کے اندر چلتے ہوئے پانی کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہ کستوری کی طرح تھا۔ میں نے

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥٢٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٢٨)

پوچھا: ''جبرائیل! یہ کیا ہے؟'' انھوں نے بتایا: ''یہ نہرِ کوثر ہے، جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔''[1]

اہلِ جنت کی عورتیں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴾ [البقرۃ: ۲۵]

''اور وہاں ان کے لیے پاک بیویاں ہوں گی اور وہ بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔''

جنت کی زندگی اور اس کا عیش و آرام دائمی اور ابدی ہے اور پاک وصاف سے یہ مراد ہے کہ جنت کی بیویاں حیض، پیشاب، پاخانے، نفاس اور عورتوں کی تمام گندگیوں سے پاک وصاف رہیں گی۔

معجم طبرانی کبیر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ عورتیں جو دنیا میں بوڑھی سفید بال والی، گندمی آنکھ والی ہوکر مری ہوں گی، اللہ انھیں کنواری، مسکرانے والی، دل لگانے والی بنا دے گا۔''

میں نے پوچھا: دنیا کی عورتیں اچھی ہوں گی یا حورِ عین؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں بلکہ دنیا کی عورتیں بہتر ہوں گی، محض اپنی نمازوں، روزوں اور عبادتوں کی وجہ سے اللہ ان کے چہروں پر نور قائم کرے گا اور جسموں کو ریشم سے مزین کرے گا۔''

میں نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ایک عورت دنیا میں باری باری دو مردوں سے شادی کرتی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، تو جنت میں اس کا شوہر کون ہوگا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس عورت کو اختیار دیا جائے گا، تو وہ ان سب میں سے سب سے اچھے اخلاق والے کو اختیار کرے گی۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ام سلمہ! اچھا اخلاق دنیا اور آخرت کی بھلائی کو حاصل کرنا ہے۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٦٨٠)

جنت کے چشمے:

اللہ تعالیٰ نے جہاں جنت کی دیگر نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے، انہی اس کی میں نمایاں ترین نعمت ابلتے ہوئے چشموں کا تذکرہ بھی ضرور کیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴾ [الذاريات: ١٥]

''بے شک پرہیزگار بہشتوں اور چشموں میں (عیش کر رہے) ہوں گے۔''

ان چشموں کی خوبی یہ ہوگی کہ اہلِ جنت کی مرضی کے مطابق، حسبِ خواہش اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر ابلنے لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴾ [الدهر: ٥۔ ٦]

''جو نیکوکار ہیں وہ ایسی شراب نوشِ جان کریں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایک چشمہ ہے جس میں سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس میں سے (چھوٹی چھوٹی) نہریں نکال لیں گے۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے ﴿ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا ﴾ کی تفسیر حضرت مجاہد اور حضرت سفیان الثوری رحمہما اللہ کے اقوال کی روشنی میں یوں بیان کی ہے:

''اہلِ جنت جیسا چاہیں گے اور جہاں چاہیں گے، ان چشموں کو آگے پیچھے اپنے محلات میں، گھروں میں، محفلوں میں یا پڑاؤ کی جگہ پر چالو کر لیں گے۔''[1]

جنت کی مٹی:

جنت کی مٹی تو جنت کی مٹی ہے، کوئی قادر الکلام بھی اس کی کیا صفت بیان کرے گا، ہاں البتہ جوامع الکلم سے متصف ہستی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا:

[1] تفسير ابن كثير، تفسير سورة الدهر (آيت: ٥۔ ٦)

''پھر میں جنت میں لایا گیا، کیا دیکھتا ہوں اس میں موتیوں کے ہار تھے اور اس کی مٹی کستوری تھی۔''[2]

جنت کے درخت:

دنیا میں موجود اکثر درختوں کے ہم نام درخت جنت میں موجود ہوں گے، البتہ ان کی جڑیں، ان کے تنے، ان کی شاخیں، ان کے پتے، ان کے پھل اور پھول ہر اعتبار سے دنیوی درختوں سے اعلیٰ و اشرف اور ممتاز ہوں گے اور جنت کے درخت کانٹوں کے بغیر ہوں گے۔ سورۃ الواقعہ (آیت: ۲۷ تا ۳۳) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ﴿٢٧﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ﴿٢٨﴾ وَ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ﴿٢٩﴾ وَّ ظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ﴿٣٠﴾ وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ﴿٣١﴾ وَّ فَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ﴿٣٢﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّ لَا مَمْنُوْعَةٍ ﴾

''اور دائیں ہاتھ والے، (سبحان اللہ) دائیں ہاتھ والے (کیا ہی عیش میں) ہیں۔ (یعنی) بے خار کی بیریوں میں اور تہ بتہ کیلوں، لمبے لمبے سایوں، پانی کے جھرنوں اور میوہ ہائے کثیرہ (کے باغوں) میں۔ جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ ان سے کوئی روکے۔''

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ﴿ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴾ [الرحمن: ٦٨] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جنت کی کھجور کا تنا سبز زمرد کا ہوگا، اس کی ٹہنیاں سرخ سونے کی، اس کی چھال اہلِ جنت کا لباس بنے گی، اسی سے ان کے مختصر لباس [بنیان، کچھا، تولیا وغیرہ] اور زیور بنیں گے، اس کا پھل بڑے بڑے مٹکوں کی مانند ہوگا، جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ ملائم ہوگا، اس میں گٹھلی نہ ہوگی۔''[2]

---

[1] صحيح البخاري، كتاب الصلاة، باب كيف فرضت الصلوٰة في الإسراء، رقم الحديث (٣٤٩)

[2] سنن الترمذي، صفة الجنة، رقم الحديث (٢٥٢٥)

جنت میں ہر طرح کے پھل دار درخت ہوں گے، لیکن کھجور، انار اور انگور کے درخت کثرت سے ہوں گے۔وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ سورہ الرحمٰن (آیت: ۶۸، ۶۹) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَنَخْلٌ وَرُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾

''ان میں میوے، کھجوریں اور انار ہیں، تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

جنت کے درخت اس قدر سرسبز و شاداب ہوں گے کہ ان کی رنگت سبز سیاہی مائل ہوگی۔ جنت کے درخت ہمیشہ ہرے بھرے رہیں گے۔سورۃ الرحمٰن (آیت: ۶۴، ۶۵) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مُدْهَامَّتَانِ ﴿٦٤﴾ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ﴾ [الرحمن: ٦٤، ٦٥]

''دونوں خوب گہرے سبز۔تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

جنت کے ایک درخت کا سایہ اتنا طویل ہوگا کہ گھوڑ سوار ۱۰۰ برس تک مسلسل چلتا رہے تب بھی سایہ ختم نہیں ہوگا۔[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت میں تمام درختوں کے تنے سونے کے ہوں گے۔''[2]

اہلِ جنت پر عنایتیں اور نوازشیں:

انبیا و رسل، صالحین اور اولیاء اللہ [ان سب پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں] اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لیے کیسی عظیم الشان جنت تیار کی ہے؟ سچی بات تو یہ ہے کہ جنت کی صحیح تصویر پیش کرنا کسی کے بس کی بات ہی نہیں، بلکہ صحیح بات تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ السجدۃ (آیت: ۱۷) میں ان الفاظ میں بیان فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، كتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة، رقم الحديث (٣٠٧٩)

[2] سنن الترمذي، باب ما جاء في صفة الجنة (٢/ ٢٠٤٩)

﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾

''کوئی متنفس نہیں جانتا کہ اُن کے لیے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے، یہ اُن اعمال کا صِلہ ہے جو وہ کرتے تھے۔''

نبی اکرم ﷺ نے اسی آیت کی وضاحت اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یوں بیان کی ہے:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کیا ہے:

((مَالَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ))[1]

''وہ کسی آنکھ نے دیکھا، کسی کان نے سُنا اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال آیا ہے۔''

ایسی بے مثل و بے مثال جنت کا تذکرہ کوئی کم علم اور کمزور قلم کیسے کرسکتا ہے؟ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں جنت میں بے مثال نعمتوں سے نوازے۔ آمین ثم آمین

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ۔
3. جنت کا بیان۔ مولف: مولانا اقبال کیلانی
4. جنت کی راہ۔ مولف: مولانا شبیر نورانی

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٧٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٢٤)

جنت کی نعمتیں

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:
سورۃ الزمر (آیت ۷۳) میں فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ﴾

''اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، ان کو گروہ گروہ بنا کر بہشت کی طرف لے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے تو اس کے داروغہ ان سے کہیں گے کہ تم پر سلام، تم بہت اچھے رہے، اب اس میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو جاؤ۔''

① جنت میں داخلہ:

اہلِ جنت کا داخلہ شاہی مہمان کی طرح ہوگا اور پھر مہمان کی حیثیت کا اعتبار کر کے نہیں بلکہ میزبان کے کرم وعطا کے لحاظ سے استقبال ہوگا اور منتظمینِ جنت سلامیاں دیتے ہوئے ان کا استقبال کریں گے۔ قرآنِ کریم نے سورۃ الزمر (آیت: ۷۳) کے ان مذکورہ الفاظ کے ساتھ اس کی منظر کشی کی ہے۔

② اہلِ جنت کی جسمانی ساخت:

اہلِ جنت کے چہرے چاند ستاروں کی طرح روشن اور منور ہوں گے۔ آج جسمانی قامت پانچ چھ فٹ تک ہے اور سات فٹ کا آدمی لمبا شمار ہوتا ہے، جبکہ انسان کا معیاری

قد ٦٠ ہاتھ یعنی ٩٠ فٹ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اسی قامت پر ہوئی تھی۔ جنت میں جانے والے خوش نصیبوں کا قد ٦٠ ہاتھ یعنی ٩٠ فٹ ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی ....جو بھی جنت میں داخل ہوگا، وہ حضرت آدم علیہ السلام کی مانند ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔''[1]

اس لمبائی کی مناسبت سے جنتی شخص چوڑے اور خوبصورت بدن والا ہوگا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اہلِ جنت جب جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے صاف ہوں گے، مسیں بھیگ رہی ہوں گی مگر داڑھی نہ نکلی ہوگی، گورے چٹے ہوں گے، گھٹے ہوئے بدن ہوں گے، آنکھیں سرمگیں ہوں گی، سب کی عمریں ٣٣ سال ہوں گی، حضرت آدم علیہ السلام کی مانند ساٹھ ہاتھ لمبے اور سات ہاتھ چوڑے جسم والے ہوں گے۔''[2]

نورانی چہرے اور خوبصورت سڈول جسم کے علاوہ پاکیزہ دلوں والے ہوں گے۔ صبح وشام [ہر دم] اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔ دوسری جگہ فرمایا:

''وہ سب کے سب ایک جیسے اخلاق کے مالک ہوں گے۔''[3]

③ اہلِ جنت کا پہلا کھانا:

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ جو یہودی عالم تھے، اسلام لانے سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیے اور ساتھ یہ دعویٰ بھی کیا کہ ان کے جواب نبی کے علاوہ کوئی نہیں دے سکتا۔ حدیث میں اس کی تفصیل یوں

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٤١)

[2] مسند أحمد، رقم الحديث (٧٩٢٠)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٣٤)

بیان ہوئی ہے:

''انھوں نے پوچھا: جنت میں داخل ہوتے ہی انھیں کیا تحفہ ملے گا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''مچھلی کی کلیجی کا بڑھا ہوا حصہ۔''

انھوں نے دریافت کیا: اس کے بعد ان کا کھانا کس چیز پر مشتمل ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کا وہ بیل ان کے لیے ذبح کیا جائے گا جو جنت کے ہر کونے میں چرتا تھا۔''

انھوں نے پوچھا: اس کھانے پر ان کو پانی کون سا ملے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''سلسبیل نامی جنتی چشمے کا پانی ہوگا۔ اس سالن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے روٹی کا بھی خوب انتظام ہوگا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کے روز ساری زمین روٹی کی شکل میں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اسے اس طرح ہاتھ پر اٹھائے ہوئے ہوں گے جیسے کوئی مسافر اپنی روٹی کو اٹھاتا ہے اور یہ روٹی اہلِ جنت کے پہلے کھانے میں استعمال ہوگی۔''[1]

اہلِ جنت کے لیے خور ونوش کا شاہی انتظام:

ان سدا بہار اور حاضر نعمتوں کے علاوہ عام خور ونوش کا معاملہ اہلِ جنت کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ چاہے کھانے میں عام گوشت پسند کریں یا پرندوں کا گوشت، ان کی ہر خواہش حسبِ منشا پوری کی جائے گی۔ سورۃ الطّور (آیت: ۲۲) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَأَمْدَدْنٰهُم بِفٰكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴾

''اور جس طرح کے میوے اور گوشت کو ان کا جی چاہے گا، ہم ان کو عطا کریں گے۔''

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦١٥٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣١٥)

اہلِ جنت کے برتن اور زیرِ استعمال اشیا:

سورۃ الدہر (آیت: ۱۵، ۱۶) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَاۡ ۝ قَوَارِيْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴾

''(خدام) چاندی کے برتن لیے ہوئے ان کے اردگرد پھریں گے اور شیشے کے (نہایت شفاف) گلاس اور شیشے بھی چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔''

متعدد مفسرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے اس آیت کی توضیح میں فرمایا ہے:

''یہ برتن چاندی کی دھات سے بنے ہوں گے، لیکن چمک دمک اور شفافیت میں شیشے جیسے ہوں گے۔''

مسند امام احمد رحمہ اللہ کی بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ جن طشتریوں یا پلیٹوں میں اہلِ جنت تازہ کھجور کھائیں گے، وہ بھی سونے کی ہوں گی۔[1]

لباس، زیور اور دیگر جمالیات کا بیان:

اہلِ جنت کے لباس کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدخان (آیت: ۵۱، ۵۴) میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ۝ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴾

''بیشک پرہیزگار لوگ امن کے مقام میں ہوں گے۔ (یعنی) باغوں اور چشموں میں۔ ریشم کا باریک اور دبیز لباس پہن کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ (وہاں) اس طرح (کا حال ہوگا) اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی سفید

[1] مسند أحمد (۳/ ۱۳۵، ۲۵۷)

رنگ کی عورتوں سے ان کے جوڑے بنائیں گے۔''

یہ حریر و ریشم کے پوشاک نت نئے اور روزانہ جدید ہی نظر آئیں گے، ان پر بوسیدگی یا پرانے ہونے کا احساس تک نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''جسے جنت مل گئی وہ ہمیشہ نعمتوں میں ہوگا اور کبھی محروم نہیں ہوگا، اس کے پوشاک پرانے ہوں گے اور نہ اس کی جوانی ڈھلے گی۔''[1]

جنت کے پوشاک واقعتاً ناقابلِ بیان ہیں۔ وہ کیسے نرم، ملائم اور خوبصورت ہوں گے، زیرِ نظر حدیث پر غور کرنے سے ان کا ایک تصور قائم کیا جاسکتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل نامی شہر کے حکمران کے ہدیے کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو ریشمی جبہ ہدیے میں ملا۔ آپ ﷺ ریشم کے استعمال سے منع فرماتے تھے۔ لوگوں کو اس کی خوبصورتی بہت پسند آئی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے تولیے اور رومال اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہیں۔''[2]

سورۃ الدہر (آیت: ۲۱) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَحُلُّوٓا اَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ ﴾ ''اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔''

سونے چاندی کے کنگنوں اور موتیوں کے علاوہ بالخصوص وضو کی جگہوں پر زیور سجایا جائے گا، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''مومن کا زیور وہاں تک ہوگا جہاں تک اس کا وضو ہوگا۔''[3]

اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بغلوں تک اپنے بازو دھویا کرتے تھے۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٣٢)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٤٧٣)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٥٠)

مرصّع تخت اور اونچی مسندیں:

اہلِ جنت جن تختوں یا مسہریوں پر جلوہ افروز ہوں گے، وہ ہیرے جواہرات سے سجی ہوں گی اور خوبصورت نقش و نگار ان کی خوبی میں اضافہ کر رہے ہوں گے۔

اہلِ جنت کے خادم:

اہلِ جنت کے خادم ہمیشہ لڑکپن کی عمر میں رہیں گے، وہ موتیوں کی طرح خوبصورت اور دلکش نظر آئیں گے۔ اہلِ جنت کے خادم اس قدر چاق و چوبند ہوں گے کہ چلتے پھرتے یوں نظر آئیں گے جیسے سمٹتے بکھرتے، بکھرتے سمٹتے موتی ہیں۔ ان کے متعلق سورۃ الدہر (آیت: ۱۹) میں اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴾

''اہلِ جنت کی خدمت کے لیے ایسے لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ (لڑکپن کی عمر ہی میں) رہیں گے، جب تم ان پر نگاہ ڈالو گے تو یوں خیال کرو گے کہ یہ تو بکھرے ہوئے موتی ہیں۔''

اس بات میں اختلاف ہے کہ کیا وہ دنیا کے بچے ہوں گے یا اللہ نے انھیں جنت میں پیدا کیا ہوگا؟ اس بارے میں حضرت علی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''یہ بچے مسلمانوں کی اولاد ہوں گے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ مشرکین کے (بلوغت سے پہلے فوت ہوجانے والے) بچے ہوں گے۔''

لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ حورِعین کی طرح جنت کی مخلوق ہوں گے، جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴾ [الطور: ٢٤]

''اہلِ جنت کی خدمت کے لیے وہ لڑکے دوڑتے پھر رہے ہوں گے جو انہی (کی

خدمت) کے لیے مخصوص ہوں گے ایسے خوبصورت جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں۔''

اہلِ ایمان کے نابالغ بچے تو جنت میں یقیناً ان کے پاس ہی ہوں گے جس کا تذکرہ قرآنِ کریم کی سورۃ الطّور (آیت: ۲۱) میں آیا ہے۔ جبکہ جنت کے یہ خادم بچے اہلِ جنت کی اولاد نہیں ہوں گے، البتہ اہلِ جنت پر اللہ کی انتہائی کرامت اور بزرگی ہوگی کہ ان کی اولاد انھیں کے ساتھ اللہ مخدوم بنا کر رکھیں گے۔ متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ دین کا یہی قول ہے اور یہ خادم وافر مقدار میں مہیا کیے جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سب سے کم درجے والے جنتی کے اسّی ہزار خادم ہوں گے۔''[1]

اہلِ جنت کا سماع وغنا:

اہلِ جنت کی بیویاں اپنے خاوندوں کو خوش کرنے کے لیے گائیں گی اور ایسی خوبصورت آواز سے گائیں گی کہ کسی نے ایسی آواز نہ سنی ہوگی۔ ان کے بول یوں ہوں گے:

نَحْنُ	الْخَيْرَاتُ	الْحِسَانُ
اَزْوَاجُ	قَوْمٍ	كِرَام
يَنْظُرْنَ	بِقُرَّةِ	أَعْيَانِ

''ہم بہت خوب سیرت اور خوبصورت ہیں۔ بہت ہی عمدہ لوگوں کی بیویاں ہیں جن کا دیدار آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔''[2]

اہلِ جنت کی سواریاں:

حدیث میں آیا ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: کیا جنت میں گھوڑا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مسند أحمد (٣/ ٧٦) رقم الحديث (٢٥٢)

[2] المعجم الصغير للطبراني، رقم الحديث (٧٣٤) صحيح الجامع الصغير، رقم الحديث (١٥٦١)

''اگر اللہ نے تجھے جنت میں داخل کر دیا، پھر تیرا گھوڑے پر سواری کا ارادہ ہوا تو سرخ یاقوت کا گھوڑا ملے گا، جنت میں جہاں چاہو گے وہ تمھیں اڑا کر لے جائے گا۔''[1]

لازوال جنت ... بے مثال نعمتیں:

اس دنیا میں کوئی انسان خواہ کتنے بڑے وسائل رکھتا ہو، ہر طرح کی نعمتیں اور آسایشیں اسے حاصل ہوں، دنیا کی ہر نعمت اس کے تصرف میں ہو اور وہ کسی کا کسی شکل میں محتاج نہ ہو، پھر بھی اسے تین اندیشے لاحق رہتے ہیں، بلکہ ستاتے رہتے ہیں:

① میں تو زندہ رہوں لیکن یہ نعمت مجھ سے چھن جائے۔

② نعمت تو رہے، لیکن میری زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔

③ میں بھی رہوں، نعمت بھی رہے، لیکن بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے اس کے لطف سے محروم ہو جاؤں۔ مثلاً ایک آدمی کے دسترخوان پر بیسیوں مرغن اور خوش ذائقہ کھانے لگے ہوں لیکن ڈاکٹر اسے ان کے استعمال سے منع کر دے اور چند ابلی سبزیوں یا پھیکی غذاؤں پر گزارہ کرنے کا مشورہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں ممکنہ خطرات کی نفی کر کے یقین دہانی کرائی ہے کہ جنت میں نعمت بھی باقی رہے گی اور تم بھی وہیں رہو گے، چنانچہ سورۃ الرعد (آیت: ۳۵) میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ﴾

''اُس کے پھل ہمیشہ (قائم رہنے والے) ہیں اور اُس کے سائے بھی۔''

دنیا میں میسر نعمتوں، آسایشوں اور سہولتوں کے بالکل برعکس جنت کی نعمتیں لازوال ہوں گی اہلِ جنت وہاں ہمیشہ رہیں گے اور استعمال میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ معلوم ہوا کہ جنت میں جانے والے نیک اہل ایمان کو بطورِ جزا جو جنتیں ملیں گی:

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٥٤٣)

① وہ مستقل اور دائمی ہوں گی۔

② ان کی رہایش بھی وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔

③ جنتی رب سے راضی اور رب جنتیوں سے راضی رہے گا اور پھر کبھی یہ موقع نہیں آئے گا کہ اللہ کی نعمتیں ختم ہوجائیں یا ان کو نعمتوں سے محروم کر دیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اعلان کرنے والا بہ آواز بلند پکارے گا: [جنت والو!] اب تم یہاں ہمیشہ صحت مند رہو گے، کبھی بیمار نہیں ہوگے، ہمیشہ زندہ رہو گے۔ کبھی موت نہیں آئے گی۔ ہمیشہ جوان رہو گے، کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔ ہمیشہ نعمتوں سے لطف اندوز ہوگے، کبھی محرومی نہیں دیکھو گے۔''

سورۃ الاعراف (آیت: ۴۳) میں اللہ تعالیٰ کے اُس فرمان کی یہی تفسیر ہے جس میں اس نے فرمایا ہے:

''اس وقت ندا آئے گی کہ یہ جنت جس کے تم وارث بنائے گئے ہو، تمھیں ان اعمال کے بدلے میں ملی ہے جو تم کرتے رہے تھے۔''[1]

دیدارِ الٰہی اور شرفِ ہم کلامی:

دیدارِ الٰہی اور گفتگو کا نقشہ ان الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب اہلِ جنت، جنت میں داخل ہوجائیں گے، (آپ ﷺ نے فرمایا) اللہ تبارک وتعالیٰ دریافت فرمائیں گے: تم کچھ اور چاہتے ہو جس کا میں اضافہ کردوں؟ جنتی جواب دیں گے: کیا آپ نے ہمیں سرخ رو نہیں کیا؟ کیا آپ نے ہمیں آگ سے محفوظ فرما کر جنت میں داخل نہیں کیا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنے رخِ اقدس سے حجاب اتار

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۸۳۷)

دیں گے تو اللہ عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ان جنتیوں کو کوئی دوسری چیز نہیں ملی ہوگی۔“[1]

یہ بیان کرنے کے بعد آپ ﷺ نے سورت یونس (آیت: ۲۶) تلاوت فرمائی:

﴿ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ﴾

”جن لوگوں نے نیکوکاری کی اُن کے لیے بھلائی اور ”زیادہ“ ہے۔“

اس ”زیادہ“ سے مراد دیدارِ الٰہی ہے۔

جنت کے پھل:

دنیا بھر میں ہر جگہ نئے نئے پھل پائے جاتے ہیں۔ کچھ پھل اگر ایک علاقے میں معروف ہیں تو دوسرے علاقے والے شاید انھیں جانتے بھی نہ ہوں۔ البتہ جنت میں یہ تمام کے تمام پھل دستیاب ہوں گے۔ اہلِ جنت کو جو پھل عنایت ہوں گے وہ نام اور شکل کی حد تک تو دنیا کے پھلوں سے ملتے جلتے ہوں گے، البتہ ان کی خوشبو، ان کا مزہ اور ان کی خوشنمائی دنیا میں موجود پھلوں سے ہزاروں درجے افضل و اعلیٰ ہوگی۔ سورۃ البقرہ (آیت: ۲۵) میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ؕ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ؕ وَّ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾

”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لیے (نعمت کے) باغ ہیں جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، جب انھیں ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا تو کہیں گے کہ یہ تو وہی ہے جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا اور ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیے جائیں گے۔“

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۱)

البتہ دنیا کے پھل جس طرح موسموں کے ساتھ مخصوص ہیں، جنت کے پھل اس قید سے آزاد ہوں گے، چنانچہ وہ ہر وقت دستیاب ہوں گے۔ سورۃ حم السجدہ (آیت: ۳۰) میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴾

''جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا مالک اللہ ہے (توحید کا اقرار کیا) پھر اس پر جمے رہے (مرتے وقت یا قبر میں یا قبر سے اٹھتے وقت) ان پر (رحمت کے) فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے:) تم ڈرو نہیں اور نہ رنج کرو اور جس بہشت کا تم سے وعدہ تھا اس کی خوشی مناؤ۔''

حق دار کون؟

اس طرح کی بشارتیں قرآنِ کریم میں بہت ہیں اور وہ تین بنیادوں پر ہیں:

① ایمان۔ ② تقویٰ۔

③ خالص اللہ کے لیے سنت کے مطابق کیا گیا عمل۔

ان تینوں اصولوں کے مطابق چلنے والے لوگ ہی اس بشارت کے مستحق ہیں، ان کے سوا مخلوقات میں سے کوئی اور نہیں اور انھیں تینوں اصولوں کے مطابق قرآن و سنت کی بشارتوں کا دار و مدار ہے۔

ہمیں چاہیے کہ قرآن مجید کی اچھی طرح تلاوت اور مطالعہ کریں کرتے وقت اپنے اخلاق و کردار کا جائزہ لیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اللہ کی نافرمانیوں میں مبتلا ہیں، کیونکہ انسان کی زندگی اسی دنیا تک محدود نہیں، مرنے کے بعد عقبیٰ یعنی آخرت کی ابدی زندگی شروع ہو جاتی ہے، جہاں انسان کو اچھے کاموں کی جزا اور بُرے افعال کی سزا ملے گی۔ قرآنِ کریم بتاتا ہے کہ جو انسان اس دنیا میں اللہ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے گا، وہ جنت کے سدا بہار

لہلہاتے ہوئے باغوں کا مالک بن جائے گا۔

اب آپ کا دل مچل رہا ہوگا کہ آخرت میں جنت آپ کو مل جائے تو ایک سوئی کی ضرورت بھی ہو تو وہ بھی اس وقت تک نہیں ملتی جب تک آپ اس کی قیمت ادا نہیں کرتے۔کیا خیال ہے؟ کیا جنت جیسی بے مثل نعمت آپ کو پھوکٹ (فری) میں مل جائے گی؟ نہیں، ہرگز نہیں!

جنت کی قیمت تو آپ کو دینی پڑے گی، تبھی جنت ملے گی اور جنت کی قیمت ہے اللہ تعالیٰ پر پکا ایمان رکھنا اور مسنون زندگی بسر کرنا۔ خود برائیوں سے بچنا اور دوسروں کو برائیوں سے بچانا۔ پس خود بھی نیکی کی زندگی بسر کیجئے اور اپنے گھر، اپنے محلے اور ماحول میں بھی دور دور تک نیکی، سچائی، سخاوت، دردمندی اور بہادری کے چراغ جلاتے چلے جائیں۔ اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ آپ کو اس دنیا میں اپنی رحمتوں کی چھاؤں میں رکھے گا اور آخرت میں جنت سے سرفراز فرمائے گا۔ جو شخص من مانی کرے گا اُسے یہی دنیا ہلاکت بار جھٹکے لگا کر جہنم کا ایندھن بنا دے گی۔

آج اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اس کے حضور صدقِ دل سے توبہ کر لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارا آخری وقت آجائے اور ہم توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آجائے کہ اب توبہ کا دروازہ بند ہوگیا ہے، لہٰذا اب توبہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ جب وقت تھا تب تم نافرمانیوں میں مبتلا رہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے فرمانبردار بندوں میں سے بنا دے اور ہمیں صحیح توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

”اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین رکھتے ہوئے دل سے دعا مانگیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول نہیں کرتا جو غافل اور بے پروا دل سے نکلی ہو۔“

اللہ ہمیں قرآنِ کریم وسنت کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا

فرمائے اور ہمیں گمراہی کے اندھیروں سے نکال دے۔ اللہ ہمارے دلوں میں کتاب وسنت کا نور بھر دے۔

اے اللہ! تو ہمیں اتنی خشیت عطا فرما جو ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے اور ہمیں اتنی اطاعت نصیب فرما جو ہمیں تیری جنت میں پہنچا دے۔

اے ہمارے رب! ہمارے لیے مصائبِ دنیا آسان فرما دے۔

اے اللہ! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتے ہیں اور آگ سے پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! دشمنوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ دین کے معاملے میں ہم پر مصیبت نہ ڈال اور دین کو ہمارے علم کی منزلِ مقصود بنا دے۔

اے اللہ! میرے گناہوں کا بوجھ ہلکا فرما۔

اے اللہ! میرے معاملات کی اصلاح فرما اور میرے دل کو پاکیزہ بنا دے اور میری حفاظت فرما۔

یا رحمٰن! میرے گناہ معاف فرما دے اور جنت میں بلند درجات عطا فرما۔

یا رحیم! جہنم سے نجات کا سوال ہے۔

رب ذوالجلال ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں رکھے۔ مجھے اور آپ سب کو نیک کام کرنے کی توفیق سے نوازے۔ اللہ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے۔ اللھم آمین ثم آمین

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. جنت کا بیان۔ تالیف: مولانا محمد اقبال کیلانی
4. جنت کی راہ۔ تالیف: مولانا شبیر نورانی

جہنم اور اہلِ جہنم

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورۃ التحریم (آیت: ٦) میں ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُوٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾

''اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ ایمان کو جہنم کی آگ سے بچنے اور اپنے اہل وعیال کو بچانے کا حکم دیا ہے۔ جنت اور جہنم دو ایسے کلمے ہیں جو دل میں بہت سارے شعور و احساس کو جنم دیتے ہیں، کیونکہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں ہر انسان کی آخری منزل جنت ہے یا جہنم۔

کم از کم ہر مسلمان کے ذہن میں اتنا تصور تو موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو آخرت میں انعام و اکرام سے نوازیں گے اور وہ عیش و آرام کی زندگی بسر کریں گے، اسی عیش و آرام والی جگہ کا نام ہی جنت ہے۔ جب کہ اس کے برعکس ایمان نہ لانے والوں اور بُرے عمل کرنے اور دن رات اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والوں کو آخرت میں اللہ رب العالمین مختلف قسم کے عذاب دیں گے اور وہ بہت ہی تکلیف دہ زندگی بسر کریں گے، عذاب اور عقاب کی اسی جگہ کا نام جہنم ہے۔

جہنم... بہت ہی بُری قیام گاہ... بہت ہی بُرا مسکن اور بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے کافروں، مشرکوں، فاسقوں اور فاجروں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جنت اور جہنم دونوں کا بار بار بڑی تفصیل سے ذکر فرمایا ہے اور ان دونوں میں سے آگ اور جہنم کا ذکر نسبتاً زیادہ مرتبہ کیا گیا ہے۔

تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے جہنم کے عذاب سے بچنے کی تاکید فرمائی:

① حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ [الأعراف: ۵۹]

''ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تو انھوں نے (ان سے) کہا کہ اے میری برادری کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں۔ مجھے تمھارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا (بہت ہی) ڈر ہے۔''

② حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

﴿ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴾ [العنکبوت: ۲۵]

''اور ابراہیم نے کہا کہ تم جو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کے لیے (مگر) پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور کوئی تمھارا مددگار نہ ہوگا۔''

③ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو بھی یہی کہا، جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ۭ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ [الأحقاف: ۲۱]

''اور (قومِ) عاد کے بھائی (ہود) کو یاد کرو کہ جب انھوں نے اپنی قوم کو سرزمینِ احقاف میں ہدایت کی اور ان سے پہلے اور پیچھے بھی ہدایت کرنے

والے گزر چکے تھے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تمھارے بارے میں بڑے دن کے عذاب کا ڈر لگتا ہے۔''

④ حضرت شعیب علیہ السلام نے بھی اپنی امت سے یہی کہا، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴾ [هود: ٨٤]

''اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (بھیجا) تو انھوں نے کہا کہ اے قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو میں تو تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور (اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو) مجھے تمھارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمھیں گھیر کر رہے گا۔''

⑤ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی امت سے قرآنِ کریم کے ان الفاظ کے ساتھ مخاطب ہوئے:

﴿ فَاْتِیٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی ۝ اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ﴾ [طٰهٰ: ٤٧، ٤٨]

''(اچھا) تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے رب کے بھیجے ہوئے ہیں، تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے دو اور انھیں عذاب نہ دو، ہم تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو، ہم کو (خدا کی طرف سے یہ) وحی آئی ہے (حکم ہوا ہے) کہ جو شخص (ہم کو) جھٹلائے اور ہمارا (کہنا) نہ مانے اس کو عذاب ہوگا (دنیا میں تباہ اور آخرت میں ہلاک)۔''

⑥ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی یہی کہا، جیسا کہ قرآنِ کریم میں آیا ہے:

﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾

[المائدة: ٧٢]

''وہ لوگ بلاشبہہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے مسیح (عیسیٰ) اللہ ہیں، حالانکہ مسیح یہودیوں سے کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا، اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

⑦ دیگر انبیا و رسل علیہم السلام کے بارے میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٤٨ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴾ [الأنعام: ٤٨، ٤٩]

''اور ہم جو پیغمبروں کو بھیجتے رہے ہیں تو خوشخبری سنانے اور ڈرانے کے لیے پھر جو شخص ایمان لائے اور نیکوکار ہو جائے تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ اندوہناک ہوں گے اور جنھوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اُن کی نافرمانیوں کے سبب اُنھیں عذاب ہوگا۔''

⑧ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی قوم کے لوگوں کو کہا:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ

شَدِيْدٍ﴾ [سبا: ٤٦]

”کہہ دو کہ میں تمھیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ تم اللہ کے لیے دو دو اور اکیلے اکیلے کھڑے ہو جاؤ، پھر غور کرو تمھارے رفیق کو جنون نہیں، وہ تو تمھیں سخت عذاب (کے آنے) سے پہلے صرف ڈرانے والے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے امت کو آگ سے ڈرانے کا حق ادا فرما دیا۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے:

”میں نے تمھیں آگ سے ڈرایا ہے، میں نے تمھیں آگ سے ڈرایا ہے۔“[1]

نبی اکرم ﷺ مسلسل یہی کلمات ارشاد فرماتے رہے [اس وقت آپ ﷺ کی آواز اس قدر بلند تھی کہ] اگر رسول اللہ ﷺ میری جگہ پر ہوتے تو بازار والے آپ ﷺ کی آواز سن لیتے [آپ ﷺ اس قدر بے خودی میں یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے کہ] آپ ﷺ کی چادر مبارک کندھوں سے سرک کر آپ کے پاؤں مبارک کے پاس گر پڑی۔[2]

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع کی حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے [عرفات کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے] فرمایا:

”[قیامت کے روز] تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا، تم لوگ کیا جواب دو گے؟“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

”ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا، حقِ انذار ادا کیا اور [اپنی امت کی] پوری پوری خیر خواہی کی۔“

پھر آپ ﷺ نے اپنی انگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا:

”اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔“[3]

---

[1] رواه الدارمي و صححه الألباني في مشكاة المصابيح، رقم الحديث (٥٦٨٧)

[2] رواه الدارمي، مشكاة المصابيح (٣/ ٥٦٧٨)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١٨)

جہنم کی سزاؤں کا ذکر ...قرآنِ کریم کے حوالے سے:

قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں جنت اور جہنم کے بارے میں بڑی واضح تفصیلات ملتی ہیں کہ جہنم کیسی اور کیا ہے؟

① پہلی بات یہ کہ جہنم کو دیکھتے ہی کافروں کے چہرے کالے سیاہ ہو جائیں گے۔[یونس: ٢٧]

② جہنمی عذاب سے تنگ آ کر موت طلب کریں گے، لیکن انھیں موت نہیں آئے گی۔ [الفرقان: ١٣]

③ جہنم کی آگ جہنمیوں کے چہرے کا گوشت جلا ڈالے گی اور ان کے جبڑے باہر نکل آئیں گے۔[المومنون: ١ تا ٤]

④ جہنم کی آگ زندہ چھوڑے گی نہ مرنے دے گی۔[الأعلی: ١٣]

⑤ جہنم کی آگ لوگوں کو چکنا چور کر دے گی۔[الهُمزه: ٤]

④ جہنم میں کافروں کو بند کر کے اوپر سے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔[الھمزه: ٨، ٩]

⑦ جہنم میں کافر پھنکارے ماریں گے [اور شور اس قدر ہوگا کہ] کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دے گی۔[الأنبیاء: ١٠٠]

⑧ جہنمیوں کو تھوہر کا زہریلا کانٹے دار اور بدبو دار درخت کھانے کے لیے دیا جائے گا۔ [الدخان: ٤٣]

⑨ جہنمیوں کے زخموں سے بہنے والا خون اور پیپ نیز کھولتا ہوا پانی جہنمیوں کو پینے کے لیے دیا جائے گا۔[الإبراهيم: ١٦۔ ١٧]

احادیثِ مبارکہ کے حوالے سے:

مذکورہ قرآنی آیات کے علاوہ احادیثِ مبارکہ میں جہنم میں دی جانے والی سزاؤں کے بارے میں بعض تفصیلات سے پتا چلتا ہے:

① جہنم کی گہرائی اس قدر ہے کہ اس کی تہ میں گرنے والا شخص مسلسل ستر برس تک اس میں گرتا چلا جائے گا۔[1]

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٤٤)

۲ جہنم کے ایک احاطے کی دو دیواروں کے درمیان چالیس سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔[1]

۳ جہنم کو میدانِ حشر میں لانے کے لیے چار ارب نوے کروڑ (۴۹۰۰۰۰۰۰۰۰) فرشتے مقرر ہوں گے۔[2]

۴ جہنم کا سب سے ہلکا عذاب آگ کے دو جوتے پہننے کا ہوگا، جس سے جہنمی کا دماغ کھولنے لگے گا۔[3]

۵ جہنمی کی ایک ڈاڑھ [بڑا دانت] اُحد پہاڑ سے بھی بڑی ہوگی۔[4]

۶ جہنمی کے دونوں کندھوں کے درمیان تیز رو سوار کی تین دن کی مسافت کا فاصلہ ہوگا۔[5]

۷ جہنمی کے جسم کی کھال بیالیس [۴۲] ہاتھ [۶۳ فٹ] موٹی ہوگی۔[6]

۸ دنیا میں تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کے برابر جسم دیا جائے گا۔[7]

۹ جہنمی اس قدر آنسو بہائیں گے کہ ان میں کشتیاں چلائی جاسکتی ہیں۔[8]

۱۰ جہنمیوں کو دیے جانے والے کھانے [تھوہر] کا ایک ٹکڑا دنیا میں گرا دیا جائے تو ساری دنیا کے جانداروں کے اسبابِ معیشت برباد کردے۔[9]

۱۱ جہنمیوں کو پلائے جانے والے مشروب کا ایک ڈول [چند لیٹر] دنیا میں ڈال دیا

---

[1] مسند أبي يعلى (١٣٥٨)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٤٢)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١١)

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٥١)

[5] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٥٢)

[6] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٥١)

[7] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٢٥)

[8] السلسلة الصحيحة، رقم الحديث (١٦٧٩)

[9] صحيح الجامع الصغير، رقم الحديث (٥١٢٦)

جائے تو ساری دنیا کی مخلوق کو بدبو میں مبتلا کر دے۔[1]

⑫ جہنم کی آگ شدید سیاہ رنگ کی ہے [جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہیں دے گا]۔[2]

⑬ جہنمیوں کو مارنے کے لیے لوہے کے گُرز اتنے وزنی ہوں گے کہ انسان اور جن مل کر بھی اسے اٹھانا چاہیں تو نہیں اٹھا سکتے۔[3]

⑭ جہنم کے سانپ قد میں اونٹوں کے برابر ہوں گے اور ان کے ایک دفعہ ڈسنے سے جہنمی چالیس سال تک اس کے زہر کی جلن محسوس کرتا رہے گا۔[4]

⑮ جہنم کے دروازے پر عذاب دینے والے چار لاکھ فرشتے موجود ہوں گے جن کے چہرے بڑے ہیبت ناک اور سیاہ رنگ ہوں گے، بہت سخت اور بے رحم ہوں گے۔

یہ ہے وہ ہولناک اور المناک عقوبت خانہ آخرت میں جس کا قرآن مجید اور احادیثِ مبارکہ میں بار بار جہنم کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر مسلمان کو اپنے فضل و کرم اور احسانِ عظیم کے ساتھ اس سے محفوظ رکھے۔

جہنم کی آگ:

جہنم میں سب سے بڑا عذاب آگ کا ہوگا جس کے بارے میں رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ دنیا کی آگ سے انہتر [۶۹] درجے زیادہ گرم ہے۔[5]

قرآن مجید میں اس آگ کو کئی نام دیے گئے ہیں، جیسا کہ سورۃ الاعلیٰ (آیت: ۱۲) کہا گیا ہے:

﴿ اَلنَّارَ الْكُبْرٰى ﴾ ''بہت بڑی آگ۔''

---

[1] مسند أبي يعلى (١٣٧٦)

[2] موطأ الإمام مالك (١٨٠٥)

[3] مسند أبي يعلى (١٣٨٤)

[4] السلسلة الصحيحة (٢٩٣٤)

[5] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٤٣)

کہیں پر فرمایا:

﴿ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴾ [الهمزة: ٦] ''اللہ کی آگ خوب بھڑکائی ہوئی۔''

سورۃ اللیل (آیت: ۱۴) میں کہا گیا ہے:

﴿ نَارًا تَلَظّٰى ﴾ ''آگ کی لپیٹ۔''

سورۃ الغاشیہ (آیت: ۴) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ نَارًا حَامِيَةً ﴾ ''بھڑکتی ہوئی آگ۔''

سوچنے والی بات یہ ہے کہ اگر انسان کو محض جلا ڈالنا ہی مطلوب ہوتو اس کے لیے دنیا کی آگ ہی کافی تھی جس میں انسان چند لمحوں کے اندر اندر جل کر ختم ہوجاتا ہے، لیکن جہنم کی آگ تو کافروں اور مشرکوں کو مستقل عذاب دینے کے لیے بھڑکائی گئی ہے، لہٰذا دنیا کی آگ سے کئی درجہ زیادہ گرم ہونے کے باوجود یہ آگ جہنمیوں کا قصہ تمام نہیں کرے گی بلکہ انھیں مسلسل عذاب اور عقاب میں مبتلا رکھے گی۔ سورت مدثر (آیت: ۲۸) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ﴾ ''نہ جان لے گی نہ جان چھوڑے گی۔''

رسولِ اکرم ﷺ کو خواب میں ایک انتہائی بدصورت اور مکروہ شکل کا آدمی دکھایا گیا جو مسلسل آگ جلا رہا تھا اور اس کے گرد دوڑ دوڑ کر اسے بھڑکا رہا تھا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے جناب جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: ''یہ کون ہے؟'' جناب جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: ''اس کا نام مالک ہے اور یہ جہنم کا داروغہ ہے۔''[1]

گویا داروغہ جہنم آج بھی جہنم کی آگ بھڑکا رہا ہے اور قیامت تک مسلسل بھڑکاتا رہے گا۔ جہنمیوں کے جہنم میں چلے جانے کے بعد بھی جہنم کی آگ کو بھڑکانے کا یہ عمل مسلسل جاری رہے گا۔ سورت بنی اسرائیل (آیت: ۹۷) میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٦٤)

﴿ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴾

''جب (اس کی آگ) مٹنے کو ہوگی تو ہم اُن کو (عذاب دینے) کے لیے اور بھڑکا دیں گے۔''

جہنم کی آگ کتنی گرم ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ لگانا تو مشکل ہے، لیکن رسولِ اکرم ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کی روشنی میں کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے ۶۹ درجے زیادہ گرم ہے، سادہ سا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ دنیا کی آگ کا اگر کم از کم درجہ حرارت ۲۰۰۰ ڈگری سنٹی گریڈ شمار کیا جائے تو جہنم کی آگ کا درجہ حرارت ایک لاکھ ۳۸ ہزار ڈگری سنٹی گریڈ ہوگا۔

اس شدید گرم آگ سے جہنمیوں کے لباس بنائے جائیں گے، اسی آگ سے ان کے بستر تیار کیے جائیں گے، اسی آگ سے ان کے لیے چھتریاں اور قناتیں بنائی جائیں گی اور اسی آگ سے ان کے لیے فرش بنائے جائیں گے۔ عذابِ الیم کی ایسی بدترین جگہ پر اس انسان کی زندگی کیسی ہوگی جو اپنی ہتھیلی پر چھوٹا سا آبلہ بھی برداشت کرنے کی سکت نہیں رکھتا؟

انسان کی قوتِ برداشت کا عالم تو یہ ہے کہ جون جولائی کے موسم میں دوپہر بارہ بجے کی گرمی اور لُو برداشت کرنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ کمزور، بیمار اور بوڑھے لوگوں کی اموات تک واقع ہونے لگتی ہیں، حالانکہ ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق دنیا کی یہ شدید گرمی محض جہنم کی ایک سانس [یا بھاپ] کی وجہ سے ہے، جو انسان جہنم کی بھاپ برداشت نہیں کرسکتا وہ جہنم کی آگ کیسے برداشت کرے گا؟

جہنم اور فرشتے:

فرشتوں کے لیے جہنم کا عذاب نہیں۔ پھر بھی وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں۔ سورۃ النحل (آیت: ۴۹، ۵۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴾

''اور آسمان اور زمین میں جتنے جاندار ہیں اور فرشتے، سب اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتے ہیں اور وہ (اس کی عبادت سے) غرور نہیں کرتے۔ وہ (فرشتے) اوپر کی طرف سے اپنے مالک سے ڈرتے ہیں (کیونکہ مالک ان کے اوپر اپنے عرش پر ہے) اور ان کو جو حکم ہوتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔''

اللہ کے ڈر اور خوف سے فرشتے ڈرتے رہتے ہیں، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴾

[الأنبياء: ٢٦۔ ٢٨]

''اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے، وہ پاک ہے (اس کا بیٹا ہے نہ بیٹی بلکہ جن کو یہ لوگ اُس کے بیٹے اور بیٹیاں سمجھتے ہیں وہ) اُس کے عزت والے بندے ہیں۔ اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ ان کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اُس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے، مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اُس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔''

جہنم کے وجود کا ثبوت:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے عَمرو بن مالک کو جہنم میں دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا تھا۔''[1]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے کہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب آدمی فوت ہوتا ہے تو اسے صبح و شام اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے، اگر جنتی ہے تو جنت اور اگر جہنمی ہے تو جہنم۔''[2]

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٠٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٦٦)

جہنم کے دروازے:

تمام جہنمی اپنے گناہوں کے مطابق مخصوص دروازوں سے داخل ہوں گے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴾ [الحجر: ٤٣۔ ٤٤]

''اور اُن سب کے وعدے کی جگہ جہنم ہے۔ اُس کے سات دروازے ہیں، ہر ایک دروازے کے لیے اُن میں جماعتیں تقسیم کر دی گئی ہیں۔''

جہنم کے درجے:

جہنم کے مختلف درجات ہیں، سب سے نچلے درجے میں شدید ترین عذاب ہوگا اور اوپر والے درجے میں سب سے کم تر درجے کا عذاب ہوگا اور منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔[1]

جہنم کا ایک درجہ ''الجحیم'':

جس نے سرکشی اختیار کی، دنیا کی زندگی کو ترجیح دی، اس کا ٹھکانا ''الجحیم'' یعنی بھڑکتی ہوئی آگ کا گڑھا ہوگا۔ سورۃ النازعات (آیت ۳۷ تا ۳۹) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴾

''تو جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔''

جہنم کی ایک وادی ''ویل'' [ہلاکت اور بربادی]:

سورۃ المرسلات (آیت: ۳۰ تا ۳۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ

[1] سورۃ النساء [آیت: ۱۴۵]

﴿يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ﴾

''اس سائے کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں۔ نہ ٹھنڈی چھاؤں اور نہ لپٹ سے بچاؤ۔ اس سے (آگ کی اتنی بڑی بڑی) چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل۔ گویا زرد رنگ کے اونٹ ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔''

جہنمیوں کی کھالیں جب جل جائیں گی تو فوراً انھیں دوسری کھال دی جائے گی، تاکہ عذاب کے تسلسل میں وقفہ نہ آئے۔ چنانچہ سورۃ النساء (آیت: ۵۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾

''جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے کفر کیا، اُن کو ہم عنقریب آگ میں داخل کریں گے، جب اُن کی کھالیں گل (جل) جائیں گی تو ہم اور کھالیں بدل دیں گے، تاکہ (ہمیشہ) عذاب (کا مزہ) چکھتے رہیں، بیشک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

جہنم کا عذاب دیکھ کر تمام انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے صرف اپنے بچاؤ کی درخواست کریں گے۔ کیونکہ جہنم کا عذاب جان کو چمٹ جانے والا ہوگا، جیسا کہ سورۃ الفرقان (آیت: ۶۴، ۶۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا﴾

''اور جو راتوں کو اپنے مالک کے آگے سجدے اور قیام میں رہتے ہیں (شب بیدار تہجد گزار) اور وہ جو دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھنا کہ اُس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے۔''

جہنم کے عذاب کی ہولناکی:

سورۃ الفرقان (آیت:۱۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴾

''جب دوزخ ان کو دور مقام سے دیکھے تو یہ اس کا جوش اور خروش سنیں گے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جہنمی کو جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا تو اس وقت جہنم چیخے گی اور ایک ایسی جھرجھری لے گی کہ تمام اہلِ محشر خوف زدہ ہو جائیں گے۔

حضرت عبید بن عمر فرماتے ہیں کہ جب جہنم غصے سے تھرتھرائے گی، شور و غل، چیخ و پکار اور جوش و خروش شروع کرے گی تو اس وقت تمام مقرب فرشتے اور انبیا علیہم السلام کانپنے لگیں گے، یہاں تک کہ خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور عرض کریں گے: یا اللہ! میں آج تجھ سے صرف اپنی جان کی سلامتی چاہتا ہوں اور کچھ نہیں مانگتا۔ جب کافر جہنم میں ڈالے جائیں گے تو جہنم شدتِ انتقام سے اونچی اونچی خوفناک آوازیں نکالے گی، ایسا معلوم ہوگا کہ غصے کے مارے ابھی پھٹ جائے گی۔ سورت ملک (آیت: ۷، ۸) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ ﴾

''جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اُس (جہنم) کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔ گویا مارے جوش کے پھٹ پڑے گی۔ جب اس میں ان کی کوئی جماعت ڈالی جائے گی تو دوزخ کا داروغہ ان سے پوچھے گا کہ کیا تمھارے پاس کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا تھا؟''

ساری زندگی دنیا کی بڑی بڑی نعمتوں سے مستفید ہونے والا شخص جہنم کی ایک جھلک دیکھتے ہی دنیا کی ساری نعمتوں کو بھول جائے گا۔[1]

جہنم کے عذاب کی شدت:

جہنم کی آگ کا پہلا شعلہ ہی کافر کے جسم کا سارا گوشت پوست ہڈیوں سے الگ کر دے گا۔ سورت مومنون (آیت: ۱۰۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴾

''آگ ان کے مونہوں کو جھلس دے گی اور وہ اس میں تیوری چڑھائے ہوں گے۔''

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں جو چیزیں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے اور جو کچھ سنتا ہوں، تم نہیں سنتے۔ اگر تم جان لو تو ہنسنا چھوڑ دو گے، لوگ بیویوں سے ملنے کی خواہش ترک کر دیں، شہر کی آرام دہ زندگی چھوڑ کر جنگلوں میں جا بسیں اور ہر وقت آگ سے اللہ کی پناہ طلب کرتے رہیں۔''[2]

متکبر لوگوں کا انجام:

حضرت عَمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے روز تکبر کرنے والوں کو چیونٹیوں کی مانند انسانوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا، ان پر ہر طرف سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی، جہنم میں وہ ایک جبل (پہاڑ) کی طرف ہانکے جائیں جس کا نام ''بولس'' ہوگا، آگ ان کو گھیر لے گی اور انھیں جہنمیوں کے جسموں سے رسنے والا [پیپ اور خون وغیرہ] پینے کو دیا جائے گا۔''[3]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٨٠٧)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤١٩٠)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٢٥)

جہنمیوں کا پسینہ:

دنیا میں نشہ آور مشروبات پینے والوں کو اللہ تعالیٰ اہلِ جہنم کے جسم سے نکلنے والا غلیظ، بدبودار اور زہریلا پسینہ پلائیں گے۔[1]

جہنمیوں کو سکون بخش اور پینے کے قابل کوئی مشروب نہیں دیا جائے گا۔ جہنم میں ایک قطرہ میٹھے پانی کا اور خوش ذائقہ کھانے کا ایک لقمہ تک حرام ہوگا۔ سورت نبا (آیت: ۲۴، ۲۵) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ۝٢٤ إِلَّا حَمِيمًا وَّغَسَّاقًا ﴾

''وہاں نہ ٹھنڈک کا مزا چکھیں گے نہ (کچھ) پینا (نصیب ہوگا)۔ مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔''

چہروں کو آگ پر تپانے کا عذاب:

جہنمیوں کے چہرے جہنم میں آگ پر الٹ پلٹ کر کے بھونے جائیں گے، جیسا کہ سورت احزاب (آیت: ٦٦) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ﴾

''جس دن ان کے منہ آگ میں الٹائے جائیں گے، کہیں گے کہ اے کاش! ہم اللہ کی فرمانبرداری کرتے اور رسول کا حکم مانتے۔''

کافر لوگ اپنے نرم و نازک اور خوبصورت چہرے آگ سے بچانے کی کوشش کریں گے، مگر بچا نہیں سکیں گے۔ [الأنبياء: ٩٣] اور بعض مجرموں کو زہریلی گرم ہوا کے تھپیڑوں اور کالے دھوئیں کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ [الواقعة: ٤٠۔ ٤١]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٠٠٢)

جہنم میں ذلت اور رسوائی کا عذاب:

جہنمی جہنم میں گدھے کی طرح اونچی نیچی آوازیں نکالیں گے۔ سورت انبیاء (آیت: ۱۰۰) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّهُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴾

''وہاں ان کو چِلّانا ہوگا اور اس میں (کچھ) نہ سن سکیں گے۔''

قرآن وحدیث کا علم چھپانے والوں کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔[1]

مسلمانوں کے حوالے سے یہ بات واضح رہے کہ کسی بھی بڑے سے بڑے گنہگار مسلمان پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ جن معاصی پر لعنت کا لفظ آیا ہے، ان کے مرتکبین کی بابت کہا جاسکتا کہ یہ کام کرنے والوں پر کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ (آیت: ۱۵۹) میں ان کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَٰتِ وَالْهُدَىٰ مِنۢ بَعْدِ مَا بَيَّنَّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتَٰبِ أُولَٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّٰعِنُونَ ﴾

''جو ہم نے اپنی قدرت کی کھلی نشانیاں اور ہدایت کی باتیں اتاریں اب اس کے بعد جو کوئی ان کو چھپاتے ہیں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور سب لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے جو بات اپنی کتابِ مبین میں نازل فرمائی ہے، انھیں چھپانا اتنا بڑا جرم ہے کہ اللہ کے علاوہ دیگر لعنت کرنے والے بھی اس پر لعنت کرتے ہیں۔ حدیث میں ہے:

''جس سے کوئی ایسی بات پوچھی گئی (جس کا اس کو علم تھا) اور اس نے اسے چھپایا تو قیامت والے دن آگ کی لگام اس کے منہ میں دی جائے گی۔''

بعض مجرموں کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر جہنم میں اور بعض کو پاؤں سے پکڑ کر

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٦٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٦٤٩)

گھسیٹا جائے گا۔ سورت رحمٰن (آیت: ۴۱،۴۲) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ﴾

''گنہگار صرف اپنے چہرے ہی سے پہچان لیے جائیں گے اور ان کی پیشانی کے بال اور قدم پکڑ لیے جائیں گے۔ پس تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟''

جس طرح اہلِ ایمان کی علامت ہوگی کہ ان کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے، اسی طرح گناہگاروں کے چہرے سیاہ، آنکھیں نیلگوں اور وہ دہشت زدہ ہوں گے اور فرشتے ان کو جہنم میں ڈال دیں گے، کبھی پیشانیوں سے اور کبھی قدموں سے انھیں پکڑیں گے۔ ابوجہل کو فرشتے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر جہنم میں گھسیٹیں گے، جیسا کہ سورۃ العلق (آیت: ۱۵، ۱۶) میں ارشادِ الٰہی سے پتا چلتا ہے:

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًاۢ بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾

''دیکھو! اگر وہ باز نہ آئے گا تو ہم (اس کی) پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ یعنی اس جھوٹے خطا کار کی پیشانی کے بال۔''

زکات نہ ادا کرنے کی سزا:

جہنم میں انتہائی زہریلے گنجے سانپ ہوں گے جو زکات ادا نہ کرنے والوں کے گلے میں طوق بنا کر ڈالے جائیں گے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس سے زکات ادا نہ کی تو قیامت کے دن اس کا مال گنجے سانپ کی شکل بن کر جس کی آنکھوں پر دو نقطے ہوں گے، اس کے گلے کا طوق ہو جائے گا۔ پھر اس کی دونوں باچھیں پکڑ کر کہے گا: میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے قرآنِ کریم سورت توبہ (آیت: ۳۴، ۳۵) کی تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے:

''اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔ جس دن اسے جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر اس کے ساتھ ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے جو تم نے اپنے لیے خزانہ بنایا تھا، سو چکھو جو تم خزانہ بنایا کرتے تھے۔''

روزہ ترک کرنے والے کی سزا:

سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسولِ اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

''میں سویا ہوا تھا اور میرے پاس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے بازوؤں سے پکڑا اور مجھے ایک مشکل چڑھائی والے پہاڑ پر لائے اور کہا: اس پہاڑ پر چڑھیں۔ میں نے کہا: میں نہیں چڑھ سکتا۔ انھوں نے کہا: ہم آپ کے لیے سہولت پیدا کریں گے۔ بس میں چڑھ گیا حتیٰ کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا، جہاں میں نے شدید چیخ پکار کی آوازیں سنیں، میں نے پوچھا: یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انھوں نے بتایا: یہ جہنمیوں کی چیخ پکار ہے، پھر وہ میرے ساتھ آگے بڑھے، جہاں میں نے کچھ لوگ الٹے لٹکے ہوئے دیکھے جن کے منہ چیرے ہوئے ہیں اور ان سے خون بہہ رہا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ وقت سے پہلے افطار کرلیا کرتے تھے۔''[1]

دوغلے پن کی سزا:

دوغلہ پن اختیار کرنے والے کے منہ میں قیامت کے روز آگ کی دو زبانیں ڈالی جائیں گی۔[2]

[1] صحیح ابن خزیمة، صحیح ابن حبان، صحیح الترغیب و الترھیب، رقم الحدیث (۹۹۵)

[2] صحیح الترغیب والترھیب (۲۹۵۰)

افواہیں پھیلانے اور نمازِ عشا ترک کرنے کی سزا:

جھوٹی افواہیں پھیلانے والے اور عشا کی نماز پڑھے بغیر سونے والے شخص کو جہنم میں مسلسل پتھروں سے سر کچلنے کی سزا دی جائے گی۔ [1]

غیبت کرنے والے کی سزا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''معراج کے دوران میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن سرخ تانبے کے تھے جن سے وہ اپنے چہروں اور اپنے سینوں کو نوچ نوچ کر زخمی کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا: یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کا گوشت کھاتے ہیں [یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں]۔'' [2]

مراجعِ درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. جہنم کا بیان۔ تالیف: مولانا محمد اقبال کیلانی
4. مناظرِ قیامت۔ تالیف: مولانا محمد خورشید سلفی

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٦٤٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٨٧٨)

جہنم کے عذاب

حمد وثنا اور خطبہ مسنونہ کے بعد:

سورت معارج (آیت: ۱۱ تا ۱۶) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ يُّبَصَّرُوۡنَهُمۡ‌ ؕ يَوَدُّ الۡمُجۡرِمُ لَوۡ يَفۡتَدِىۡ مِنۡ عَذَابِ يَوۡمِئِذٍۢ بِبَنِيۡهِۙ ﴿۱۱﴾
وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيۡهِۙ ﴿۱۲﴾ وَفَصِيۡلَتِهِ الَّتِىۡ تُـْٔوِيۡهِۙ ﴿۱۳﴾ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۙ
ثُمَّ يُنۡجِيۡهِۙ ﴿۱۴﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهَا لَظٰىۙ ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰىۚ ﴾

''(حالانکہ) ایک دوسرے کو سامنے دیکھ رہے ہوں گے (اس روز) گنہگار خواہش کرے گا کہ کسی طرح اِس دن کے عذاب کے بدلے میں (سب کچھ) دیدے یعنی اپنے بیٹے اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی اور اپنا خاندان جس میں وہ رہتا تھا اور جتنے آدمی زمین میں ہیں (غرض) سب (کچھ دیدے) اور اپنے آپ کو عذاب سے چھڑا لے۔ (لیکن) ایسا ہرگز نہ ہوگا وہ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ کھال ادھیڑ ڈالنے والی۔''

گناہگار اپنی اولاد، بیوی، بھائی، خاندان حتیٰ کہ روے زمین کی ساری مخلوق کو جہنم میں ڈالنے کے عوض جہنم سے بچنا چاہے گا، لیکن اس یہ حسرت پوری نہ ہوسکے گی جیسا کہ مذکورہ آیت سے معلوم ہو رہا ہے۔

سورت آل عمران (آیت: ۹۱) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ‌ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ﴾

''جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ اگر (نجات حاصل کرنا چاہیں اور) بدلے میں زمین بھر سونا دیں تو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، ان لوگوں کو دردناک عذاب ہوگا اور ان کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔''

انجام نظر آ جانے کے بعد کافر کی یہ حسرت ہوگی ہائے افسوس میرا نامہ اعمال مجھے نہ دیا جائے، ہائے افسوس دنیا کی موت ہی میرے لیے فیصلہ کن ہوتی۔'' چنانچہ سورۃ الحاقہ (آیت: ۲۵ تا ۲۷) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ۬ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝۲۵ وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝۲۶ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴾

''اور جس کا نامہ اعمال اس کے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ (افسوس سے) کہے گا: کاش! میرا نامہ اعمال مجھے نہ ملتا اور مجھ کو اپنے حساب کی خبر نہ ہوتی۔ کاش! اگلی موت میرا کام تمام کر دیتی۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر جہنم کو دیکھ کر کہے گا: ''اے ابراہیم! آج میں تیری فرمانبرداری کرتا ہوں۔'' لیکن اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو بھی دوسرا موقع نہیں دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اس کے منہ پر سیاہی اور گرد و غبار جما ہوا ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں گے: میں نے دنیا میں تمھیں کہا نہیں تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ آزر کہے گا: اچھا آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا۔

''ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے درخواست کریں گے: اے میرے رب! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے قیامت کے روز رسوا نہیں کرے گا لیکن اس سے زیادہ رسوائی اور کیا

ہوگی کہ میرا باپ تیری رحمت سے محروم ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: میں نے جنت کافروں پر حرام کردی ہے۔‘‘[1]

پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ’’اے ابراہیم! تمھارے دونوں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟‘‘ حضرت ابراہیم علیہ السلام دیکھیں گے کہ غلاظت میں لت پت ایک بجو (کی شکل میں آزر) ہے جسے (فرشتے) پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔‘‘

افسوس کہ اس دن ظالم مشرکوں کا کوئی مدد گار نہیں ہوگا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورت بنی اسرائیل (آیت: ۹۷) میں اعلان فرمادیا ہے اور سب سے آخر میں جہنم میں داخل ہونے کے بعد ابلیس کا اپنے پیروکاروں سے خطاب یوں ہے:

’’جب فیصلہ کردیا جائے گا تو شیطان کہے گا: حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو تم سے وعدے کیے تھے وہ سب سچے تھے اور میں نے تم سے جتنے بھی وعدے کیے ان کی خلاف ورزی کی اور (ہاں!) میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا ہاں میں نے تمھیں (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہا مان لیا تو (آج) مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرو، میں تمھاری فریاد رسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو، میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم مجھے شریک بناتے تھے۔ بیشک جو ظالم ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔‘‘

ابلیس کا عبرت ناک انجام:

قیامت کے روز سب سے پہلے ابلیس کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’[قیامت کے روز] سب سے پہلے ابلیس کو آگ کا لباس پہنایا جائے گا،

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۳۱۷۲)

وہ اسے اپنی پیشانی پر رکھ کر پیچھے سے گھسیٹتا پھرے گا، اس کی اولاد [اس کے پیروکار] اس کے پیچھے پیچھے ہوں گے، ابلیس اپنی موت اور ہلاکت کو پکارتا پھر رہا ہوگا، اس کے پیروکار بھی موت اور ہلاکت کو پکاریں گے، حتیٰ کہ جب وہ آگ کے اوپر آ کھڑے ہوں گے تو ابلیس کہے گا: ہائے موت! اس کے ساتھ اس کے پیروکار بھی کہیں گے: ہائے موت! اس وقت اس سے کہا جائے گا: آج ایک موت کو نہیں، بہت سی موتوں کو پکارو۔"[1]

جیسا کہ سورۃ الفرقان (آیت: ۱۴) میں ارشادِ الٰہی ہے:

﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوا ثُبُورًا كَثِيرًا﴾

"آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔"

جہنم کے بعض دوسرے عذاب:

جس طرح جیل کی اصل شناخت تو قید و بند ہی ہوتی ہے لیکن مجرموں کے جرائم کے مطابق جیل میں انھیں بعض دوسری سزائیں بھی دی جاتی ہیں، اسی طرح جہنم کی اصل شناخت تو آگ ہی ہے، لیکن کافروں اور مشرکوں کے گناہوں کے مطابق انھیں بہت سے دوسرے عذاب بھی دیے جائیں گے مثلاً:

① زہریلے بدبودار ماکولات اور کھولتے گرم مشروبات کا عذاب:

دنیا میں اس قدر لذتِ دہن سے شادکام ہونے والا انسان جب اگلی دنیا میں اپنے اعمال کا امتحان دینے کے لیے اٹھے گا تو سب سے پہلے اسے جس چیز سے واسطہ پڑے گا وہ پیاس کی شدت ہوگی۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اپنے حوضِ مبارک پر [جنت میں داخل ہونے سے پہلے میدانِ حشر میں] جلوہ فرما ہوں گے، جہاں اپنے دستِ مبارک سے اہل ایمان کی پیاس بجھائیں گے، کافر اور مشرک بھی اپنی پیاس

[1] مسند أحمد (۳/ ۱۵۲) اس کی سند میں "علی بن زید بن جدعان" ضعیف ہے۔

بجھانے کے لیے حوض کی طرف آئیں گے، لیکن اللہ کے رسول ﷺ انھیں دور ہٹادیں گے۔ اہل بدعت بھی پانی پینے کے لیے حوض کی طرف آنے کی کوشش کریں گے لیکن انھیں بھی دور کردیا جائے گا۔[1] کافر، مشرک اور بدعتی لوگ حشر کا طویل عرصہ پیاس کی شدت میں ہی گزاریں گے اور پھر اسی حالت میں جہنم میں داخل کردیے جائیں گے۔[مریم: ٨٦]

جہنم میں جانے کے بعد جب یہ لوگ کھانا طلب کریں گے تو انھیں کانٹے دار گھاس اورتھوہر کا درخت دیا جائے گا۔ جہنمی بادلِ نخواستہ ایک ایک لقمہ کر کے حلق میں اتاریں گے جس سے ان کی بھوک تو نہ مٹے گی، البتہ ان کے عذاب میں مزید اضافہ ہوجائے گا۔ یاد رہے تھوہر کا درخت اور کانٹے دار گھاس جہنم ہی میں پیدا ہوں گے جس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کھانے کم از کم اتنے گرم تو ضرور ہوں گے جتنی گرم جہنم کی آگ ہوگی۔ دوسرے الفاظ میں یہ کھانے آگ کے انگارے ہوں گے جنھیں جہنمی اپنی بھوک مٹانے کے لیے نگلے گا۔ جہنم کا کھانا دراصل جہنم کے عذابِ الیم ہی کی ایک بدترین شکل ہوگی۔ اللہ کی پناہ!

کھانے کے بعد جہنمی پانی طلب کریں گے تو داروغے انھیں جہنم کے عقوبت خانے سے نکال کر جہنم کے چشموں پر لے آئیں گے، جہاں کھولتے ہوئے شدید گرم پانی سے ان کی ''تواضع'' کی جائے گی۔ وہ پانی کیسا ہوگا جو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں بھی بھاپ بننے کے بجائے مائع حالت میں برقرار رہے گا؟

جہنمی اسے پینے کی کوشش کرے گا تو پہلے گھونٹ کے ساتھ ہی اس کے منہ کا سارا گوشت پوست گل سڑ کر نیچے گر پڑے گا۔[2] جو حصہ پیٹ میں جائے گا اس سے اس کی ساری آنتیں وغیرہ کٹ جائیں گی۔[3]

جہنم کے ماکولات ومشروبات سے تنگ آ کر اہلِ جہنم، اہلِ جنت سے درخواست

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٣٤٩)

[2] مستدرك الحاكم (٤/ ٦٤٦)

[3] سورة محمد [آیت: ١٥]

کریں گے کہ کچھ پانی یا کوئی دوسری چیز ہمیں بھی کھانے کے لیے دے دو، اہلِ جنت جواب دیں گے: جنت کے کھانے اور پینے اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے حرام کردیے ہیں۔ [اعراف: ۵۰]

جہنم کی دہکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ کے شدید عذاب کے ساتھ زہریلے بدبودار اور کانٹے دار کھانوں نیز کھولتے پانی، گندے خون اور پیپ کے مشروبات کی شکل میں بدترین عذاب کن بدبخت لوگوں کو دیا جائے گا؟

بعض مسلمانوں کو جہنم کا عذاب:

یاد رہے کہ کافروں کے لیے تو ابدی جہنم اور اس کے دوسرے عذاب ہیں ہی، حلال وحرام میں امتیاز نہ کرنے والے مسلمانوں کے لیے بھی جہنم اور اس کے ماکولات ومشروبات کا عذاب کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ یتیم کا مال کھانے والے کے لیے تو واضح طور پر قرآن مجید کی یہ آیت موجود ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴾ [النساء: ١٠]

”بے شک جو لوگ ظلم کے ساتھ یتیموں کے مال کھاتے ہیں، بے شک وہ اپنے پیٹ میں آگ نگلتے ہیں اور وہ ضرور جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے۔“

شراب پینے والوں کے بارے میں ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

”انھیں جہنم میں جہنمیوں کا پسینہ پلایا جائے گا۔“[1]

مسند احمد کی ایک روایت کے مطابق زانی مردوں اور زانی عورتوں کی شرمگاہوں سے بہنے والا غلیظ بدبودار مادہ بھی شرابیوں کو پلایا جائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب

پس اے یتیموں اور بیواؤں کے مال غصب کرنے والو! دوسروں کی جائدادوں پر ناجائز قبضہ کرنے والو! قومی خزانے کی دولت لوٹنے والو! جوے، سود اور رشوت کی کمائی پر

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٠٠٢)

عیش وعشرت کے محل تعمیر کرنے والو! شراب وشباب سے رنگ رلیاں منانے والو! ایک بار نہیں ہزار بار سوچ کر فیصلہ کرو کہ کیا جہنم میں پیدا ہونے والا تھوہر کا درخت اور کانٹے دار گھاس کھالوگے؟ آگ میں جلے ہوئے انسانی گوشت سے بہنے والے خون اور پیپ کے کھانے تناول کرلوگے؟ بدبودار، غلیظ اور سیاہ پانی کے کھولتے ہوئے جام نوشِ جاں کرلوگے؟

﴿ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ ''پھر ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟''

② سر میں کھولتا پانی انڈیلنے کا عذاب:

کافروں کے لیے یہ ایک اور المناک عذاب ہوگا۔ فرشتوں کو حکم دیا جائے گا:

﴿ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ﴾ [الدخان: ٤٧۔ ٤٨]

''اس کو پکڑلو اور رگیدتے ہوئے جہنم کے وسط میں لے جاؤ اور اس کے سر پر کھولتے پانی کا عذاب انڈیل دو۔''

اس آیت کی وضاحت میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کھولتا پانی کافر کے سر پر ڈالا جائے گا تو یہ اس کے سر میں چھید کرنے کے بعد سب سے پہلے کھولتا پانی کافر کے سر کو جلائے گا جو اس کی مکروہ خواہشات، باطل نظریات اور مشرکانہ عقائد کا مرکز تھا جس دماغ سے وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف مکر وفریب کی چالیں چلتا رہا۔ جس دماغ سے وہ مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑنے کے لیے عیاریاں کرتا رہا۔ جس دماغ سے وہ اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے لیے نت نئے دلائل گھڑتا رہا، جس دماغ سے وہ اسلام کی راہ روکنے کے لیے بڑے بڑے منصوبے اور سازشیں تیار کرتا رہا اسی دماغ سے اس المناک عذاب کا آغاز کیا جائے گا۔

چنانچہ اسلام کے خلاف مکر وفریب کے جال پھیلانے والے، دینِ اسلام کو مغلوب کرنے کے منصوبے بنانے والے اور مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنے کی تدبیریں کرنے والے

قیامت کے روز جب حساب کتاب کے لیے اٹھیں گے تو ان کی تواضع اسی المناک عذاب سے کی جائے گی۔ بلاشبہہ یہ المناک عذاب ہے تو کافروں کے لیے لیکن ایمان لانے کے بعد اسلامی ممالک میں اسلامی نظام کے نفاذ کو روکنے کی سازشیں کرنے والے، اسلامی تعزیرات کا مذاق اڑانے والے، اسلامی شعائر کی توہین اور تحقیر کرنے والے، سودی نظام جاری رکھنے کی چالیں چلنے والے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دھوکا اور فریب دینے والے ''ہزایکسی لینسیز'' کیا اس عذابِ الیم سے بچ جائیں گے؟

اللہ کے عذاب سے ڈر جاؤ، اسلام کے خلاف سازشیں کرنے سے باز آجاؤ، اسلامی تعزیرات اور اسلامی شعائر کا مذاق مت اڑاؤ، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو دھوکا اور فریب دینا چھوڑ دو، ورنہ اس کے عذاب سے بچ نہ سکو گے۔

﴿ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴾ [آل عمران: ١٣٠]

''اور (دوزخ کی) آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

③ آگ کی تنگ اور تاریک کوٹھڑیوں میں ٹھونسنے کا عذاب:

جہنم کے شدید عذاب کا اندازہ لگانے کے لیے پریشر ککر کا تصور کیجیے۔ بہت بڑا پریشر ککر جس میں ایک ہزار آدمیوں کی گنجایش ہو، لیکن اس میں دو ہزار آدمیوں کو اس طرح ٹھونس دیا جائے کہ سانس لینا بھی دشوار ہو، ہاتھ اور پاؤں زنجیروں سے بندھے ہوں کہ حرکت تک نہ کر سکیں اور اوپر سے ڈھکنا مضبوطی سے بند کر دیا جائے اور جہنم کی آگ میں پکنے کے لیے رکھ دیا جائے۔ ان حالات میں کافر موت کو پکاریں گے لیکن انھیں موت نہیں آئے گی۔ [الفرقان: ١٣۔١٤]

موت کا دور دور تک کوئی نشان نہیں ہوگا، موت ذبح کی جا چکی ہوگی اور کافر لوگ اسی عذابِ الیم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مبتلا رہیں گے۔

④ شدید سردی کا عذاب:

جس طرح آگ انسانی جسم کو جلا دیتی ہے اسی طرح شدید سردی بھی انسانی جلد کو جلا دیتی ہے اسی لیے جہنم میں شدید سردی کا عذاب بھی ہوگا، جہنم کے اس طبقے کا نام ''زمہریر'' ہے۔ زمہریر میں کس قدر شدید سردی ہوگی، اس سردی سے تو بہر حال کہیں زیادہ ہوگی جو اس دنیا کے کسی بھی سرد سے سرد خطے میں دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں ہوسکتی ہے، جس کا مقابلہ کرنے کے لیے گرم لباس، کمبل، لحاف، ہیٹر، آگ کی انگیٹھیاں، گرم سے گرم کھانے پینے کی اشیا اور نہ جانے کس کس چیز کا اہتمام کیا جاتا ہے، تب بھی ذرا سی بے احتیاطی انسان کو فوراً کسی نہ کسی عارضے میں مبتلا کر دیتی ہے۔ احتیاطی تدابیر کے بغیر ننگے بدن انسان کو دنیا کی سردی برداشت کرنی پڑے تو وہ بھی عذاب سے کم نہیں حالانکہ ارشادِ نبوی ﷺ کے مطابق دنیا کی سردی محض جہنم کے اندرونی سانس سے پیدا ہوتی ہے۔[1]

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ محض جہنم کے اندرونی سانس سے پیدا ہونے والی سردی اگر انسان کے لیے اس قدر ناقابل برداشت ہے تو پھر جہنم کے اندر سردی کے طبقہ ''زمہریر'' میں انسان کی کیا کیفیت ہوگی؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بڑا ہی نرم و نازک اور حساس جسم عطا فرمایا ہے، اس قدر نرم و نازک کہ صرف ۳۵ اور ۳۷ ڈگری سنٹری گریڈ کے درمیان وہ صحت مند رہتا ہے، اس درجہ حرارت سے کم یا زیادہ دونوں بیماری کی علامتیں ہیں۔ اگر جسم کا درجہ حرارت ۳۵ سے کم ہوکر ۲۶ ڈگری سنٹری گریڈ تک پہنچ جائے تو اس کی موت واقع ہوجاتی ہے۔ لیکن اس بات میں کسی شک کی گنجایش ہی نہیں کہ جہنم کی آگ ہو یا زمہریر کی سردی، کافر زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے اور بار بار موت مانگیں گے:

﴿ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ﴾ [الزخرف: ۷۷]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥١٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦١٥)

''اور پکاریں گے کہ اے مالک! تمھارا پروردگار ہمیں موت دے دے۔''

﴿ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴾ [الزخرف: ۷۷]

''وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔''

بعض نامعلوم عذاب:

قرآن وحدیث میں آگ کے علاوہ جہنم میں دیے جانے والے عذابوں کی بہت سی قسموں کا جہاں عمومی تذکرہ فرمایا گیا ہے، وہاں بعض گناہوں کے خاص خاص عذابوں کا ذکر بھی فرمایا گیا ہے۔ جن سے خبردار کرنے کے لیے اللہ کے رسول نذیر بنا کر بھیجے گئے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو آگ سے ڈرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ لوگوں کو بار بار خبردار کیا:

«اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْبِشِقِّ تَمْرَةٍ»[1]

''آگ سے بچو خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی صدقہ کر کے بچو۔''

جہنم دلفریب اور دلکش اعمال سے ڈھانپی گئی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم پیدا فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو جنت کی طرف بھیجا اور فرمایا (جاؤ اور) جنت کا نظارہ کرو اور جو نعمتیں میں نے جنتیوں کے لیے پیدا کی ہیں، انھیں دیکھو۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور جنت اور جنتیوں کے لیے پیدا کی گئی نعمتیں دیکھیں اور پھر اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ ضرور اس میں داخل ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے (فرشتوں کو) حکم دیا کہ جنت کو مشکلات اور مصائب سے ڈھانپ دیا جائے، تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو (دوبارہ) حکم دیا کہ پھر جاؤ اور جنت اور جنتیوں کے لیے میں نے جو نعمتیں تیار کی ہیں، انھیں دیکھو، حضرت جبرائیل علیہ السلام گئے تو جنت مشکلات اور مصائب سے ڈھانپی

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۰۱۶)

ہوئی تھی، چنانچہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: اب جہنم کی طرف جاؤ اور اسے دیکھو اور جو عذاب میں نے جہنمیوں کے لیے تیار کیے ہیں، انھیں دیکھو کہ (کس طرح) اس کا ایک حصہ دوسرے پر سوار ہے۔

''حضرت جبریل علیہ السلام (سب کچھ دیکھ کر) واپس لوٹے تو عرض کی: تیری عزت کی قسم! کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو اس کے بارے میں سنے اور پھر اس میں داخل ہو۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جہنم کو شہوات اور لذات سے ڈھانپ دیا گیا، تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو فرمایا: دوبارہ جاؤ، حضرت جبریل علیہ السلام دوبارہ گئے (سب کچھ دیکھا) تو عرض کی: تیری عزت کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ اب تو اس سے کوئی بھی بچ نہیں پائے گا، ہر کوئی اس میں داخل ہوگا۔''[1]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت ناگوار چیزوں سے گھیری گئی ہے اور جہنم خوشگوار چیزوں سے گھیری گئی ہے۔''[2]

اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴾ [التحريم: ٦]

[1] مشكاة المصابيح للألباني، أبواب صفة جهنم، باب ما جاء في أن الجنة حفت بالمكاره (٢/ ٢٠٧٥)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٢٨)

''مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتشِ (جہنم) سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تندخو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں جو ارشاد اللہ ان کو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ان کو ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔''

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے دو باتوں کا واضح الفاظ میں حکم دیا ہے:

1. اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔
2. اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

ہر مسلمان مرد، عورت کو آگ سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے امیر، غریب، مرد، عورت، عالم، جاہل، عابد، زاہد ہر مسلمان کو ہر قیمت پر جہنم کی آگ سے بچنے کی فکر کرنی چاہیے۔

جہنم اور انبیائے کرام علیہم السلام و صالحین عظام:

سید الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے عذاب سے بہت زیادہ ڈرتے تھے۔ [الانعام: ۱۵۔۱۶]

جہنم کے اوپر سے گزرتے ہوئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ سے ((رَبِّ سَلِّمْ)) ''اے میرے رب مجھے بچالے۔'' کی درخواست کریں گے۔[1]

جہنم کی خوفناک آوازیں سن کر تمام مقرب فرشتے اور انبیائے کرام علیہم السلام حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ سے اپنی سلامتی کی درخواست کریں گے۔

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: سورت فرقان (آیت: ۱۲) کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جب جہنم غصے سے جھرجھری لے گی تو تمام مقرب فرشتے اور ذی مرتبہ انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام گھٹنوں کے بل گر پڑیں گے اور درخواست کریں گے:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۹۵)

''اے میرے اللہ! آج میں تجھ سے اپنی ذات کی سلامتی کے علاوہ کچھ نہیں مانگتا۔''[1]

﴿ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا ﴾

''جس وقت وہ ان کو دُور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہوگی اور یہ) اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔''

یعنی جہنم ان کافروں کو دور سے میدانِ محشر میں دیکھ کر ہی غصے سے کھول اٹھے گی اور ان کو اپنے دامن میں لینے کے لیے غضب سے چلائے گی۔ (جوش و غضب سے) ایسے لگے گا کہ وہ پھٹ پڑے گی۔ جہنم کا دیکھنا اور چلانا ایک حقیقت ہے، کیونکہ اللہ کے لیے اس کے اندر احساس و ادراک پیدا کر دینا مشکل نہیں ہے، وہ جو چاہے کرسکتا ہے۔ قیام اللیل میں رسولِ اکرم ﷺ نے عذاب کی ایک ہی آیت بار بار پڑھ کر ساری رات گزار دی۔[2]

جہنم کی اسی آگ کو دیکھ کر قیامت کے روز تمام انبیائے کرام علیہم السلام اس قدر خوف زدہ ہوں گے کہ ''رَبِّ سَلِّمْ، رَبِّ سَلِّمْ'' ''اے میرے رب! مجھے بچالے۔ اے میرے رب! مجھے بچالے۔'' کہہ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی جان کی امان طلب کریں گے۔

جہنم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی آگ کو یاد کر کے دنیا میں روتی رہیں۔ عشرہ مبشرین بالجنہ میں سے ایک یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآنِ مجید کی تلاوت کے دوران میں آگ کے عذاب کی آیت پر پہنچے تو بے ہوش ہوگئے۔ حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبد اللہ بن رواحہ اور حضرت عبادہ بن صامت جیسے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہنم کی آگ کو یاد کر کے اس قدر روتے کہ ہچکی بندھ جاتی۔

[1] تفسير ابن كثير (٣ / ٤١٥)

[2] سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلاة، باب ما جاء في القراءة في صلاة الليل (١/ ١١١٠)

حضرت ربیع رحمہ اللہ ساری ساری رات بستر پر پہلو بدلتے رہتے، بیٹی نے پوچھا:
ابا جان! ساری دنیا آرام سے سوتی ہے، آپ کیوں جاگتے رہتے ہیں؟
فرمانے لگے: (بیٹا! جہنم کی آگ تیرے باپ کو سونے نہیں دیتی۔
سچ فرمایا اللہ پاک نے سورت بنی اسرائیل (آیت: ۵۷) میں:
﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴾

''بیشک تمھارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔''

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے فضل و کرم سے جہنم کی آگ سے پناہ دے۔ آمین

جہنم کی آگ اور اس میں مختلف قسم کے عذابوں کا مطالعہ کرتے وقت آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں بے اختیار آدمی جہنم سے پناہ مانگنے لگتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھیں [جہنم کی] آگ یاد آئی تو رونے لگیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: ''عائشہ! کیوں رو رہی ہو؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جہنم کی آگ یاد آنے پر روئی ہوں، کیا قیامت کے روز آپ اپنے اہل و عیال کو بھی یاد رکھیں گے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''تین جگہوں پر کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو یاد نہیں کرے گا:

1. میزان کے پاس یہاں تک کہ پتا چل جائے کہ کس کے اعمال کا وزن ہلکا رہا ہے، اور کس کا بوجھل۔
2. نامہ اعمال ملنے کے وقت جب پکارا جائے گا کہ آؤ اپنا اپنا نامہ اعمال پڑھو، حتیٰ کہ پتا چل جائے کہ کس کا نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جاتا ہے اور کس کا بائیں ہاتھ میں پشت کے پیچھے سے۔
3. پل صراط سے گزرتے وقت جب وہ جہنم کے اوپر رکھا جائے گا۔''[1]

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٥٤٧) اس کی سند میں انقطاع ہے۔

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کی گود میں سر رکھے ہوئے تھے کہ [اچانک] رونے لگے، ان کے ساتھ ان کی بیوی بھی رونے لگیں، حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: (تم کیوں رو رہی ہو؟) بیوی نے عرض کی: آپ کو روتے دیکھا تو میں بھی رونے لگی۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان یاد آ گیا: ''تم میں سے ایسا کوئی نہیں جس کا جہنم سے گزر نہ ہو'' [سورہ مریم، آیت: ۷۱] اور مجھے معلوم نہیں کہ جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزرتے ہوئے ہم بچیں گے یا نہیں۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور اللہ کے عذاب سے خوف:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

''اگر آسمان سے کوئی پکارنے والا پکارے: اے لوگو! تم سب جنت میں داخل ہوگے سوائے ایک آدمی کے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ آدمی میں نہ ہوں اور اگر آسمان سے کوئی پکارنے والا پکارے: اے لوگو! تم سب جہنم میں جانے والے ہو سوائے ایک آدمی کے تو میں امید رکھتا ہوں وہ [اللہ کے فضل و کرم سے] میں ہوں گا۔''[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ عذاب کی آیت پڑھ کر اس قدر روئے کہ بیمار پڑ گئے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سورت طور (آیت: ۷) کی تلاوت فرما رہے تھے جب وہ اس آیت پر پہنچے ''بے شک تیرے رب کا عذاب واقع ہونے والا ہے۔'' تو رونے لگے، بہت روئے حتیٰ کہ بیمار پڑ گئے اور لوگ آپ کی عیادت کے لیے آنے لگے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے چہرے پر رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں پڑ گئی تھیں۔[3]

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ جہنم کے تصور سے کبھی ہنستے نہیں تھے۔ حجاج بن یوسف

---

[1] مستدرك الحاكم، كتاب الأهوال، رقم الحديث (٧٣)

[2] حلية الأولياء(١/ ٥٣)

[3] الزهد للبيهقي (ص: ٦٧٨)

نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے حیران ہو کر پوچھا: مجھے پتا چلا ہے کہ تم ہنستے نہیں ہو؟ حضرت جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں کیسے ہنس سکتا ہوں جبکہ جہنم بھڑکا دی گئی ہے، طوق گاڑ دیے گئے ہیں اور اللہ کی فوج [جہنم کے فرشتے] تیار کھڑی ہے۔''[1]

کوئی مومن پل صراط عبور کرنے سے پہلے بے خوف نہیں رہ سکتا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن آدمی پل صراط عبور کرنے سے پہلے پہلے گھبراہٹ سے امن نہیں پا سکتا۔[2]

جہنم اور اسلافِ امت:

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ جہنم میں طوق اور زنجیروں کے ذکر والی آیت بار بار پڑھ کر ساری رات روتے رہے۔[3]

حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلے، اور ہمارے ساتھ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ بھی تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے، جب اس کے اندر دھکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو سورۃ الفرقان (آیت: ١٢) تلاوت فرمائی: ''جب جہنم کافروں کو دور سے دیکھے گی تو کافر جہنم کا چیخنا چنگھاڑنا سن لیں گے۔'' یہ سن کر ربیع بن خثیم رحمہ اللہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ لوگ انھیں چار پائی پر ڈال کر گھر لائے، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان کے پاس [صبح سے لے کر] ظہر تک بیٹھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن حضرت ربیع رحمہ اللہ کو ہوش نہ آیا۔[4]

---

[1] صفة الصفوة (٣/ ٣٣٣)

[2] الفوائد (ص: ١٥٢)

[3] تنبيه الغافلين (٢/ ٦٢٠)

[4] تفسير ابن كثير (٣/ ٤١٥)

ساری دنیا کو آگ سے خبردار کرنے کی خواہش:

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر سونا میرے بس میں ہوتا تو میں کبھی نہ سوتا اس ڈر سے کہ سوتے میں کہیں مجھ پر اللہ کا عذاب نازل نہ ہوجائے اور اگر میرے پاس مددگار ہوتے تو میں انھیں ساری دنیا میں منادی کرنے کے لیے بھیج دیتا [جو کہتے:] لوگو! آگ سے خبردار ہوجاؤ لوگو! آگ سے خبردار ہوجاؤ۔'' [1]

حضرت موسیٰ بن مسعود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی مجلس میں بیٹھتے تو ان کو خوف اور گھبراہٹ کی حالت میں دیکھ کر ہمیں یوں لگتا جیسے آگ نے ہمیں گھیر رکھا ہے، اور جب آخرت کا ذکر ہوتا تو امام سفیان ثوری رحمہ اللہ اس قدر خوف زدہ ہوتے کہ ان کو خون کا پیشاپ آنے لگتا۔ [2]

جہنم یاد آنے پر حضرت ابو میسرہ رحمہ اللہ یہ خواہش کرتے کہ ''کاش! مجھے میری ماں نہ جنتی۔'' [3]

جہنم کی یاد نے عمر بھر کے لیے ہنسی ختم کردی:

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ایک نیک آدمی نے اپنے بھائی کو ہنستے دیکھا تو اس نے بھائی سے دریافت کیا: کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا گزر جہنم کے اوپر سے ہونے والا ہے؟ اس نے کہا: ہاں اس نے پوچھا: کیا تجھے معلوم ہے کہ تو وہاں سے بچ نکلے گا؟ بھائی نے جواب دیا: نہیں تب اس نیک آدمی نے کہا: پھر یہ ہنسی کیسی؟ چنانچہ موت تک اس شخص کے ہونٹوں پر کبھی ہنسی نہیں آئی۔

---

[1] حلية الأولياء (٢/ ٣٥٨)

[2] الإحياء للغزالي (ص: ١٦٩) صفة الصفوة (٣/ ٣٢٧)

[3] تفسير ابن كثير (٣/ ١٧٩)

حضرت بدیل بن میسرہ رحمہ اللہ قیامت کے روز پیاس کی شدت کے خوف سے اس قدر روئے کہ خون کے آنسو بہنے لگے۔[1] یزید بن ہارون رحمہ اللہ کی دونوں آنکھیں رو رو کر اندھی ہوگئیں۔[2]

حضرت فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان رحمہا اللہ جو حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کی بیوی تھیں، فرماتی ہیں: لوگوں میں حضرت عمر رحمہ اللہ سے نماز روزہ زیادہ کرنے والے تو بہت تھے لیکن اپنے رب کے ڈر سے رونے والا میں نے حضرت عمر رحمہ اللہ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب نمازِ عشا سے فارغ ہوجاتے تو (اللہ کے حضور) ہاتھ بلند کر لیتے اور مسلسل روتے رہتے، حتیٰ کہ نیند غالب آجاتی، جگایا جاتا تو پھر اپنے ہاتھ بلند کر کے رونا شروع کر دیتے، حتیٰ کہ آنکھوں میں نیند غالب آجاتی۔[3]

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں بھی اس طرح کا ایمان نصیب فرمائے۔ آمین ہر مومن مسلمان کو چاہیے کہ وہ جہنم کی گرمی سے اپنے اللہ کی پناہ مانگا کرے۔

دنیا کی رنگینیوں کا انجام جہنم ہے:

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''دنیا کی مٹھاس آخرت کی کڑواہٹ ہے اور دنیا کی کڑواہٹ آخرت کی مٹھاس ہے۔''

آگ کے عذاب سے پناہ مانگنے کی دعائیں:

جو شخص تین دفعہ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے، اس کے لیے جہنم سفارش کرتی ہے۔[4]

---

1. صفة الصفوة (٣/ ٢٦٥)
2. تذكرة الحفاظ (٣/ ٧٩٠)
3. تذكرة الحفاظ (١/ ١٢٠)
4. سنن ابن ماجه، كتاب الزهد (٢/ ٣٥٠٢)

روزانہ بیک وقت کم از کم تین مرتبہ جہنم سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے۔ عذابِ جہنم سے پناہ مانگنے کی دعا رسولِ اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآنِ مجید کی سورۃ کی طرح سکھلائی۔ رات کو سونے سے قبل اللہ کے عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا بھی کیا کریں۔ نمازِ تہجد میں اللہ کے ہر قسم کے عذاب سے دعاؤں کے ذریعے اللہ کی پناہ مانگنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ آگ کے عذاب سے بچنے کی دعا کثرت سے مانگنی چاہیے۔

اے ہمارے پیدا کرنے والے پاک رب! آپ ہمارے مالک اور ہم آپ کے مملوک ہیں، آپ ہمارے حاکم اور ہم آپ کے محکوم ہیں، آپ قادرِ مطلق ہیں اور ہم مجبور و مغلوب ہیں، آپ بے نیاز اور ہم محتاج ہیں، آپ غنی اور ہم فقیر ہیں، ہماری پیشانیاں آپ کے ہاتھ میں ہیں، ہمارے فیصلے آپ کے اختیار میں ہیں۔

اے ہمارے قدرتوں والے، برکتوں والے، خوبیوں والے، شانوں والے، بلندیوں والے، بڑائیوں والے پاک رب! آپ نے خود ہی بتایا ہے کہ جہنم بہت ہی برا ٹھکانا ہے، اس کا عذاب جان سے چمٹ جانے والا ہے، اس میں داخل ہونے والا زندہ رہے گا مرے گا، پس جسے آپ نے جہنم میں ڈالا وہ تو رسوا ہو ہی گیا۔

اے عرشِ عظیم کے مالک! آسمانوں اور زمینوں کے مالک! اگر آپ نے ہم پر رحم نہ فرمایا تو پھر آپ ہی بتائیں ہم پر کون رحم فرمائے گا؟ اگر آپ نے ہمارے گناہ معاف نہ فرمائے تو ہمارے گناہ کون معاف فرمائے گا؟ اگر آپ نے ہمیں پناہ نہ دی تو کون ہمیں پناہ دے گا؟ اگر آپ نے ہمیں جہنم سے نہیں بچایا تو کون ہمیں جہنم سے بچائے گا؟ اے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام اور حضرت محمد ﷺ کے پاک رب! ہم جہنم سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں اور آپ کی رحمت سے امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے روز آپ ہمیں مایوس نہیں فرمائیں گے۔ آمین ثم آمین

﴿ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴾ [آل عمران: ١٦]

’’اے مالک ہمارے! ہم ایمان لائے تو ہمارے گناہ بخش دے اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دے۔‘‘

ڈر جاؤ لوگو سخت حشر کا میدان ہے　　اپنے کیے پر ہر بندہ پشیمان ہے
اللہ رحمٰن کی طرف سے آیا پیغام ہے　　یہ پیغام ہے وہ جس کا نام قرآن ہے
لیکر آنے والا فرشتہ جبرائیل ہے　　مانے نہ جو اسے وہ چیلہ شیطان ہے
ڈرجاؤ لوگو سخت حشر کا میدان ہے　　پھر نہ کہنا ہمیں ملا نہ پیغام ہے

اے ہمارے مالک! ہم آپ کی مخلوق ہیں، ہمارا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور ہم آپ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں ہماری خطاؤں کو معاف فرما دینا، اللہ ہمیں روزِ قیامت مایوس نہ کرنا، ہم تیری رحمت کی امید رکھتے ہیں، یا اللہ ہماری دعا کو قبول فرمانا۔ آمین

مراجع درس

1. تفسیر ابن کثیر۔
2. تفسیر احسن البیان۔　　فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف
3. جہنم کا بیان۔　　تالیف: مولانا محمد اقبال کیلانی
4. مناظرِ قیامت۔　　تالیف: مولانا محمد خورشید سلفی

مصادر و مراجع

① قرآنِ کریم۔
② تفسیر ابن کثیر۔
③ تفسیر احسن البیان۔ فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف۔
④ تزکیۃ النفوس۔ علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ۔ علامہ ابن قیم الجوزیۃ۔ الامام الغزالی۔
ترجمہ: مولانا محبوب احمد قمر الزمان
⑤ جنت کی راہ، تالیف: مولانا ابوعبدالرحمٰن شبیر بن نور
⑥ دخولِ جنت کے تیس اسباب۔ دار ابن المبارک، الخبر۔ ترجمہ: ام محمد شکیلہ قمر۔
مراجعہ وتہذیب: الشیخ ابوعدنان محمد منیر قمر۔
⑦ جنت کا بیان۔ مولانا محمد اقبال کیلانی۔
⑧ جہنم کا بیان۔ مولانا محمد اقبال کیلانی۔
⑨ جب دنیا ریزہ ریزہ ہوجائے گی۔ ڈاکٹر محمد بن عبدالرحمٰن العریفی۔
ترجمہ: قاری محمد اقبال عبدالعزیز۔
⑩ خطباتِ حرمین (جلد اول)۔ ترجمہ: الشیخ ابوعدنان مولانا محمد منیر قمر۔
⑪ دنیا کے اے مسافر۔ تالیف: محترمہ ام منیب۔
⑫ سنہرے نقوش۔ مولانا عبدالمالک مجاہد۔
⑬ قبر کا بیان۔ تالیف: مولانا محمد اقبال کیلانی۔
⑭ قیامت کی نشانیاں۔ تالیف: الشیخ یوسف بن عبداللہ الوابل۔
ترجمہ: مولانا محمد مقیم بن حامد علی فیضی۔
⑮ قیامت کی نشانیاں۔ الشیخ عبداللہ بن جاراللہ بن ابراہیم۔ ترجمہ: مولانا تنویر احمد۔
⑯ قیامت کی ہولناکیاں۔ تالیف: الشیخ عبدالملک الکلیب۔ ترجمہ: مولانا شبیر بن نور۔
⑰ مقالاتِ محدث مبارکپوری رحمہ اللہ۔
⑱ مناظرِ قیامت۔ مولانا محمد خورشید سلفی۔
⑲ مسائل واحکامِ نمازِ جنازہ۔ الشیخ ابوعدنان مولانا محمد منیر قمر حفظہ اللہ۔